یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

سبیل سکینہ سلام علیہ

منجانب.

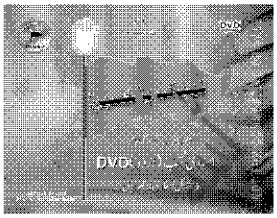

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by www.ziyaraat.net/

۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنی

DVD Version

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

لبیک یا حُسینؑ

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziyaraat.net/

تاریخ اسلام

تالیف: طالب حسین کرپالوی

سید علی حسین سبط سید الملت رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۹

اسلامیہ دار التبلیغ
۲۰۲۔ علی ٹاؤن رائے ونڈ روڈ، لاہور فون: 5421822

Presented by www.ziyaraat.net/

جلد ۹

تاریخ اسلام

تالیف: طالب حسین کرپالوی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہ

Presented by www.ziaraat.net

اسم کتاب ——— تاریخ اسلام

جلد ——— نہم

ناشر ——— اسلامیہ دار التبلیغ

کتابت ——— محمد کاظم، نثار حسین

ـ ——— کھرگرونگ سکردو

مطبع ——— معراجدین پرنٹرز

بار ——— اول

تاریخ اشاعت ——— ۱۵ فروری ۱۹۹۷ء

ہدیہ ———

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

حضور اکرم کا فریضہ حج ادا کرنا

کتاب خصائل میں ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار عمرہ بجا لائے۔ عمرہ حدیبیہ اور دوسرے سال عمرہ قضا، تیسرا عمرہ جعرانہ اور چھوتھا حج کے ساتھ۔

کتاب علل الشرائع میں بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوشیدہ بیس حج کئے۔ اور ہر حج میں جب زمین مشعرالحرام کے قریب پہنچتے تھے سواری سے نیچے اترتے تھے اور پیشاب کرتے تھے۔ راوی نے عرض کی کس سبب سے ایسا کرتے تھے حضرتؑ نے فرمایا اس سبب سے کہ وہ پہلی جگہ ہے جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس جگہ سے ایک بڑا پتھر نکال کر اور اس سے قریش کے لئے بڑا بت ہبل تراش کر بنایا گیا تھا جس کو جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کے دوش پر چڑھ کر کعبہ کی چھت سے نیچے پھینکا تھا۔ پھر حضرتؐ کے حکم سے اس کو باب بنی شیبہ کے قریب دفن کر دیا گیا۔ اس سبب سے باب بنی شیبہ سے داخل ہونا سنت قرار پایا تاکہ اس کو پامال کریں۔

ابن ادریس نے بسند صحیح امام محمدؑ باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے قریش سے پوشیدہ بیس حج کئے ان میں سے دس یا سات حج نبوت سے پہلے بجا لائے تھے۔ اور آنحضرتؐ چار سال کے تھے تو نماز پڑھتے تھے۔ جبکہ جناب ابوطالبؑ کے ساتھ مقام بصریٰ میں شام کی جانب گئے تھے جہاں قریش مکہ سے تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔

کلینی اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینہ میں آکر صرف ایک حج کیا تھا اور ہجرت سے پہلے تمام حج بجا لائے تھے۔ نیز جناب صادقؑ

Presented by www.ziyaraat.net/

سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے دس حج پوشیدہ کئے تھے اور سب میں پہلے اتر کر پیشاب کرتے تھے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) دوسری بہت سی سندوں سے روایت کی گئی ہے کہ حضرتؐ نے بیس حج کئے اور ہر ایک میں مشعر کے تنگ مقام پر اتر کر پیشاب کرتے تھے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے حج کے متعلق جو مختلف حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ممکن ہے بعض تقیہ کی بناء پر محمول ہوں یا بعض عمرہ کو بھی حج میں شمار کر لیا گیا ہو یا یہ کہ دس حجوں کی حدیث ان حدیثوں پر محمول ہو جو حضرتؐ نبوت کے بعد بجا لائے۔ اور آنحضرتؐ کا پوشیدہ حج کرنا باوجود یہ کہ کفار قریش کو حج پر کوئی اعتراض نہیں تھا یا نسی کی حیثیت سے تھا کہ کفار قریش حج غیر وقت میں کیا کرتے تھے۔ یا ان بدعتوں کی اصلاح کی غرض سے جو انہوں نے حج میں قائم کر رکھی تھی اور حضرتؐ نہیں چاہتے تھے کہ ان بدعتوں میں ان کی موافقت کریں۔

کلینی نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حجتہ الوداع میں آنحضرتؐ کے اونٹوں کا نگران جو تھا وہ ناجیہ ابن جندب خزاعی تھے اور جس نے آنحضرتؐ کے سر مبارک کے بال بنائے وہ معمر بن عبداللہ تھے جو عدی بن کعب کی اولاد سے تھے۔ جس وقت کہ وہ آنحضرتؐ کے بال بنا رہے تھے، تو قریش نے کہا کہ تیرے ہاتھ میں رسول اللہ کے کان ہیں یا یہ کہ اس وقت آنحضرتؐ تیرے قبضہ میں ہیں اور تیرے ہاتھ میں تلوار بھی ہے۔ یہ سن کر معمر نے کہا میں اس کو اپنے لئے خدا کا عظیم فضل سمجھتا ہوں۔ اس سفر میں معمر آنحضرتؐ کے اونٹوں کے کجاوے اونٹوں پر باندھتے تھے۔ ایک رات آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ آج اونٹ کا کجاوہ ڈھیلا بندھا ہوا ہے۔ معمر نے کہا میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں میں نے بہت مضبوط باندھا تھا جس طرح ہر رات باندھا کرتا تھا۔ لیکن بعض لوگوں نے جو حضرتؐ کی خدمت کرنے کے سبب مجھ سے حسد رکھتے ہیں اونٹ کے تنگ کو ڈھیلا کر دیا

ہے تاکہ میرے بجائے آپ کسی دوسرے کو مقرر فرما دیں۔ حضرتؐ نے فرمایا میں ایسا نہ کروں گا اور تمہاری خدمت کسی دوسرے کو سپرد نہ کروں گا۔

بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ تین عمرہ بجا لائے ایک عمرہ کا احرام عسفان سے باندھا اور وہ عمرہ حدیبیہ تھا۔ جس کا احرام جحفہ سے باندھا تھا وہ قضائے عمرہ حدیبیہ تھا۔ تیسرا وہ عمرہ تھا جس کا احرام جعرانہ سے باندھا تھا جبکہ غزوہ حنین سے مکہ واپس آ رہے تھے۔ دوسری موثق روایت میں فرمایا کہ تینوں عمرے ماہ ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ دوسری روایت میں فرمایا کہ حضرتؐ نے روئی کے دو یمنی لباس میں احرام باندھا جن میں سے ایک عیر کا تھا دوسرا غفار کا اور انہی دونوں کپڑوں میں حضرتؐ کا کفن دیا گیا۔

بسند معتبر انہیں حضرتؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کعب بن عجرہ کی طرف سے گزرے اس کے سر سے جوئیں ٹپک رہی تھیں اور وہ احرام باندھے ہوئے تھا۔ حضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ یہ جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:۔ **فَمَنكَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوبِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوصَدَقَةٍ أَونُسُكٍ** (آیت ۱۹۶ سورۃ بقرہ پ ۲) "پھر جب تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو (سر مونڈوانے کا بدلہ) روزہ یا خیرات یا قربانی ہے" حضرتؐ نے اس کو حکم دیا کہ سر مونڈوا لے اور تین دن روزے رکھے اور چھ مسکینوں کو صدقہ دے اور فرمایا کہ ہر مسکین کو دو مد دیں اور قربانی کے واسطے ایک گوسفند مقرر فرمایا۔

بسند حسن انہیں حضرتؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسولؐ خدا طواف کے وقت اپنے ناقہ غضبا پر سوار تھے اور ایک ٹیڑھی لکڑی سے جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے حجراسود کا سلام (بوسہ لینا) کرتے تھے اور اس لکڑی کو چوم لیتے تھے۔

بسند حسن و صحیح امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ

Presented by www.ziyaraat.net/

اسماء بنت عمیس نفاس میں مبتلا ہوئیں یعنی محمد بن ابی بکر بیدا میں متولد ہوئے جبکہ حجتہ الوداع کے لئے حضرتؐ جا رہے تھے۔ جب اسماءنے چاہا کہ ذی الحلیفہ سے احرام باندھیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اپنی شرمگاہ میں روئی بھر لیں اور ایک کپڑا اس پر باندھ لیں اور حج کا احرام باندھ لیں۔ جب مکہ میں آئے اور اعمال بجا لائے' محمد بن ابی بکر اٹھارہ روز کے تھے۔ حضرتؐ نے اسماءسے فرمایا کہ غسل کریں اور طواف کریں اور نماز طواف بجا لائیں۔ اور ابھی زچگی کا خون نا بند نہیں ہوا تھا۔

سفر حجتہ الوداع میں حضرتؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ کتب معتبرہ میں روایت کیا گیا ہے کہ مکہ میں حضرتؐ کی خدمت میں ایک بچہ جس روز وہ پیدا ہوا تھا لایا گیا۔ حضرتؐ نے اس بچہ سے پوچھا میں کون ہوں وہ بچہ خدا کی قدرت سے بولا کہ آپؐ خدا کے رسولؐ ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا تو نے سچ کہا خدا تجھے برکت عطا فرمائے۔ پھر اس کے بعد وہ بچہ جب تک بڑا نہ ہوا نہ بولا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا اس میں یہ اثر ظاہر ہوا کہ وہ مبارکہ یمامہ مسمی ہوا۔

شیخ مفید اور شیخ طبرسی نے خاصہ اور عامہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا لوگوں کے درمیان حج کی ندا فرمائی جو تمام بلاد اسلام میں پہنچی جس کو سن کر اطراف و نواحی مدینہ سے بے شمار گروہ حضرتؐ کے پاس جمع ہو گئے تو آنحضرتؐ ۲۶ ماہ ذیقعدہ کو مدینہ سے باہر نکلے۔ چونکہ امیرالمومنینؑ یمن میں تھے انہوں نے آنحضرتؐ کو خط لکھا کہ میں اس طرف سے حج کے لئے حاضر ہوتا ہوں لیکن یہ نہیں لکھا کہ میں نے کس قسم کا حج کا ارادہ کیا ہے۔ غرض کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج قرآن کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ اپنے ساتھ ہدیئے کے اونٹ آگے رکھے اور ذی الحلیفہ سے احرام باندھا اور حضورؐ کے ساتھ والوں نے بھی احرام باندھا اور اول بیدا میں ایک میل کے نزدیک سے تلبیہ کہنا شروع کیا۔ لوگوں نے بھی تلبیہ کی آواز بلند کی اور مدینہ اور

مکہ کے مابین صدائے تلبیہ باہم متصل ہو کر کراع الغیم تک پہنچی۔ کچھ لوگ سوار تھے اور کچھ پیدل تھے۔ پیدل چلنے والوں کو راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا اور وہ لوگ بہت تھکے ہوئے پریشان تھے۔ تو جناب رسولؐ خدا سے پیدل چلنے کی شکایت کی اور حضرتؐ سے سواری طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا سواری تو کوئی نہیں ہے البتہ اپنی کمریں مستحکم باندھ لو اور قدم برابر سے اٹھاؤ۔ جب انہوں نے اس پر عمل کیا تو ان پر پیدل چلنا آسان ہو گیا۔ ادھر سے جناب امیرؑ اور وہ لشکر جو آپؑ کے ساتھ تھا سب مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہ حلے جو اہل نجران سے حاصل کئے تھے اپنے ساتھ لا رہے تھے۔ جب مکہ کے قریب آنحضرتؐ پہنچے ادھر سے جناب امیرؑ بھی آئے اور اپنے لشکر سے پہلے آئے جناب رسولؐ خدا سے ملاقات کریں۔ اور اپنی جگہ پر ایک شخص کو لشکر پر اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ غرض کہ حضرت رسولؐ خدا کے مکہ پہنچتے ہی امیرالمومنینؑ بھی حضرتؐ کی خدمت میں پہنچ گئے اور سلام عرض کیا۔ اور جو کچھ وہاں کام کیا تھا حضرتؐ سے بیان کیا اور اہل نجران سے بطور جزیہ جو کچھ حاصل کیا تھا بیان کیا اور کہا کہ میں نے اپنے لشکر پر سبقت کی تاکہ حضورؐ کی خدمت میں جلد حاضر ہو جاؤں۔ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ اے علیؑ تم نے کس حج کا احرام باندھا ہے؟ عرض کی چونکہ میں نہیں جانتا تھا کہ حضورؐ نے کس حج کا احرام باندھا ہے اس لئے نیت یہ کی کہ جس حج کا احرام رسولؐ خدا نے باندھا ہے اسی کا میں بھی باندھتا ہوں۔ اور اپنے ساتھ چونتیس اونٹ لایا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اللہ اکبر میں اپنے ساتھ چھیاسٹھ اونٹ لایا ہوں اور تم چونتیس لائے ہو۔ اور تم میرے حج اور مناسک اور قربانی میں میرے شریک ہو لہٰذا اپنے احرام پر باقی رہو محل مت ہو (یعنی احرام مت کھولو)۔ اور اپنے لشکر کے پاس واپس جاؤ اور جلد ان کو لے آؤ تاکہ مکہ میں ہم سب ایک ساتھ جمع ہو جائیں انشاء اللہ تعالیٰ جناب امیرؑ آنحضرتؐ سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ

Presented by www.ziyaraat.net/

لشکر سے مل گئے دیکھا کہ جو حلے ان کے پاس رکھوائے تھے سب نے پہن لئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کو بہت غصہ آیا اور لوگوں کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ اور جس کو اپنا قائم مقام بنایا تھا اس سے جواب طلب کیا کہ کس سبب سے حلے تم نے ان کو دے دیئے قبل اس کے کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کئے جاتے حالانکہ میں نے تم کو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں نے مجھ سے خواہش کی کہ ان حلوں سے آراستہ ہو کر احرام باندھیں پھر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو واپس دے دیں گے۔ پھر حضرتؐ نے ان لوگوں سے وہ حلے لے لئے اور سامان میں باندھ دیئے۔ اس سبب سے ان کے دلوں میں حضرتؐ کی طرف سے کینہ پیدا ہو گیا۔ مکہ میں پہنچے تو آنحضرتؐ سے جناب امیرؑ کی بہت شکایتیں کیں۔ جناب رسولؐ خدا نے ان کے درمیان منادی کرائی کہ اپنی زبانوں کو علیؑ بن ابی طالبؑ کی شکایت سے روک لو کیونکہ وہ خدا کی رضا کے معاملہ میں سخت ہیں اور دین خدا میں کسی کی مروت نہیں کرتے۔ تو ان لوگوں نے حضرتؐ کی شکایت سے اپنی زبانیں بند کیں اور جناب رسولؐ خدا کے نزدیک ان کی قدر و منزلت سمجھے کہ حضرتؐ اس پر غضبناک ہوتے ہیں جو ان کی شکایت کرتا ہے۔ جناب امیرؑ جناب رسولؐ خدا کی تاسی میں اپنے احرام پر قائم رہے۔ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ساتھ تھے جو ہدیئے کے جانور نہ لائے تھے تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ **وَاَتِمُّوا الحَجَّ وَالعُمرَةَ لِلّٰہِ** (آیت ۱۹۶ سورۃ بقرہ پ ۲) یعنی خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے حج اور عمرہ کو تمام کرو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کر کے دکھایا۔ اور فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ایسا ہو گا ہرگز ہدیئے کے جانور نہ لاتا۔ پھر منادی کرائی کہ تم میں سے جو شخص سیاق ہدی نہ کئے ہو وہ محل ہو جائے اور اس کو چاہیئے کہ اپنے حج کے احرام کو احرم عمرہ سے بدل دے اور جو شخص سیاق ہدیئے کئے ہو اس کو اپنے احرام پر باقی رہنا چاہیئے۔

بعض کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال پریشان اور غبار آلود ہیں ہم کیونکر سلے ہوئے کپڑے پہنیں، اپنی عورتوں سے مقاربت کریں اور خوشبو دار تیل کی اپنے بدنوں پر مالش کریں۔ بعضوں نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ مکہ سے عرفات کی طرف جاتے ہو حالانکہ تمہارے سروں سے غسل کا پانی ٹپک رہا ہے اور رسولؐ خدا اپنے احرام پر قائم ہیں۔ یہ تنازعات سن کر آنحضرتؐ نے ان کو بڑی تاکید فرمائی جو لوگ اس بارے میں مخالفت کر رہے تھے اور فرمایا کہ اگر میں سیاق ہدی نہ کئے ہوتا تو میں بھی محل ہو جاتا اور اس کو عمرہ سے بدل دیتا۔ لہٰذا جو شخص سیاق ہدیے نہ کئے ہو اس کو چاہیے کہ محل ہو جائے۔ یہ سن کر بعض حق پر پلٹ آئے اور بعض برخلاف قائم رہے۔ اور جو شخص کہ مخالفت پر ہمیشہ قائم و باقی رہا۔ وہ عمر الخطاب تھے۔ حضرتؐ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ اے عمر کیا سبب ہے کہ تم محل نہیں ہوئے شاید سیاق ہدی تم نے کیا ہے۔ وہ بولے نہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا پھر کیوں محل نہیں ہوئے حالانکہ میں نے حکم دیا ہے کہ جو سیاق نہ کئے ہو وہ محل ہو جائے۔ کہا یا رسولؐ اللہ جب تک آپ احرام میں ہیں میں محل نہ ہوں گا۔ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا تم کبھی مرتے دم تک حج تمتع پر ایمان نہ لاؤ گے۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا تھا وہ حضرت حج تمتع کے منکر ہی رہے یہاں تک کہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز منبر پر گئے اور حج تمتع سے لوگوں کو منع کر دیا اور سختی کی کہ کوئی شخص حج تمتع نہ بجا لائے۔ چنانچہ خاصہ و عامہ نے متواتر طریقوں سے روایت کی ہے کہ جناب عمرؓ نے کہا کہ دو متعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھے میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں اور جو عمل میں لائے گا اس کو سخت سزا دوں گا۔ ایک متعۃ النساء دوسرے متعہ حج۔

جب جناب رسولؐ خدا اعمال حج سے فارغ ہوئے امیرالمومنینؑ کو اپنے

Presented by www.ziyaraat.net/

قربانی کے جانوروں میں شریک کیا پھر وہاں سے کوچ کر کے مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ جناب امیرؑ اور تمام مسلمان حضرتؐ کے ساتھ تھے جب آنحضرتؐ غدیر خم پر پہنچے جو اس زمانہ میں قافلوں کے ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی اس لئے کہ وہاں پانی تھا نہ چراگاہ تھی لیکن حضرتؐ نے اس مقام پر قیام فرمایا اور تمام مسلمان بھی ٹھہرے۔ اور حضرتؐ کے قیام کرنے کا سبب یہ ہوا کہ قرآن کی آیتیں نہایت تاکید کے ساتھ حضرتؐ پر نازل ہوئیں کہ جناب امیرؑ کو اپنے بعد خلافت کے لئے مقرر فرما دیں۔ اور اس سے پہلے بھی اس بارہ میں آنحضرتؐ پر وحی نازل ہو چکی تھی لیکن ایسی تاکید و تحدید نہ تھی۔ اسی لئے حضرتؐ نے تاخیر فرمائی تاکہ ایسا نہ ہو کہ امت کے درمیان اختلاف ہو اور ان میں سے بعض لوگ دین سے منحرف ہو جائیں۔ اور خداوند عالم جانتا تھا کہ اگر غدیر خم سے گزر جائیں گے تو تمام مسلمان اپنے اپنے شہروں کو متفرق ہو جائیں گے۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ اسی مقام غدیر پر مسلمان جمع ہو جائیں تاکہ تمام کے تمام امیرالمومنینؑ پر نص ہوتے ہوئے سن لیں اور اس بارے میں حجت تمام ہو جائے اور مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی عزر باقی نہ رہے۔ اور یہ آیت نازل فرمائی:۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ یعنی اے پیغمبرؐ لوگوں کو وہ حکم پہنچا دو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے (علیؑ بن ابی طالبؑ کی امامت اور امت میں ان کو اپنا خلیفہ قرار دینے کے بارے میں) تم پر نازل ہو چکا ہے۔ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۶۷) اگر تم نے وہ حکم نہ پہنچایا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہیں کی۔ اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس میں تبلیغ کی تاکید فرمائی ہے اور آنحضرتؐ کو تاخیر کرنے سے ڈرایا ہے اور آنحضرتؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی ضمانت لے لی ہے۔ اسی سبب سے حضورؐ نے ایسے مقام پر قیام فرمایا جو ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی اور تمام مسلمان بھی حضرتؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ اس روز گرمی شدت کی تھی۔ حضرتؐ کے حکم سے ایک درخت کے نیچے کانٹے صاف کئے

گئے اور اونٹ کے کجاوے ایک پر ایک رکھ کر منبر بنایا اور منادی کرا دی کہ سب لوگ حضرتؐ کے پاس جمع ہو جائیں۔ ان میں سے اکثر گرمی کی شدت کے سبب اپنی چادروں کو پیروں میں لپیٹے ہوئے تھے۔ غرض جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرتؐ ان کجاووں کے منبر پر تشریف لے گئے اور امیرالمومنینؑ کو اپنے پاس منبر پر طلب فرمایا اور اپنی داہنی جانب کھڑا کیا۔ پھر خطبہ پڑھا جس میں حمد و ثنائے الٰہی ادا فرمایا اور بلیغ موعظے کئے اور اپنی وفات کی لوگوں کو اطلاع دی کہ مجھ کو درگاہ رب العزت میں طلب کیا گیا ہے اور عنقریب میں خدا کی طلبی کو منظور کروں گا۔ وقت وہ آگیا ہے کہ میں تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا اور اس دار فانی کو وداع کروں گا اور آخرت کے درجات عالیہ کی طرف رحلت کروں گا۔ اور یقیناً" تم میں ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہوں گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب خدا اور میری عترتؑ ہے جو میرے اہل بیتؑ ہیں۔ یقیناً" یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ پھر باآواز بلند ان لوگوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتا؟ تمام مسلمانوں نے جواب دیا خدا گواہ ہے کہ آپؐ کو ہم پر ہم سے زیادہ حق ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کا بازو پکڑ کر ان کو اس حد تک اٹھایا کہ حضرتؐ کی زیر بغل کی سفیدی نمایاں ہو گئی۔ اور فرمایا کہ میں جس کا مولا اور اس کے نفس کا مالک ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا اور اس کے نفس سے اس پر زیادہ اختیار رکھنے والا ہے۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے، اور مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دی اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے۔ یہ فرما کر حضرتؐ منبر سے نیچے اتر آئے۔ وقت زوال کے قریب ہو چکا تھا اور گرمی کی شدت تھی۔ [illegible] حضرتؐ نے دو رکعت نماز ادا کی اتنے میں زوال آفتاب ہو گیا موذن نے اذان دی اور حضرتؐ نے سب کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی اور اپنے خیمے میں واپس

Presented by www.ziyaraat.net/

آئے۔ اور حکم دیا تو لوگوں نے حضرتؑ کے خیمہ کے پاس ہی ایک خیمہ امیرالمومنینؑ کے واسطے نصب کیا۔ جناب امیرؑ اس میں بیٹھے۔ جناب سرورؐ کائنات نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جوق جوق ان حضرتؑ کی خدمت میں جائیں اور ان جناب کو امامت و خلافت کی تہنیت اور مبارکباد دیں اور مومنین کی بادشاہی اور امیرؑ ہونے پر ان کو سلام کریں اور کہیں **السلام علیک یا امیرالمؤمنین**۔ یہ حکم سن کر تمام مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی بیویوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کو ان کے پاس جا کر تہنیت اور مبارکباد دیں اور امارت مومنین پر ان کو سلام کریں۔ تو سب نے تعمیل کی اور ان تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اہتمام عمر بن خطابؓ نے کیا اور دوسروں سے زیادہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اور مبارکباد دینے کے سلسلہ میں جناب امیرؑ سے کہا:۔ **بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا عَلِی اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَ مَوْلیٰ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃٍ**۔ یعنی مبارک ہو مبارک ہو تم کو اے علیؑ آج تم نے صبح کس قدر مبارک منہ دیکھا کہ تم میرے آقا اور ہر مومن و مومنہ کے آقا ہو گئے۔ حسان بن ثابتؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور اجازت طلب کی کہ ایک قصیدہ امیرالمومنینؑ کی مدح میں لکھیں جس میں غدیر کا واقعہ اور ان جناب کا خلافت کے لئے منتخب کیا جانا اور وہ دعائیں جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرتؑ کے حق میں فرمائی ہیں ذکر کریں۔ حضرتؐ نے اجازت دی تو وہ ایک بلندی پر آئے۔ وہ مشہور قصیدہ باآواز بلند لوگوں کو سنایا جس کا تذکرہ بطریق متواتر خاصہ اور عامہ نے کیا ہے۔ جناب رسولؐ خدا نے حسانؓ کی تعریف کی اور فرمایا اے حسان تم ہمیشہ روح القدس سے تائید یافتہ رہو گے جب تک اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے۔ اور یہ اشارہ آنحضرتؐ کا تھا اس پر کہ وہ امیرالمومنینؑ کی ولایت پر قائم و باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ اس کا اثر حضرتؐ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔

سید ابن طاؤس اور شیخ احمد بن ابی طالب، طبرسی وغیرہم اور خاصہ اور عامہ کے محدثین نے متعدد طریق سے جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا تمام شرائع دین لوگوں کو پہنچا چکے سوائے حج اور ولایت امام ہمام علیؑ بن ابی طالب کے تو جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا اے پیغمبرؐ آپؐ کو خلاق عالم سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے کسی پیغمبرؐ کو دنیا سے نہیں اٹھایا مگر اپنے دین کو تمام اور اپنی حجتوں کو پورا کرنے کے بعد۔ لہٰذا ابھی دو عظیم باتیں رہ گئی ہیں چاہیے تو تم اپنی قوم کو ضرور وہ باتیں پہنچا دو۔ ایک فریضہ حج دوسرا تمہارے بعد فریضہ ولایت و خلافت ہے۔ کیونکہ میں نے کبھی زمین کو اپنی حجت و ہادی سے خالی نہیں رکھا ہے اور آئندہ بھی قیامت تک خالی نہ رکھوں گا۔ لہٰذا اس وقت آپ کو خدا کا حکم یہ ہے کہ فریضہ حج لوگوں کو تعلیم فرمائیں۔ لہٰذا حج کو روانہ ہوں اور آپ کے ساتھ ہر اس مسلمان کو حج کے لئے جانا چاہیے جس کو قدرت اور استطاعت ہو جو لوگ یہاں موجود ہیں یا مدینہ کے اطراف میں ہیں بادیہ نشین سب کو مسائل حج تعلیم فرمائیں جس طرح ان کو نماز و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی ہے لہٰذا حج کے ارکان وغیرہ بھی تعلیم فرمایئے۔ غرض پیغمبرؐ نے لوگوں کے درمیان منادی کرا دی کہ پیغمبرؐ خدا حج کے لئے جا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو مناسک حج تعلیم فرمائیں۔ آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے اور آنحضرتؐ کے تمام افعال و حرکات و سکنات کو بغور دیکھتے جاتے۔ جو کچھ حضرتؐ عمل کرتے وہ لوگ بھی آپ کی متابعت کرتے یہاں تک کہ حضرتؐ نے ان لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا۔ حضرتؐ کی خدمت میں مدینہ والے اور اس کے اطراف و جوانب کے لوگ اور اہل عرب جملہ ستر ہزار اشخاص تھے یا اصحاب جناب موسیٰؑ کی تعداد سے زیادہ جو ستر ہزار تھے اور جناب موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کی بیعت ان سے لی تھی۔ اور ان لوگوں نے بیعت توڑ کر گوسالہ اور سامری کی متابعت کی۔ اس طرح جناب رسولؐ خدا نے علیؑ ابی طالبؑ کی خلافت

Presented by www.ziyaraat.net/

کے لئے ایک جماعت سے بیعت لی جو حضرتؑ موسیٰؑ کے اصحاب کی تعداد کے کے برابر تھے۔ تو ان لوگوں نے بھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بیعت توڑی اور اس امت کے گوسالہ اور سامری کی متابعت کی جو فلاں اور فلاں مشہور ہیں۔ یہ پیروی تھی گزشتہ امتوں کی موافقت میں اور ایک نظیر تھی سابقہ گمراہوں کی۔

جب آنحضرتؐ حج کے لئے روانہ ہوئے لوگوں کی کثرت ہجوم کے سبب تلبیہ کی آواز مکہ و مدینہ کے درمیان متصل ہو کر گونجی۔ جب آنحضرتؐ نے عرفات میں قیام فرمایا جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ خداوند عالمین آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ کی وفات قریب آ گئی ہے اور آپ کی عمر آخر ہو چکی ہے لہٰذا اپنے عہد کو پورا کیجئے اور اپنی وصیت کو آگے بڑھایئے اور جو کچھ آپ کے پاس علوم ہیں جو میں نے آپ پر نازل کئے ہیں اور گزشتہ پیغمبروں کے علوم سب کے سب اپنے وصی اور خلیفہ کو سپرد کر دیجئے جو میری مخلوق پر میری حجت بالغہ ہے یعنی علی بن ابی طالب کو اور ان کو ایک علم اور لوگوں کے درمیان ایک نشان قرار دیجئے جس سے لوگ راہ ہدایت پائیں گے۔ اور ان کی اطاعت اور پیمان اور بیعت لوگوں پر تازہ کیجئے اور ان کو وہ عہد و پیمان جو میں نے ان سے اپنی بیعت و میثاق اور پیمان مضبوط لئے تھے اور وہ عہد جو ولایت و امامت علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارہ میں کہ میرا دوست ہے اور ان لوگوں کا بلکہ ہر مومن و مومنہ کا مولا ہے میں نے پہلے سے بھیجا ہے یاد دلایئے اور مضبوط کیجئے اس لئے کہ میں نے اپنے پیغمبر کی روح قبض نہیں کی مگر بعد اس کے جبکہ اپنے دین کو کامل کر لیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور شرط پر کہ میرے دوستوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت رکھیں۔ اور یہی میری توحید پرستی اور میرا دین ہے اور میری مخلوق پر میری نعمتوں کا پورا ہونا میرے ولی کی متابعت اور اطاعت کرنے سے ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ میں زمین کو بغیر ہادی کے کبھی خالی نہیں

چھوڑتا۔ لہٰذا آج میں نے آپ کے واسطے آپ کا دین کامل کیا اور اپنی نعمتیں آپؐ پر پوری کیں اور آپ کے واسطے اپنے ولی علیؑ کی ولایت و محبت کے ساتھ دین اسلام کو پسند کیا جو میرا بندہ اور میرے پیغمبرؐ کا وصی اور اس کے بعد خلیفہ اور میری حجت کاملہ میری مخلوق پر ہے جس کی اطاعت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے اور ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ تو جس نے علیؑ کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ میں نے اس کو ایک علم اور نشان اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان قرار دیا ہے۔ جس نے اس کو پہچانا وہ مومن ہے، جو شخص اس کا منکر ہے کافر ہے۔ اور جو شخص کسی دوسرے کو بیعت میں اس کے ساتھ شریک کرے وہ مشرک ہے۔ اور جو شخص اس کی ولایت اور امامت کے اعتقاد کے ساتھ میرے پاس آئے گا وہ داخل بہشت ہو گا اور جو شخص اس کی عدوات کے ساتھ آئے گا جہنم میں جائے گا۔ لہٰذا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ کو میری مخلوق کے درمیان علم (نشان) قرار دیجئے اور ان لوگوں سے اس کی بیعت لیجئے اور میرا وہ عہد و پیمان جو (روز الست) میں ان سے لے چکا ہوں ان کو یاد دلایئے۔ بیشک میں آپ کو دنیا سے اٹھانے والا اور اپنے جوار رحمت میں طلب کرنے والا ہوں۔ یہ احکام سن کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے خوفزدہ ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شقاق و نفاق پراگندہ ہو جائیں اور اپنی جاہلیت اور کفر کی طرف پلٹ جائیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ جانتے تھے کہ ان کو علیؑ سے کس درجہ عداوت ہے اور ان کی طرف سے ان کے دلوں میں کس قدر کینے بھرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا جبریلؑ سے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کریں کہ مجھ کو منافقوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور آنحضرتؐ اس کا انتظار کر رہے تھے کہ جبریلؑ خدا کی جانب سے حفاظت کی خوشخبری لے کر آئے۔ لہٰذا آنحضرتؐ نے مسجد خیف تک اس حکم کی تبلیغ ملتوی فرمائی۔ پھر مسجد خیف میں جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ عہد ولایت کی

Presented by www.ziyaraat.net/

تبلیغ فرمائیں اور علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنائیں۔ لیکن محافظت کا وعدہ بیان نہ کیا جو حضرتؐ نے پھر تاخیر فرمائی اور کراع الغمیم تک پہنچے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ وہاں پھر جبریلؑ نازل ہوئے لیکن حفاظت کی آیت نہ لائے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبریلؑ میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب کریں گے اور علیؑ کے بارے میں میرا قول تسلیم نہ کریں گے۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور مقام غدیر خم تک پہنچے جو جحفہ سے تین میل پہلے ہے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے جبکہ دوپہر ہو چکی تھی اور حکم تاکیدی نہایت سخت اور ساتھ ہی دشمنوں کے شر سے حفاظت کے وعدہ کے ساتھ لائے اور کہا یا رسولؐ اللہ خداوند عظیم و جلیل آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے پیغمبرؐ بزرگ! علیؑ کے بارے میں جو حکم تم پر نازل ہو چکا ہے اس کی تبلیغ کر دو۔ اگر نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی نہ پہنچائی۔ اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ حضرتؐ کے ہمراہیوں کا پہلا قافلہ جحفہ تک پہنچا تھا۔ جبریلؑ نے حضرتؐ سے کہا کہ جو لوگ آگے چلے گئے ہیں ان کو واپس بلا لیجئے اور جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کو آگے نہ جانے دیجئے جب تک کہ علیؑ کو خلافت کے لئے مقرر نہ فرما لیں اور علیؑ کی شان میں جو کچھ خدا نے بھیجا ہے لوگوں تک نہ پہنچا دیں۔ اور اطمینان دلایا کہ خداوند عالم آنحضرتؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ جب آنحضرتؐ کو دشمنوں کے شر سے حفاظت کا وعدہ خدا کی جانب سے پہنچ گیا تو منادی کرائی کہ تمام لوگ آنحضرتؐ کے پاس جمع ہوں اور آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلا لیا اور باقی لوگوں کو روک لیا۔ جبریلؑ نے خدا کی طرف سے حضرتؐ کو بتایا کہ داہنی راہ کی جانب متوجہ ہوں جہاں اب مسجد غدیر ہے۔ وہاں چند خار دار درخت تھے حضورؐ کے حکم سے ان درختوں کے نیچے صفائی کی گئی اور چند پتھروں کو اکٹھا کر کے منبر بنایا گیا تاکہ لوگوں سے خطاب فرما سکیں۔ غرض اس مقام پر سب لوگ جمع ہوئے اور جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے واپس آ گئے۔ آنحضرتؐ اس منبر پر تشریف لے گئے اور

حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ فرمایا کہ حمد اور ہر طرح کی تعریف اس خدا کے لئے ہے جو اپنی یکتائی میں بلند مرتبہ ہے اور اپنی قدرت سے مخلوق سے نزدیک ہے۔ اور اپنی بادشاہی میں سب سے بڑا ہے اور تمام مخلوقات میں اس کی حکمت ظاہر ہے اور اس کا علم تمام چیزوں پر محیط ہے۔ اس نے اپنی قدرت اور اس کے اظہار کے لئے تمام خلق کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے۔ وہ ہمیشہ بلند و بزرگ ہے اور ہمیشہ حمد و ستائش کا مستحق رہے گا۔ بلند آسمانوں کا پیدا کرنے والا زمین پست کو وسیع کرنے والا ہے۔ اس کی جلالت و قدرت اس کے اظہار کے لئے تمام خلق کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے۔ وہ ہمیشہ بلند و بزرگ ہے اور ہمیشہ حمد و ستائش کا مستحق رہے گا۔ بلند آسمانوں کا پیدا کرنے والا زمین پست کا وسیع کرنے والا ہے۔ اس کی جلالت و قدرت اس کے آسمانوں میں ظاہر ہے۔ وہ برائیوں سے بے انتہا مقدس و پاک ہے اور عیبوں سے منزہ و بری ہے۔ فرشتوں اور روحوں کا پروردگار ہے اپنی مخلوق پر فضل کرنے والا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے اس کو جس کو اپنی بارگاہ جلال کے نزدیک مقرب قرار دیتا ہے۔ اور تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے کوئی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ کریم ہے، بردبار ہے، صاحب علم و وقار ہے۔ اس کی رحمت تمام چیزوں کے اوپر ہے اور اپنی نعمت کے ساتھ تمام چیزوں پر احسان کئے ہوئے ہے اپنی عدالت سے بندوں سے انتقام نہیں لیتا بلکہ تفضل کرتا ہے اور عذاب کے مستحقین پر عذاب میں سبقت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے دلوں کے رازوں کا جاننے والا ہے اور ان کے دلوں پر مطلع ہے کوئی پوشیدہ چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور کوئی امر مخفی اس پر مشتبہ نہیں۔ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور سب پر غالب ہے اور ہر چیز سے زبردست ہے اور ہر چیز سے طاقت والا ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا جبکہ کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے جس کو زوال نہیں ہے۔ وہ لوگوں میں عدالت کے ساتھ قائم ہے۔ سوائے اس کے کوئی خدا نہیں۔ وہ جو ارادہ کرتا ہے

Presented by www.ziyaraat.net/

اس پر غالب ہے اس کے تمام کام حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں وہ اس سے بلند تر ہے عقلیں اس کو ادراک کر سکیں اور وہ عقلوں کا ادراک کرنے والا ہے اور وہ امور کے لطائف سے آگاہ ہے اور اشیاء کے دقائق (باریکیوں) سے آگاہ ہے اور امور کی پوشیدہ حقیقت پر مطلع ہے کوئی شخص ازروئے مشاہدہ و معائنہ اس کی مدح نہیں کر سکتا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ آشکارا اور پوشیدہ کیسے ہے مگر جس طرح اس نے خود بتا دیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور نہ کوئی معبود اس کے سوا پرستش کے قابل ہے۔ اس کے آثار قدس و تنزہ سے عالم بھرا ہوا ہے اور ظاہری نور ازل سے ابد تک کو روشن کئے ہوئے ہے۔ وہ خدا وہ ہے جو کسی صاحب رائے کے مشورہ کے بغیر اپنا حکم جاری کرتا ہے۔ تقدیر میں اس کے ساتھ کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں۔ اس کی تدبیروں میں کوئی نقص و فرق نہیں ہوتا۔ جس چیز کو پیدا کیا اس کی صورت بنائی بغیر اس کے کہ کوئی مثال اس کے سامنے ہو اور جو کچھ پیدا کیا بغیر کسی کی مدد کے پیدا کیا تو وہ وجود میں آگئیں۔ وہ تمام چیزوں کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا تو وہ ظاہر ہو گئیں لہٰذا پیدا کرنے والا وہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ اس نے صنعتیں بہت بہتر بنائیں اور بیحد احسانات کئے ہیں۔ وہ ایسا عادل ہے کہ ہرگز ظلم نہیں کرتا۔ اور وہ سب سے کریم ہے کہ تمام امور اسی کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا خدا ہے کہ ہر شے اس کی بلندی کے سامنے پست ہے اور ہر شے اس کی سطوت و ہیبت کے سامنے جھکی ہوئی اور سرنگوں ہے۔ وہ ملکوں کا مالک ہے اور آسمانوں کا بلند کرنے والا ہے اور خلائق کے لئے آفتاب و ماہتاب کا تسخیر کرنے والا ہے کہ ہر وقت مقررہ پر جاری ہوتا ہے۔ وہ پردہ شب کو دن کے چہرہ پر کھینچ دیتا ہے اور دن کی چادر رات کے منہ پر ڈال دیتا ہے ایسی حالت میں کہ دن رات کو طلب کرتا ہے۔ ہر کینہ پرور سرکش کا سر غرور توڑنے والا اور ہر باغی شیطان کا ہلاک کرنے والا ہے۔ اس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں۔

وہ یکتا ہے۔ حاجتوں میں تمام خلق کا مقصود ہے۔ وہ کسی کا باپ نہیں اور نہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے لئے کوئی بیماری نہیں ہے۔ کوئی اس کا ہمسر و مقابل نہیں۔ وہ یکتا معبود اور بڑا پرورش کرنے والا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے عمل میں لاتا ہے جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور تمام چیزوں کا جاننے والا ہے۔ ہر چیز کا احصا کرنے والا ہے۔ وہ مارڈالتا ہے اور مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ وہی فقیر و غنی کرتا ہے وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ وہی ایک دوسرے کو باہم نزدیک و دور کرتا ہے۔ کبھی اپنی بخششیں روک دیتا ہے اور کبھی عطا فرماتا ہے۔ بادشاہی اسی کے لئے مخصوص ہے۔ وہی تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔ ہر طرح کی بھلائی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے بیشک وہی غالب اور بخشنے والا اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے اور بڑی بخششیں کرنے والا ہے۔ نفوس کا احصا کرنے والا اور جن و انس کا پالنے والا ہے۔ کوئی امر اس کے لئے مشکل نہیں۔ اور فریاد کرنے والوں کی آہ زاری اس کو اذیت نہیں پہنچاتی اور گڑگڑانے والوں کی آواز اس کو دل تنگ نہیں کرتی۔ نیکوں کی حفاظت کرنے والا اور نجات پانے والوں کو توفیق دینے والا ہے۔ مومنوں کا آقا اور تمام عالمین کا پروردگار ہے۔ وہ خدا ہی ہے جو اپنی تمام مخلوقات کے نزدیک نعمتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں اور سختی اور امید میں حمد و شکر کا مستحق ہے۔ میں اس پر اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان لایا ہوں اس کا حکم سنتا اور اس کی اطاعت کرتا ہوں اور ہر اس چیز کی طرف سبقت کرتا ہوں جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اس کی فرمانبرداری میں رغبت کی وجہ سے اور اس کی سزا کے خوف سے اس کی قضا کا مطیع ہوں کیونکہ وہ ایسا خدا ہے جس کے عذاب سے بیخوف نہیں رہنا چاہیے اور اس کی ہمسائیگی کی وجہ سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ میں اپنے متعلق اس کا بندہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور اس کی پروردگاری کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ مجھ پر وحی بھیجی ہے تم کو پہنچاتا

Presented by www.ziyaraat.net/

ہوں اس خوف سے کہ اگر وہ نہ پہنچاؤں تو مجھ پر اس کا سخت عذاب نازل ہو گا جس کو کوئی شخص دفع نہیں کر سکتا اگرچہ اس کی عظیم کوشش کرے کیونکہ بجز اس کے کوئی خدا نہیں ہے کیونکہ اس نے مجھے آگاہ کر دیا ہے کہ اگر میں اس کا یہ حکم تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں گا تو اس کا کوئی پیغام ہی نہ پہنچایا ہو گا۔ اور بلاشبہ وہ لوگوں کے شر سے میری حفاظت کا ضامن ہو گیا ہے اور وہی دشمنوں کے شر سے بچانے والا اور اپنے دوستوں پر کرم کرنے والا ہے۔ اس نے مجھ پر یہ وحی بھیجی ہے:۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (آیت ۶۷ پ ۶ سورۃ المائدہ) اے رسولؐ پہنچا دو وہ حکم جو تم پر نازل ہو چکا ہے۔ اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو خدا کی رسالت ہی نہیں ادا کی۔ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اے گروہ مردمان! میں نے ان احکام کے پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی جو مجھ پر نازل کئے گئے تھے۔ اور اب اس آیت کے نازل ہونے کا سبب تم سے بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مجھ پر تین مرتبہ جبریلؑ نازل ہوئے۔ ہر مرتبہ خدا کی جانب سے سلام پہنچایا اور حکم دیا کہ اس مقام پر قیام کروں اور ہر سفید و سیاہ کو آگاہ کر دوں کہ علیؑ بن ابی طالبؑ میرا بھائی، میرا وصی، میرا خلیفہ اور میرے بعد میری امت کا پیشوا ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی قرب و منزلت ویسی ہی ہے جیسے ہارونؑ کی جناب موسیٰؑ کے نزدیک ہے مگر میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہو گا۔ اور وہ خدا و رسولؐ کے بعد تمہارا مولا ہے۔ اور خدا نے اس مطلب کو قرآن کی اس آیت میں واضح کیا ہے:۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۵۵) یعنی تمہارا ولی امر تو بس خدا اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیشک علیؑ نے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی۔ اور ان کے ان تمام افعال میں خدا کی رضا ان کی

غرض تھی اور ان کی نیت خالص تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پھر میں نے جبریلؑ سے سوال کیا کہ وہ جناب مقدس الٰہی سے میرے لئے اس پیغام کی تبلیغ سے معافی چاہیں کیونکہ خدا سے ڈرنے والے کم ہیں اور منافقین زیادہ۔ اور مکاروں کے مکر سے میں واقف ہوں اور اسلام کا مذاق اڑانے والوں کے فریب سے آگاہ ہوں جن کی خداوند عالم نے اپنی کتاب میں خود مذمت فرمائی ہے کہ وہ زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور گمان کرتے ہیں کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ خدا کے نزدیک بہت عظیم ہے اور ان لوگوں نے مجھ کو بہت اذیتیں پہنچائی ہیں یہاں تک کہ میرا نام ہی اذن رکھ دیا ہے اس لئے علیؑ ہمیشہ میرے ساتھ رہتے ہیں اور میں ہر وقت انہی کی طرف متوجہ رہتا ہوں اور ان کی بات سنتا ہوں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ وَمِنْھُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ ھُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (آیت ۶۱ سورۃ توبہ پ ۱۰) منافقوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجسم کان ہے یعنی ہر ایک کی بات سن لیتا ہے اور مان لیتا ہے۔ اے رسولؐ کہہ دو کہ وہ تمہارے لئے بھلائی ہی کا سننے والا ہے۔ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور مومنین کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر چاہوں تو ان منافقوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں ان کی طرف اشارہ کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ اور اگر ان کو پہچنوانا چاہوں تو پہچنوا بھی سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم ان کے معاملات میں مہربانی برتتا ہوں اور ان کو رسوا نہیں کرنا چاہتا۔ اور باوجود ان تمام باتوں کے جو میں نے کیں جانتا ہوں کہ خدا بغیر اس حکم کے تبلیغ کے راضی نہ ہو گا جو مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ پھر حضرتؐ نے دوبارہ اسی آیت بَلِّغْ کی تلاوت فرمائی اور کہا ایھا الناس آگاہ ہو جاؤ کہ خداوند عالم نے تمہارا حاکم علیؑ کو مقرر فرمایا ہے۔ وہ تمہارا ولی اور تمہارے امر کا سب سے زیادہ مستحق ہے تمہارا امام و پیشوا ہے اور خدا نے اس کی اطاعت تمام مہاجرین و انصار پر فرض کی ہے اور اس گروہ و

Presented by www.ziyaraat.net/

جماعت پر جو مہاجرین و انصار کی نیکی میں متابعت کرتے ہیں اور ہر شہر و قریہ میں
بسنے والوں پر اور تمام عرب و عجم والوں پر اور ہر بندہ و آزاد پر اور ہر چھوٹے
اور بڑے پر اور ہر سفید و سیاہ پر اور ہر اس شخص پر جو خدا کی اس کی وحدانیت
کے ساتھ پرستش کرتا ہے۔ خدا کا حکم نافذ ہے اور اس کا ارشاد جاری ہے اور
اس کا فرمان اٹل ہے۔ جو شخص اس کی یعنی علیؑ کی مخالفت کرے گا وہ ملعون ہے
اور جو شخص اس کی متابعت کرے گا اس پر خدا کی رحمت ہے اور جو شخص اس
کی تصدیق کرے گا اور اس کی بات سنے گا اور اطاعت کرے گا خداوند کریم اس
کو بخش دے گا۔ اے گروہ مردمان یہ آخری موقع ہے کہ میں ایسے مجمع میں کھڑا
ہوں لہٰذا میری بات سنو اور اطاعت کرو اور خدا کی حکم کی فرمانبرداری کرو۔
بیشک حق تعالیٰ تمہارے نفسوں کا مالک ہے وہ تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے
بعد اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری جانوں کا مالک ہے اور وہ تمہارے
سامنے کھڑا ہے اور تمہاری مصلحتوں اور بھلائیوں کا قام کرنے والا ہے اور جو کچھ
تمہارے واسطے ضروری ہے وہ تم کو بتلا رہا ہے۔ پھر میرے بعد تمہارا حاکم علیؑ
ہے وہ خدا کے حکم سے تمہارا پیشوا ہے۔ اس کے بعد قیامت تک جس روز کہ
خدا اور رسولؐ سے ملاقات کرو گے، امامت اس کی ذریت میں اس کے فرزندوں
میں ہے۔ جس کو خدا نے حلال کر دیا ہے اس کے سوا کوئی حلال نہیں ہے اور
جس کو خدا نے حرام کر دیا ہے اس کے سوا کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ اس نے مجھ
کو تمام حال و حرام پہنوا دیا ہے اور جو کچھ خدا نے مجھے تعلیم کی تھی میں نے علیؑ
کو ان سب سے آگاہ کر دیا ہے اور ان کو تعلیم دے دی ہے۔ اے گروہ مردمان
کوئی علم نہیں مگر یہ کہ خدا نے مجھ کو تعلیم فرما دی ہے۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے
سکھایا پڑھایا ہے میں نے وہ سب امام المتقین علیؑ بن ابی طالبؑ کی ذات میں احصا
کر دیا اور سب کچھ اس کو تعلیم دے دی ہے۔ وہی امام مبین ہے جس کے بارے
میں خدا نے قرآن میں فرمایا ہے **وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ** (پ ٦٦ سورۃ یٰسین

آیت ۱۲) یعنی ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں گھیر دیا ہے۔ اے گروہ مردم اس سے
منکر مت ہو اور نفرت و تکبر اس کی ولایت قبول کرنے میں نہ کرو۔ حالانکہ وہ حق
کی جانب تمہاری ہدایت کرتا ہے اور حق پر عمل کرتا ہے۔ باطل کو مٹاتا ہے اور
اس سے روکتا ہے۔ اس کو ملامت کرنے والوں کی ملامت راہ خدا سے باز نہیں
رکھتی۔ بیشک وہ اس امت میں پہلا شخص ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان
لایا اور وہی ہے جس نے رسولؐ پر اپنی جان فدا کر دی۔ وہی ہے جو خدا کے
رسولؐ کے ساتھ معبود کی عبادت کرتا تھا، جس وقت کے اس کے سوا مردوں اور
عورتوں میں کوئی عبادت نہیں کرتا تھا۔ اے گروہ مردمان اس کو سب پر تفضیل دو
کیونکہ خدا نے اس کو تفضیل دی ہے اور قبول کرو کیونکہ خدا نے اس کو تمہارا
حاکم مقرر کیا ہے۔ اے گروہ مردمان وہ خدا کی جانب سے تمہارا امامؑ ہے۔ خدا
کسی کی توبہ قبول نہیں کرتا جو اس کی ولایت سے انکار کرتا ہے اور اس کو نہیں
بخشتا۔ اور یہ امر خدا نے اپنے اوپر لازم قرار دیے لیا ہے کہ اس شخص کے بارے
میں ایسا ہی کرے گا۔ جو علیؑ کے بارے میں اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور
اس کو ہمیشہ ہمیشہ عذاب عظیم میں مبتلا رکھے گا کہ کبھی اس کا عذاب ختم نہ ہو گا۔
لہٰذا اس کی مخالفت سے پرہیز کرو کیونکہ اگر اس کی مخالفت کرو گے تو اس آگ کے
ایندھن بن جاؤ گے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جس کو خداوند
عالمین نے کافروں کے واسطے مہیا کیا ہے۔ **ایہا الناس!** خدا کی قسم گزشتہ انبیاءؑ و
مرسلینؑ نے میرے بارے میں بشارت دی تھی اور میں خاتم المرسلینؐ ہوں اور
زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر خدا کی حجت ہوں۔ تو جو شخص شک کرے گا وہ
کافر ہے گزشتہ اہل جاہلیت کے کفر کے مانند اور جس نے میرے ایک بات میں بھی
شک کیا تو اس نے تمام رسالت میں شک کیا اور جو میرے کلام میں شک کرے اس
کی بازگشت جہنم کی طرف ہے۔ اے گروہ مرحمان! خدا نے احسان فرمایا ہے اور مجھ
کو اس فضیلت کے ساتھ بلند مرتبہ قرار دیا ہے اور یہ صرف اس کا فضل و احسان

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے۔ اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے وہی ہر حال میں ابدالا باد تک میری طرف سے حمد کا سزاوار ہے۔ اے گروہ مرثان علیؑ کو تفضیل دو بے شبہ وہ میرے بعد تمام مردوں اور عورتوں سے افضل ہے۔ حق تعالیٰ ہماری برکت سے خلائق کو روزی دیتا ہے اور ان کو مہلک سے نجات بخشتا ہے۔ وہ شخص ملعون و مغضوب ہے جو مری بات مجھ پر رد کرے اگرچہ اس کی طبیعت کے موافق نہ ہو۔ بیشک جبریلؑ نے خداوند عالم کی جانب سے مجھ کو ایسی خبر دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص علیؑ کی دشمنی اختیار کرے گا اور اس کی امامت کا اقرار نہ کرے گا اس پر خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو گا۔ لہٰذا ہر شخص کو ہر آن غور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے واسطے کل قیامت کے روز کے لئے کیا بھیجتا ہے۔ اے لوگو خدا سے ڈرو اس بات سے کہ علیؑ کی مخالفت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دین میں ثابت قدمی کے بعد تمہارے پیروں کو لغزش ہو جائے۔ یقیناً تمہارے اعمال کا خدا نگران ہے۔ اے گروہ مردمان علیؑ جنب اللہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اس کے مخالفین قیامت میں کہیں گے **يَا حَسْرَتِي عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ** (پ ۲۴ سورۃ زمر آیت ۵۶) یعنی ہزار افسوس اس پر کہ ہم نے جنب اللہ کے بارے میں یعنی ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں قصور کیا۔ اے گروہ مردمان قرآن میں غور و فکر کرو اور اس کی آیتوں کو سمجھو اور اس کی محکم آیتوں کی طرف نظر کرو اور اس کے متشابہات کی متابعت مت کرو۔ خدا کی قسم کوئی شخص اس کی ڈرانے والی آیتوں کو اور اس کی تفسیر کو تم پر ظاہر و واضح نہیں کرے گا سوائے اس کے جس کا ہاتھ پکڑ کر میں اونچا کرتا اور جس کے بازوؤں کو بلند کرتا ہوں اور تم سب کے سب اس کو دیکھتے ہو۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ جس کا مولا میں ہوں اس کا مولا یہ علیؑ ہے۔ اور یہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے میرا بھائی میرا وصی۔ اور اس کی مولائیت کا حکم مجھ پر خدا کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ اے گروہ مردم علیؑ اور میری اولاد میں سے پاک و طاہر لوگ ثقل کو چک ہیں جن کو میں تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں اور قرآن ثقل

بزرگ ہے۔ اور ثقل اس چیز کو کہتے ہیں جس کی برداشت لوگوں کے دلوں پر گراں ہو۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی اور ایک دوسرے کے موافق ہے اور آپس سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے حوض کوثر پر وارد ہوں اور میرے اہل بیتؑ خدا کی مخلوق کے درمیان خدا کی امانت ہیں اور اس کی زمین میں حکیم الٰہی ہیں۔ بیشک میں نے رسالت ادا کر دی اور وحی الٰہی کی تبلیغ کر دی اور جو کچھ چاہیے تھا سنا دیا اور جو کچھ مجھ پر نازل ہوا تھا میں نے واضح کر دیا۔ یقیناً میں نے جو کچھ کہا ہے خدا نے فرمایا تھا اور میں نے خدا کی طرف سے پہنچایا ہے۔ بلاشبہ سوائے میرے اس بھائیؑ کے جو پہلو میں کھڑا ہے کوئی امیرالمومنینؑ نہیں ہے۔ میرے بعد سوائے اس کے کسی کو مومنین کی بادشاہی سزاوار نہیں۔ پھر اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے بازو پر رکھا اور ان کو اس قدر بلند کیا کہ ان کے پیر آنحضرتؐ کے زانو مبارک تک پہنچ گئے۔ اور جب منبر پر تشریف لے گئے تھے تو حضرت علیؑ کو طلب فرما کر اپنے سے ایک زینہ نیچے کھڑا کیا تھا۔ غرض حضرتؐ نے پھر فرمایا کہ اے لوگو! یہ علیؑ میرا بھائی میرا وصی اور میرے علوم کا جاننے والا ہے میری امت پر میرا خلیفہ ہے اور کتاب خدا کی تفسیر کرنے میں میرا جانشین ہے اور لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا ہے اور جو کچھ خدا کو پسند ہے اسی پر عمل کرنے والا ہے اور دشمنان خدا سے جنگ کرنے والا ہے اور خدا کی اطاعت کرنے والوں سے دوستی و محبت کرنے والا ہے اور خدا کی معصیت سے روکنے والا ہے۔ یہی رسولؐ خدا کا خلیفہ اور یہی مومنوں کا امیر ہے۔ یہی ہدایت کرنے والا پیشوا ہے، یہی بیعت توڑنے والوں، ظلم و ستم کرنے والوں، اور دین سے خارج ہو جانے والوں کو خدا کے حکم سے قتل کرنے والا ہے۔ خداوند تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے اور لعنت کر اس پر جو اس سے انکار کرے، اور غضب فرما اس پر جو اس کے حق کا منکر ہو۔ خداوندا تو نے مجھ پر ظاہر کیا ہے اور اپنا حکم نازل

Presented by www.ziyaraat.net/

فرمایا ہے کہ امامت تیرے ولی علیؑ کے لئے ہے جس وقت کہ میں لوگوں کے لئے بیان کر رہا ہوں اور امامت کے لئے اس کو مقرر کر دوں اس لئے کہ تو اپنے بندوں پر ان کے دین کو کامل کر دے اور اپنی نعمتیں ان پر تمام کر دے اور ان کے لئے دنیا اسلام کو پسند فرمائے۔ پھر فرمایا:۔ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پ ۳ سورۃ العمران آیت ۸۵) یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ خداوندا میں تجھ ہی کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ اس بارے میں تو نے مجھے حکم دیا تھا میں نے لوگوں کو پہنچا دیا۔ اے لوگو! خداوند عالمین نے علیؑ کی امامت کے ذریعہ سے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تو جو شخص اس کی اور اس کے فرزندوں میں سے اماموں کی اقتدا نہ کرے گا جو قیامت تک عالمین کے اعمال کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے والے ہیں تو حق تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع کر دے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اے گروہ مسلمانان! یہ ہیں علیؑ تمہارے سب سے بڑے مددگار اور میرے نزدیک تمہارے سب سے زیادہ مستحق اور تم میں میرے سب سے زیادہ مقرب اور تم میں میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور میں اور خداوند جلیل دونوں اس سے خوشنود اور راضی ہیں۔ اور کوئی آیت خدا کے پسندیدہ لوگوں کی شان میں نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ اس کے شان میں بھی نازل ہوئی اور خدا نے قرآن میں یا ایھا الذین امنوا کہہ کر خطاب نہیں کیا مگر یہ کہ ابتداء علیؑ سے کی ہے اور مقصود اصلی وہی ہیں۔ اور کوئی آیت اور کوئی وحی قرآن میں نہیں آئی مگر یہ کہ اس کی شان میں۔ اور بہشت کے حقدار ہونے کی گواہی سورۃ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ الخ میں نہیں دی ہے مگر اس کے لئے اور وہ پورا سورہ اس کے سوا کسی کے حق میں نازل نہیں ہوا اور اس سورہ میں اس کے سوا کسی اور کی مدح نہیں کی ہے۔ اے گروہ مسلمانان!

علیؑ دین خدا کے مددگار ہیں اس کے رسولؐ کی حمایت میں جہاد کرنے والے ہیں۔ وہ پاکیزہ کردار، پرہیزگار، ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے ہیں۔ تمہارا پیغمبرؐ بہترین انبیاءؑ اور تمہارا وصیؑ ان پیغمبروں کی تمام وصیوں سے بہتر ہے اور اس کے فرزند بہترین اوصیائے پیغمبران ہیں۔ اے لوگو! ہر پیغمبر کی ذریت اسی کے صلب سے ہوئی لیکن میری ذریت علیؑ کے صلب سے ہے۔ اے لوگو! بے شک شیطان نے آدمؑ کو حسد کے سبب سے بہشت سے نکالا۔ لہٰذا علیؑ پر حسد مت کرو ورنہ تمہارے اعمال حبط (ضائع) ہو جائیں گے۔ اور راہ ایمان سے تمہارے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ بیشک آدمؑ ایک غلطی کے سبب زمین پر بھیج دیئے گئے۔ حالانکہ وہ خدائے جلیل کے برگزیدہ تھے تو پھر حق کی مخالفت میں تمہارا کیا حال ہو گا حالانکہ تم جیسے ہو تم خود جانتے ہو۔ اور تم میں سے کچھ جماعت خدا کی دشمن ہے بیشک علیؑ کو دشمن نہیں رکھتا مگر بدبخت۔ اور دوست نہیں رکھتا مگر پرہیزگار اور ایمان نہیں لاتا علیؑ پر مگر مومن جو اپنا ایمان خدا پر خالص رکھتا ہے۔ خدا کی قسم علیؑ کی شان میں سورۂ عصر نازل ہوا ہے۔ اے گروہ مردم میں نے خدا کو گواہ قرار دیا اور اپنی رسالت تم کو پہنچا دی اور رسولؐ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ اے گروہ مردمان خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور دین اسلام پر مرو۔ اے لوگو! خدا و رسولؐ نور، خدا کی جانب سے مجھ میں جاری ہوا ہے پھر علیؑ بن ابی طالب میں پھر اس کی نسل میں جو برحق آئمہ ہیں قائم مہدی تک وہ علیؑ جو خدا کا حق اور ہمارے حقوق حاصل کرتا ہے اس لئے کہ ہم کو خداوند عالم نے خطاکاروں، دشمنوں، مخالفوں، خیانت کرنے والوں، گنہگاروں، ظالموں اور تمام اہل عالمین پر حجت قرار دیا ہے۔ اے گروہ مردمان! تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں خدا کا رسولؐ ہوں جس طرح مجھ سے پہلے اس کے رسولؐ گزرے ہیں۔ تو اگر میں مرجاؤں یا قتل کر دیا جاؤں تو کیا تم اپنے پیچھے پلٹ جاؤ گے اور مرتد ہو جاؤ گے۔ تو جو شخص دین سے پھر جائے گا تو وہ خدا کا کچھ نقصان نہ کرے گا وہ تو شکر کرنے والوں کو عنقریب اچھا بدلہ دے گا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

سمجھ لو کہ علیؑ صبر و شکر کی صفتوں سے متصف ہے اس کے بعد اس کے فرزند جو اس کی صلب سے ہوں گے ان صفات سے موصوف ہوں گے۔ اے مسلمانو! خدا پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو ورنہ وہ تم پر غضبناک ہو گا اور تم پر عذاب عظیم کا اس کو حق ہو گا۔ بیشک وہ صراط پر کافروں کو بدلا دینے والا ہے۔ اے مسلمانوں کے گروہ میرے بعد چند پیشوا ہوں گے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ لوگو! خدا اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ لوگو! یہ پیشوائے ضلالت اور ان کے پیرو' اطاعت و اتباع کرنے والے جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور غرور کرنے والوں کی کیا بری جگہ ہے۔ بیشک وہ اصحاب صحیفہ ہیں لہٰذا ان کو چاہیے کہ اپنے صحیفہ میں دیکھیں کہ کیا لکھ رکھا ہے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ لوگوں نے نہیں سمجھا کہ صحیفہ سے مراد کیا ہے سوائے چند لوگوں کے جو اس صحیفہ میں شریک تھے۔ صحیفہ سے مراد وہ عہد نامہ تھا جو اسی سفر میں منافقوں نے کعبہ کے سامنے تحریر کیا اور آپس میں عہد کیا تھا کہ علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیں گے۔ غرض آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ بیشک میں خلافت کو اپنی اولاد میں روز قیامت تک کے لئے ایک امانت اور وراثت کے طور پر سپرد کرتا ہوں اور بلاشبہ میں نے میں نے پہنچا دیا جس پر مامور ہوا تھا تاکہ حجت ہو ہر اس شخص پر جو حاضر ہے اور جو غائب ہے اور ان میں سے جو حاضر ہیں ہر ایک پر اور ان میں سے جو نہیں حاضر ہیں ہر ایک پر خواہ وہ پیدا ہو چکے ہیں یا پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ حاضر ہیں ان کو چاہیے کہ غیر حاضر لوگوں کو یہ خبر پہنچا دیں اور اپنے بعد اپنی اولادوں کو قیامت تک آگاہ کرتے رہیں بہت جلد ایسا ہو گا کہ غیر حاضر لوگ میری خلافت غصب کر کے بادشاہی میں تبدیل کر دیں گے خدا غصب کرنے والوں اور ان کی مدد کرنے والوں پر لعنت کرے۔ وہ لوگ اس وقت عقوبت و سزا سے بھرے ہوئے اس خطاب کے مستحق ہوں گے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلَانِ ○ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ○○□۱

(سورۃ رحمٰن آیت ۱۳ و ۳۵ پ ۲۷) اے گروہ مردم خداوند عالم تم کو یونہی نہ چھوڑ دے گا یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے یعنی مومن کو منافق سے۔ اور خداوند عالم کبھی کو غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ جب تک فتنہ نہیں ہوتا' مومن اور منافق کو تم نہیں پہچان سکتے۔ اے گروہ مردمان کوئی قریہ ایسا نہیں جس کے باشندوں کو اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرنے سے نہ ہلاک کیا ہو۔ اس طرح خدا ہلاک کرتا ہے ان شہر والوں کو جو ظالم ہیں جیسا خدا نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ لوگو! یہ علیؑ تمہارا امام اور تمہارا والی امر ہے۔ خدا کے وعدوں کا محل ہے کہ اس نے رجعت اور قیامت میں اس کے لئے وعدہ فرمایا ہے اور خدا اپنے وعدوں کو سچ کر دکھاتا ہے۔ اے لوگو! تم سے پہلے اکثر لوگ دین سے ڈگمگا گئے تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اس طرح آنے والوں کو ہلاک کرے گا۔ اے گروہ مردمان! بیشک خدا نے مجھ کو اپنے امر و نہی سے آگاہ فرمایا اور میں نے علیؑ کو آگاہ کر دیا ہے اور اس نے خدا کی جانب سے اوامر و نواہی کو سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا علیؑ کا حکم سنو تاکہ دنیا اور عقبیٰ کی پریشانیوں سے محفوظ رہو اور اس کی اطاعت کرو تاکہ دین خدا کی طرف ہدایت پاؤ اور اس کی نہی سے باز آؤ تاکہ رشد و صلاح حاصل کرو۔ اور میری اور اس کی طرف اس کی راہ حق سے پلٹ پڑو دوسری راہوں کی طرف پراگندہ مت ہو۔ اے گروہ مردمان میں صراط مستقیم ہوں جس کی اطاعت کرنے کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ غرض میرے بعد علیؑ پھر ان کے فرزند جو ان کے صلب سے ہوں گے امام پیشوا ہیں اور حق کے ساتھ ہدایت کریں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ عدالت کریں گے۔ پھر حضرتؐ نے سورۃ حمد کی آخر تک تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ سورہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اور ان کے سب کو گھیرے ہوئے ہے اور انہی سے مخصوص ہے۔ وہ لوگ خدا کے دوست ہیں۔ ان کے لئے نہ کوئی ہراس ہے نہ خوف ہے اور نہ وہ قیامت میں اندوہناک ہوں گے۔ بیشک یہی لوگ خدا کے گروہ ہیں اور خدا کا گروہ کامیاب

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ دشمنان علیؑ اہل شقاوت ہیں جنہوں نے حق سے تجاوز کیا ہے اور شیطانوں کے بھائی ہیں جو سخن باطل آپس میں ایک دوسرے کے دلوں میں ڈالتے ہیں جس کو انہوں نے ایک دوسرے کو فریب دینے کے لئے آراستہ کیا ہے۔ بیشک دوستان علیؑ اور ان کی ذریت ایسے چند مومن ہیں جن کی توصیف کی جانب خدا نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے:۔ **لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيرَتَهُمْ** (پ ۲۸ سورۃ مجادلہ آیت۲۲) یعنی اس گروہ کو جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے تم اس شخص سے دوستی و محبت کرتے ہوئے نہ پاؤ گے جو خدا اور رسولؐ کا دشمن ہے اگرچہ وہ دشمنان خدا و رسولؐ ان کے باپ دادا یا لڑکے بالوں یا بھائی بند یا کنبے والوں میں سے ہوں۔ بیشک دوستان علیؑ ایسے مومن ہیں جن کی خدا نے اس آیت میں مدح کی ہے:۔ **اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ** (پ۷ سورۃ انعام آیت ۸۲) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کا لباس نہیں پہنایا انہی کے لئے امن و امان ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ بیشک ان ائمہ کے دوست وہ ہیں جو بہشت میں امن و امان کے ساتھ داخل بہشت ہوں گے اور فرشتے ان کو سلام کرتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ خوش آمدید بہشت میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ اس میں رہو۔ بیشک ان کے دوست وہ ہیں جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ وہ بے حساب داخل بہشت ہوں گے اور ان کے دشمن جہنم کے ایندھن ہیں۔ ان کے دشمن وہ ہیں جو جہنم سے صدائے مہیب سنیں گے اور اور اس کا جوش و خروش دیکھیں گے جبکہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا۔ بیشک ان کے دشمن وہ ہیں جن کے حق میں خلاق عالم نے فرمایا ہے کہ جب وہ فوج فوج جہنم میں ڈالے جائیں گے تو خازنان جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا کوئی رسول نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے

بلاشبہ آیا تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے خدا نے کوئی حکم نازل نہیں کیا ہے۔ بیشک ان کے دوست وہ ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان چند امور سے جو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں انہیں کے لئے گناہوں کی معافی ہے اور اجر عظیم ہے۔ اے لوگو! اس پر لعنت کی ہے اور ہمارا دوست وہ ہے جس کی خدا نے مدح کی ہے اور اس کو دوست رکھا ہے۔ اے لوگو! میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ ہدایت کرنے والا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ **اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ** (آیت ۷ سورۃ الرعد ۱۳) بیشک تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔ اے لوگو! میں پیغمبرؐ ہوں اور علیؑ میرا وصی ہے اور بیشک خاتم ائمہ ہمیں میں سے ہے اور وہ قائم بحق مہدیؑ ہے بیشک وہی تمام دینوں پر غالب ہونے والا، اور ظالموں سے انتقام لینے والا، قلعوں کا فتح کرنے والا اور ان کو تباہ کرنے والا ہے۔ وہی مشرکوں کے قبیلہ کا قتل کرنے والا ہے۔ وہی دوستان خدا کے ہر خون کا عوض لینے والا ہے، جن کا عوض نہیں لیا گیا ہے۔ وہی دین خدا کی مدد کرنے والا ہے، وہی ناپیدا کنار، دریائے علوم حق تعالیٰ سے علم حاصل کرنے والا ہے۔ وہی صاحب فضلیت کو اس کی فضیلت کے مطابق اور ہر جاہل کو اس کی جہالت کے لحاظ سے تقسیم کرنے والا ہے وہی خدا کا پسندیدہ اور اس کا برگزیدہ ہے وہی جمیع علوم کا وارث اور ان کا احاطہ کرنے والا ہے وہی اپنے پروردگار کی جانب سے خبر دینے والا ہے وہی صاحب رشد و درست کردار ہے وہی ہے کہ خداوند عالم نے امامت کو اسی پر چھوڑ دیا ہے۔ وہی ہے جس کی خوشخبری گزشتہ لوگوں نے دی ہے۔ وہی ہے جس کی حجت باقی ہے اس کے بعد کوئی حجت نہیں ہے۔ کوئی حق نہیں مگر اس کے ساتھ ہے۔ کوئی نور نہیں مگر اس کے پاس ہے۔ اور یہ وہ ہے جس پر کوئی غالب نہیں ہو گا اور کوئی اس کے مقابلہ میں مدد نہیں پائے گا۔ وہی زمین میں خدا کا ولی ہے اور خلق کے درمیان خدا کا حکم کرنے وصا ہے اور آشکار و پنہاں خدا کا امین ہے۔ اے گروہ مردم میں نے تم سے بیان کر دیا اور تم کو سمجھا دیا۔ اور آئندہ یہ علیؑ

Presented by www.ziyaraat.net/

ہیں جو میرے بعد تم کو سمجھائیں گے۔ اور آگاہ ہو جاؤ کہ اپنا خطبہ ختم کرنے کے بعد تم کو بلاؤں گا کہ بیعت کے لئے اور اس کی امامت کا اقرار کرنے کے لئے ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھو۔ پھر میرے بعد ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھو اور اس کی بیعت کرو اور سمجھو کہ میں نے خدا سے بیعت کی ہے۔ اور علیؑ نے مجھ سے بیعت کی ہے اور میں تم کو خدا کی جانب سے حکم دیتا ہوں کہ علیؑ سے بیعت کرو۔ پھر جو شخص اس بیعت کو توڑے گا وہ اپنا آپ نقصان کرے گا اور جو اس کو پورا کرے گا جو کچھ خدا سے عہد کیا ہے تو اس کو خدا بہت جلد اس کا اجر دے گا۔ **ایہاالناس!** بیشک حج و عمرہ دین کی نشانیاں ہیں۔ لہٰذا اے لوگو خانہ کعبہ کا حج کرتے رہو بیشک کسی گھر کے لوگ حج کو نہیں گئے مگر یہ کہ وہ مستغنی ہو جاتے ہیں اور کسی خاندان نے حج سے روگردانی نہیں کی مگر یہ کہ وہ فقیر و محتاج ہو گیا لوگو! کوئی مومن مرات میں نہیں کھڑا ہوا مگر یہ کہ خدا نے اس روز تک اس کے گناہ معاف کر دیئے۔ اور جب حج سے فارغ ہوا تو اس کے اعمال از سرنو شروع ہوئے۔ اے گروہ مردمان! حاجیوں کی خدا مدد کرتا ہے جو کچھ حج میں صرف کرتے ہیں خدا اس کا عوض دیتا ہے اور وہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اے لوگو! دین کی تکمیل کے ساتھ مسائل کو جانتے ہوئے خانہ کعبہ کا حج کرو اور مشاعر حج اور اس کے موقف سے توبہ و پشیمانی اور گناہوں کے ترک کا عہد کئے بغیر واپس نہ ہو۔ **ایہاالناس!** نماز کو قائم رکھو زکوٰۃ ادا کرتے رہو جیسا کہ خدا نے تم کو حکم دیا ہے کہ اگر زمانہ گزرنے کے سبب تم سے احکام دین کی حفاظت میں تقصیر ہو یا ان احکام کو بھول جاؤ تو علیؑ سے پیدا کیا ہے تم کو آگاہ کریں گے اور وہ تم کو وہ باتیں بتائیں گے جو تم پوچھو گے اور جو کچھ تم نہیں جانتے وہ تم کو سمجھائیں گے۔ بیشک حلال و حرام اس سے زیادہ ہیں جن کو بیک وقت ایک جلسہ میں میں تم کو بتا سکوں اور پہنچوا سکوں اور سارے حلال امور کا حکم دے دوں اور سرے حرام امور سے منع کر دوں۔ لہٰذا میں اس وقت مامور ہوا ہوں کہ تم سے بیعت لوں کہ تم قبول کرو جو کچھ میں علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں خدا کی جانب سے لایا ہوں کہ وہ امیرالمومنینؑ ہیں

اور اس کے بعد وہ ائمہ جو مجھ سے اور علیؑ سے پیدا ہوں گے قیامت تک خلق کے امام ہیں اور ان کا قائم انہی میں سے ہو گا جو حق کے ساتھ حکم کرے گا۔ اے لوگو! ہر حلال جس سے میں نے تم کو آگاہ کر دیا ہے اور ہر حرام جس کی تم کو ممانعت کر دی ہے میں ان سب سے برگشتہ نہیں ہوا ہوں اور نہ ان میں کچھ تغیر و تبدیل کیا ہے۔ لہٰذا ان کو یاد کرو اور ان کو حفظ کرو

اور آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہو اور ان میں ادل بدل مت کرنا۔ اور نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور نیکیوں کا حکم اور برائیوں کی ممانعت کرتے رہو۔ اور جان لو کہ تمہارے اعمال کا سرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے لہٰذا جو باتیں تم سے بیان کی ہیں ان کو بھی ان سے آگاہ کرتے رہو جو اس مقام پر حاضر نہیں ہیں اور میرے کلام کو دوسروں تک پہنچا دو کیونکہ جو کچھ میں نے کہا ہے اپنے اور تمہارے پروردگار کے حکم سے کہا ہے اور امر معروف اور نہی منکر نہیں ہوتا مگر امام معصوم کے ساتھ اے لوگو! قرآن تم کو پہچنواتا اور دلالت کرتا ہے کہ علیؑ کے بعد ائمہ اس کے فرزندوں میں سے ہوں گے اور میں نے تم سے بیان کر دیا ہے کہ وہ مجھ سے اور علیؑ سے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کے تذکرہ میں فرمایا ہے:- **وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ** (پ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۲۸) یعنی خدا نے خلافت کو کلمہ باقیہ قرار دیا ہے جو ان کے بعد ہے۔ لہٰذا اس آیت سے ظاہر ہوا کہ خلافت ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ کینسل میں رہے گی اور ذریت امیرالمومنینؑ ابراہیمؑ کی نسل سے ہے (اور ممکن ہے کہ تاویل قرآنی کے مطابق عقبہ کی ضمیر حضرت امیرالمومنینؑ کی طرف راجع ہو) غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم بیان کر دیا کہ ہرگز گمرہ نہ ہو گے جب قرآن اور ان سے متمسک رہو گے۔ اے لوگو! خدا کی مخالفت اور اس کے عذاب سے ڈرو اور قیامت کے ہوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ خدا خد نے فرمایا ہے کہ :- **اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ** (پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۱) لہٰذا موت، حساب روز قیامت، ترازوئے اعمال اور خدا کے سامنے بندوں کا حساب کیا جانا اور

Presented by www.ziyaraat.net/

ثواب و عذاب الٰہی کو یاد رکھو۔ تو جو شخص قیامت کے روز نیکی لے کر آئے گ
اس کو ثواب (میں باغ فردوس) ملے گا اور جو شخص گناہوں کا بوجھ لے کر آئے گا
اس کو بہشت نصیب نہ ہو گی۔ دوسری حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ گناہ سے مراد
امیرؑ المومنین کی عدوات ہے۔ اے لوگو! تمہاری تعداد اتنی زیادہ ہے کہ تم سب
کا میرے ہاتھ پر بیعت کرنا دشوار ہے۔ لہٰذا خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم سب کی
زبانوں سے اقرار لے لوں جو تم نے اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے۔ لہٰذا خدا
نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم سب کی زبانوں سے اقرار لے لوں جو تم نے اپنے اوپر
لازم قرار دے لیا ہے اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں تم سے عہد و پیمان لے
لوں کہ وہؑ مومنین کے بادشاہ ہیں اور وہ ائمہ بھی جو ان کے بعد ہوں گے جو مجھ
سے اور اس سے ہوں گے جو مجھ سے اور اس سے ہوں گے جیسا کہ میں نے آگاہ
کر دیا کہ میری امت اسی کے صلب سے ہو گی۔ لہٰذا تم سے کے سب اقرار کرو کہ
ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور راضی ہیں اور تابع ہیں ان باتوں کے جو
آپ نے علیؑ بن ابن طالبؑ اور ان کے فرزندوں میں سے پیدا ہونے والے ائمہ
کے بارے میں ہمارے اور اپنے پروردگار کی جانب سے فرمایا اور کہو کہ ہم آپ
سے اس بارے میں اپنے دلوں، اپنی جانوں، اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں سے
بیعت کرتے ہیں اور اسی اعتقاد پر زندہ رہیں گے اور مریں گے اور اور قیامت کے
روز اٹھیں گے۔ اس میں مطلق تغیر و تبدل نہ کریں گے اور قطعی شک و شبہ نہ
رکھیں گے اور اپنے اس عہد سے برگشتہ نہ ہوں گے نہ کبھی اپنے اس پیمان کو
توڑیں گے اور آپ نے جو کچھ ہم کو علیؑ کی امامت کے بارے میں نصیحت کی ہے
اور ان کے بعد کے اماموں کے بارے میں جن کا ذکر کیا ہے کہ وہ آپ کے اور
علیؑ کے فرزندوں میں سے ہوں گے جن میں کے پہلے حسنؑ و حسینؑ ہیں اور ان
کے بعد وہ جو حسینؑ کی ذریت میں سے ہوں گے جن کو خدا نے امامت کے لئے
منتخب کیا ہے۔ اور کہو کہ ہم نے خدا کی، آپ کی، علیؑ کی اور علیؑ کی ذریت سے
اماموں کی دل و جان اور زبان اور اپنے ہاتھوں کی بیعت سے اطاعت کی جن کے

بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ عہد اور پیمان محکم امیرؑ المومنین اور ان ے بعد کے
ائمہ کے بارے میں لیا گیا ہے جو کچھ ہم نے کہا اس کے علاوہ کوئی تبدیلی نہ چاہیں
گے اور اپنے دلوں میں کوئی بات ایسی نہیں پاتے ہیں کہ اس اعتقاد سے برگشتہ
ہوں۔ اس پر ہم خدا کو گواہ کرتے ہیں اور گواہی کے لئے وہی کافی ہے اور یا
رسول اللہ آپ بھی ہماری اس بیعت پر گواہ ہیں اور ہر اس شخص کو گواہ کرتے
ہیں ان میں سے جو یہاں ظاہر ہیں اور وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے اور خدا کے
فرشتوں کو جو یہاں پنہاں ہیں اور خدا کے لشکر اور اس کے بندوں کو گواہ کرتے
ہیں اور خدا ہر گواہ سے بہت بڑا ہے۔ اے لوگو! کیا کہتے ہو بیشک خدائے تعالیٰ ہر
آواز کو سنتا ہے اور ہر متنفس کے پوشیدہ راز کو جانتا ہے۔ لہٰذا جو شخص کہ ہدایت
حاصل کرتا ہے اور اپنے لئے کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا ضرر خود
اسی کو پہنچتا ہے۔ جس نے علیؑ سے بیعت کی اس نے خدا کی خدا کی رحمت کا ہاتھ
ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ لوگو! خدا سے ڈرو اور مومنوں کے امیر علیؑ سے
بیعت کرو اور حسنؑ و حسینؑ سے اور ان کے بعد ائمہ سے جو قیامت تک کلمہ پائے
ہوئے ہیں۔ خدا اس کو ہلاک کرے جو مکر کرے اور اس پر رحم فرمائے جو اپنے
عہد کو پورا کرے۔ جو شخص بیعت توڑے گا اس کو خود نقصان پہنچے گا اور جو شخص
بیعت پر قائم رہے گا تو وہ اجر عظیم حق سبحانہ و تعالیٰ سے پائے گا۔ اے گروہ
مردمان! جو کچھ میں نے کہا اس کا اقرار کرو اور امارت اور مومنوں کی بادشاہی پر
علیؑ کو سلام کرو اور کہو کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اے ہمارے پروردگار ہم
تجھ سے آمرزش طلب کرتے ہیں اور ہماری بازگشت تیری ہی طرف ہے اور کہو کہ
ہر طرح کی تعریف خدا ہی کیلئے ہے جس نے ہماری ہدایت کی اور اگر خدا ہدایت نہ
کرتا تو ہم کو ہدایت نہ ملتی۔ اے لوگو! علیؑ کے فضائل خدا کے نزدیک محفوظ و
پوشیدہ ہیں اور جو کچھ خدا نے ان کے لئے قرآن میں فرمایا ہے اس سے زیادہ ہیں
کہ میں ان سب کا بیک وقت ایک مجلس میں احصا کر سکوں۔ لہٰذا جو شخص تم کو علیؑ
کے فضائل سے خبر دے اور تم کو ان فضائل کو پہنچائے تو اس کی تصدیق کرو۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ایھاالناس! جو اطاعت کرے گا خدا اور اس کے رسولؐ اور علیؑ کی اور ان کے بعد ان کی ذریت سے اماموں کی تو اس نے بہترین نجات حاصل کی۔ اے گروہ مردمان بہشت اور اس کے درجات علیہ کی طرف سبقت کرنے والے وہ لوگ وہ ہیں جو جنات نعیم میں خدا کی عظیم رحمت سے فائز ہونے والے ہیں۔ لوگو! زبان سے وہ بات کہو جو خدا کو تم سے راضی کرے اگر تم اور روئے زمین کے تمام لوگ کافر ہو جائیں تو خدا کا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا خداوندا تو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخش دے جو ایمان لائیں! ان باتوں پر جو میں نے ادا کیں اور جن کا میں نے حکم دیا اور غضب کر کافر مردوں اور کافر عورتوں پر جو ان کا انکار کریں جو میں نے کہا ہے اور ان کو ہلاک کر۔ **والحمدللہ رب العالمین**

حضرتؐ نے یہ خطبہ ختم کیا تو تمام صحابہ نے آوازیں بلند کیں اور کہنے لگے کہ ہم نے سنا اور جس کا خدا و رسولؐ نے ہم کو حکم دیا ہے ہم نے اپنی جانوں، دلوں، زبانوں اور ہاتھوں بلکہ تمام اعضا سے اطاعت کی اور سب کے سب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین کے پاس جمع ہوئے اور سب نے مصافحہ کیا اور مبیعت کی۔ اور سب سے پہلے جس نے جناب رسولؐ خدا سے امیرؑ المومنین کی ولایت پر بیعت کی وہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ ان کے بعد ابوعبیدہ جراح پھر ابوسالم خزیعہ کے غلام پھر سعید بن عاص نے بیعت کی۔ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے خلاف رسول عہد و پیمان کر کے صحیفہ لکھا تھا۔ اور ممکن ہے عثمان بھی انہی میں سے ہوں۔ پھر ان لوگوں کے بعد تمام مہاجرین و انصار اور باقی اور سب لوگوں نے اپنے رتبہ و درجہ کے لحاظ سے بیعت کی۔ اس روز بیعت میں تمام دن گزر گیا یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آگیا اور آنحضرتؐ نے نماز مغرب و عشاہیکے بعد دیگرے ادا فرمائی، پھر بیعت لینا شروع کی اور تین روز تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ جتنے لوگ موجود تھے سب نے بیعت کی۔ اور ہر گروہ جبکہ بیعت کر لیتا تھا جناب سرورؐ عالم فرماتے تھے میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے ہم کو تمام عالمین پر فضیلت دی۔ اسی سبب سے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور

بیعت کرنا خلفاؑ کے درمیان سنت قرار پایا یہاں تک کہ جو لوگ خلافت کا حق نہیں رکھتے تھے اور جن لوگوں نے غصب خلافت کی وہ بھی اس طرح لوگوں سے بیعت لیتے تھے

حیات القلوب جلد ۲ ص ۸۲۰ سطر ۱۲ پر جناب مجلسی تحریر فرماتے ہیں

کتاب ارشاد القلوب میں مذکور ہے کہ ایک انصاری حذیفہ بن الیمان کی وفات کے وقت مدائن میں ان کے پاس آیا اور غاصبان خلافت اور اس امت سے پلٹ جانے والوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حذیفہ نے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ خلاق عالم کی جانب سے حج پر مامور ہوئے مدینہ کے اطراف اور تمام شہروں، قریوں اور وادیوں میں حضرتؐ نے مناوی کرنے والوں کو بھیجا کہ لوگوں کو حج کے لئے طلب کریں۔ جب ہر طرف کے لوگ جمع ہوگئے تو آنحضرت ﷺ سب کو ہمراہ لے کر حج کو روانہ ہوئے، اور ان کو مناسک حج کی تعلیم دی اور جب اعمال حج سے فارغ ہوئے جبرئیلؑ نازل ہوئے اور سورۃ عنکبوت کی ابتدائی آیتیں لائے اور کہا یا رسول اللہ پڑھئے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ الٓمّٓ ○ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○** (سورہ عنکبوت آیت ۱ تا ۴ پ ۲۰) کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ اتنا کہنے سے کہ "ہم ایمان لائے" چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا۔ بیشک ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر چکے تو خدا ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر دے گا جو اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی ضرور ظاہر کر دے گا۔ آیا وہ لوگ سمجھتے ہیں جو برے کام کرتے ہیں کہ ہم چھوٹ جائیں گے اور ہم انکو بد اعمالیوں کا بدلہ دینے سے عاجز ہو جائیں گے، یہ لوگ کیسا برا حکم کرتے ہیں۔" جناب رسول خدا ﷺ نے پوچھا کہ اے جبریلؑ یہ فتنہ کیسا ہے۔ جبریلؑ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کو حکم دیا جس وقت کہ اس کی وفات کا وقت آیا کہ اپنی امت میں اس کو خلیفہ مقرر کرے جو اس کا قائم مقام ہونے کا اہل ہو اور اس کی سنتوں اور احکام کو اس کی امت میں زندہ رکھے۔ تو جو لوگ خدا کے رسولؐ کی اس امر میں اطاعت کریں جو وہ اللہ کو حکم دے تو وہی لوگ اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہیں جیسا کہ خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کریں وہ جھوٹے ہیں۔ یا رسول اللہؐ

Presented by www.ziyaraat.net/

بیشک آپ کا وقت اپنے پروردگار اور بہشت میں جانے کا قریب آگیا ہے اور خدا آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ آپ اپنے بعد اپنی امت میں علیؑ بن ابی طالبؑ کو مقرر کیجئے اور ان کو احکام دین کی وصیت کیجئے وہ آپ کے خلیفہ ہیں جو رعایا اور آپ کی امت کے معاملات میں آپ کے قائم مقام ہیں خواہ وہ لوگ اطاعت کریں یا نافرمانی جیسا کہ کریں گے یہ ہے وہ فتنہ جس سے اس امت کا امتحان لیا جائے گا۔ اور حق تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ علیؑ کو وہ سب کچھ تعلیم دے دیں جو خدا نے آپ کو تعلیم دی ہے اور ان سے تمام امور کے خواستگار ہوں جن کی حفاظت کا خدا آپ سے خواستگار ہوا ہے۔ اور ان کو اپنی تمام امانتیں سپرد کر دیجئے کیونکہ وہ امین مومن ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ میں نے تم کو اپنے بندوں میں برگزیدہ کیا تاکہ تم میرے رسولؐ ہو اور میں نے علیؑ کو برگزیدہ کیا تاکہ وہ تمہارا وصی ہو۔ یہ پیغام سن کر جناب رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو طلب کیا اور ایک رات اور ایک دن ان کو خلوت میں ان تمام علوم و حکمت کی تعلیم فرمائی جو حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سپرد فرمایا تھا اور اس بارے میں جو کچھ وحی جبریلؑ لائے تھے سب ان حضرتؐ سے بیان فرمایا اور یہ عائشہ کی باری کا دن تھا تو عائشہ نے کہا علیؑ کے ساتھ آپ کی خلوت بڑی طولانی ہو رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ عائشہ نے کہا آپ کیوں میری جانب سے منہ پھیرتے اور مجھ کو خبر نہیں دیتے۔ شاید اس میں میری بھی کچھ بھلائی ہو۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا کہ اس میں بہتری اس کے لئے ہے جس کو خدا سعادت مند بنائے اور اس کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اس پر ایمان لائے۔ اور میں اس پر مامور ہوا ہوں کہ تمام لوگوں کو اس کی طرف بلاؤں جبکہ اس کی تعمیل کرنے کھڑا ہوں گا۔ اس وقت اے عائشہ تم بھی مطلع ہو جاؤگی۔ عائشہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت آپ کیوں نہیں بتاتے تاکہ سب سے پہلے میں ہی اس پر عمل کروں اور اس کو اختیار کروں جس میں میری بھلائی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو آگاہ کئے دیتا ہوں بشرطیکہ تم اس کی حفاظت کرو اور پوشیدہ رکھو جب تک کہ میں لوگوں کو آگاہ نہ کروں۔ اگر تم اس کو افشانہ کروگی تو خدا تم کو دنیا و آخرت کے نقصان سے محفوظ رکھے گا اور تمہیں خدا اور رسول ﷺ پر ایمان کی طرف سبقت اور عجلت کی فضیلت حاصل ہوگی ور اگر تم نے اس کو ضائع کیا اور اس کی رعایت کو ترک کیا جو میں بتاتا ہوں تو تم کافر ہو جاؤگی اور تمہارے ثوابات ضبط و برباد ہو جائیں گے اور تم سے خدا و رسول ﷺ بیزار و الگ ہو جائیں گے اور تم بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگی۔ اور تمہارے عمل سے خدا و رسول کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

یہ سن کر وہ ضامن ہوئیں کہ اس راز کی حفاظت کریں گی اور ان کو افشانہ کریں گی۔ اور اس پر ایمان لائیں گی اور اس کی رعایت کریں گی۔ تب سرور کائنات ﷺ نے ان سے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے خبر دی ہے کہ میری عمر آخر ہو رہی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ علیؑ کو لوگوں کے درمیان علم اور نشان قرار دوں اور ان کا امام پیشوا بناؤں اور ان کو اپنا خلیفہ مقرر کروں جس طرح کہ پیغمبران گزشتہ نے اپنے اوصیاء کو خلیفہ بنایا اور میں اپنے پروردگار کے حکم کا مطیع ہوں اور اس کے فرمانے پر عمل کرتا ہوں۔ لہٰذا تم کو اے عائشہ چاہئے کہ اس راز کو اپنے دل میں اس وقت تک پوشیدہ رکھو جب تک کہ خدا مجھ کو اس کے ظاہر کرنے کا حکم نہ دے۔ یہ سن کر عائشہ نے تمام باتوں کا اقرر کیا اور خدا نے آنحضرت ﷺ کو ہر اس خیانت سے جو عائشہ و حفصہ اور ان کے باپوں نے اس بارے میں کیا آگاہ فرما دیا۔ غرض عائشہ نے فوراً اس راز کو حفصہ سے کہہ دیا اور پھر ان دونوں نے اپنے اپنے والدوں سے بیان کیا۔ پھر ان دونوں صاحبان نے مجتمع ہو کر جماعت طلقا او منافقوں کو اس راز سے آگاہ کیا تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ محمد ﷺ خلافت کے بارے میں چاہتے ہیں کہ قیصر و کسریٰ کے طور و طریقہ پر عمل کریں تاکہ خلافت علیؑ کو مل جائے گی۔ بیشک محمد ﷺ تمہارے ساتھ ظاہر داری بھی کرتے ہیں، اور علیؑ تو وہی عمل کریں گے جو تم سے برتاؤ دیکھیں گے۔ لہٰذا خوب غور کرو اور اپنے بارے میں اس کے متعلق خوب سوچو اور پہلے ہی جو کچھ تمہاری رائے ہو طے کر لو۔ غرض ان لوگوں نے اس کے متعلق بہت سی باتوں اور بہت سی تدبیروں پر غور کیا یہاں تک کہ اس بات پر اتفاق کیا کہ آنحضرت ﷺ کے ناقہ کو ہر گھاٹی پر بھڑکا دیں تاکہ آنحضرت ﷺ کو گرا دے اور حضرتؐ ہلاک ہو جائیں۔ اور اس سے پہلے غزوہ تبوک میں اس قرار داد پر عمل بھی کیا مگر خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو ان کے شر سے بچا لیا۔ پھر برابر منافقین جمع ہو کر کوشش کرتے رہے۔ کہ آنحضرت کے دشمنوں سے منافقین قریش اور وہ لوگ جو تلوار کے خوف سے اسلام لائے تھے اور منافقان انصار اور مدینہ کے وہ لوگ جو دل میں طے کئے ہوئے تھے کہ مرتد ہو جائیں گے اور دین سے پلٹ جائیں گے، متفق ہوئے اور آپس میں سب نے عہد و پیمان کیا اور قسم کھائی کہ آنحضرتؐ کے ناقہ کو گھاٹی پر بھڑکا دیں گے۔ وہ چودہ اشخاص تھے۔ اور حضور ﷺ کا ارادہ تھا کہ جب مدینہ واپس آئیں گے تو امیر المومنینؑ کو امامت کے لئے مقرر فرما دینگے اسی لئے حضرتؐ نے عجلت کے ساتھ دو شبانہ روز مسلسل سفر کیا۔ تیسرے روز جبریلؑ سورۃ حجر کی آخری آیتیں لے کر آئے کہ

وَلَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

Presented by www.ziyaraat.net/

اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ (سورۃ الحجر آیت ۹۳ تا ۹۵) یعنی بے شک ہم ان سے سوال کرینگے ان تمام باتوں کے متعلق جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ لہٰذا اے رسول تم ان پر ظاہر کردو اس امر کو جس پر تم مامور ہوئے ہو او مشرکوں سے روگردانی کرو بیشک ہم تم کو ان کے شر سے بچا لیں گے جو مذاق اڑانے والے ہیں۔" یہ حکم سن کر حضرت ﷺ نے عجلت کے ساتھ کوچ کیا اور تیزی سے روانہ ہوئے تاکہ جلد مدینہ پہنچ جائیں اور علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کردیں۔ تو شب چہارم آخری رات کو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔ **یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ** ○ (پ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۶۷) حذیفہ نے کہا کافروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ غرض جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ تم دیکھو تو میں تو تیزی کے ساتھ مدینہ جا رہا ہوں تاکہ وہاں پہنچ کر حاضر و غائب ہر ایک پر ولایت علیؑ فرض قرار دوں۔ جبرئیلؑ نے کہا حق تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ کل علیؑ کی ولایت لوگوں پر فرض کردو جبکہ قیام کرنا۔ حضرتؐ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا انشاء اللہ کل ایسا ہی کروں گا۔ پھر حضرت ﷺ نے حکم دیا تو لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور غدیر خم تک پہنچے۔ اور وہاں قیام فرمایا اور لوگوں کے ساتھ حضرتؐ نے نماز پڑھی اور حکم دیا تو لوگ حضرتؐ کے پاس جمع ہوئے اور امیرالمومنینؑ کو طلب فرمایا اور ان کا بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ کر بلند کیا اور بلند آواز سے ان حضرتؐ کی ولایت کا علان کیا اور آپؑ کی اطاعت ہر ایک پر واجب قرار دی اور لوگوں کو حکم دیا کہ میرے بعد ان سے روگردانی نہ کریں اور انکو بتلایا جو کچھ کہتا ہوں خدا کے حکم سے ہے۔ اور فرمایا کیا میں مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ اولیٰ اور حقدار نہیں ہوں۔ لوگوں نے کہا ضرور ہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے۔ **اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ وَ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ** (خداوندا دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن رکھ اس کو جو رکھے دشمن علیؑ کو اور مدد کر اس کی جو مدد کرے علیؑ کی اور ذلیل کر اس کو جو ذلیل کرے علیؑ کو) پھر لوگوں کو حکم دیا کہ ان حضرتؐ سے بیعت کریں تو سب نے بیعت کی اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ابو بکر و عمر بیعت سے قبل جحفہ چلے گئے تھے۔ جناب رسول خدا نے ان کو واپس بلوایا۔ جب وہ آئے تو حضرت علیؑ نے ترشرو ہو کر فرمایا اے ابو قحافہ کے بیٹے اور

اے عمر، علیؑ سے بیعت کرو کیونکہ وہ میرے بعد والی امر امامت ہے۔ ان دونوں حضرات نے کہا کیا یہ حکم خدا اور رسولؐ کی جانب سے ہے فرمایا ہاں۔ بیعت کرو۔ تو ان دونوں نے بیعت کی۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور باقی اس تمام دن اور رات چلتے رہے یہاں تک کہ عقبہ ہرشے کے نزدیک پہنچے۔ وہ دونوں پہلے وہاں پہنچ چکے تھے اور اپنے ساتھ ٹین کے ڈبے لئے ہوئے تھے جن میں سنگریزے بھر رکھے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا ﷺ عقبہ کے قریب پہنچے مجھ کو اور عمار یاسر کو طلب فرمایا اور عمار کو حکم دیا کہ ناقہ کا سر پکڑے رہیں اور کھینچتے چلیں اور مجھ سے فرمایا کہ پیچھے رہوں یہاں تک کہ اسی طرح ہم عقبہ کے اوپر نیچے اور وہ دونوں ہمارے پیچھے (انہوں نے) ڈبوں کو حضرتؐ کے ناقہ کے پیروں میں پھینک دیا جس سے ناقہ ڈرا اور نزدیک تھا کہ بھاگے اور حضرتؐ نے اس کو گویا کیا اور اس نے عربی فصیح زبان میں عرض کی یا رسول اللہ خدا کی قسم اب اپنے ہاتھوں اور پیروں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ دوں گا جب تک کہ آپ میری پشت پر ہیں۔ پھر وہ دونوں ناقہ کے قریب آئے تاکہ اس کو گرا دیں تو میں اور عمار دونوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ان کی طرف دوڑے رات بہت تاریک تھی وہ دونوں بھاگ گئے اور اپنی تدبیر سے نا امید ہوگئے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ تھے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ایسی حرکت کی۔ حضرتؐ نے فرمایا اے حذیفہ یہ دنیا و آخرت میں منافقین ہیں۔ میں نے کہا آپ کچھ لوگوں کو کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ ان کا سر کاٹ لائیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان سے متعرض نہ ہوں کہ لوگ کہیں کہ اپنی قوم کے لوگوں کو اور اپنے ساتھیوں کو دعوت اسلام دی ان لوگوں نے قبول کیا اور انہی کی اعانت سے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی اور جب دشمن پر غالب ہوگئے تو انہی لوگوں کو مار ڈالا اے حذیفہ ان کو چھوڑ دو کہ خداوند عالم قیامت کے روز ان کو اس کا بدلا دے گا اس نے تھوڑی سی مہلت ان کو دنیا میں دے دی ہے پھر عذاب عظیم کی طرف ان کو دھکیل دے گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ منافقین کون ہیں آیا مہاجرین میں سے ہیں یا انصار میں سے؟ تو حضرتؐ نے ایک ایک کا نام لیا یہاں تک کہ ہر ایک کا نام لے کر بتلایا اور ان میں ایک جماعت کا نام لیا جن کے متعلق میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ان میں شامل ہوں گے اس سبب سے یہ خاموش ہوگیا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے حذیفہ شائد تم کو ان میں سے بعض کے متعلق شک ہوا جن کے نام میں نے گنائے ہیں؟ سر اٹھا کر دیکھو۔ میں نے ان کی طرف نگاہ کی اور وہ سب عقبہ کے اوپر کھڑے تھے ناگاہ ایک برق چمکی

Presented by www.ziyaraat.net/

جس نے ہمارے تمام اطراف کو روشن کر دیا اور اتنی دیر ٹھہری کہ میں نے گمان کیا کہ آفتاب طالع ہوگیا ہے۔ اس روشنی میں میں نے اس جماعت کے ایک ایک شخص کو پہچان لیا۔ اور انہی سب کو پایا جن کا نام حضرتؐ نے بتلایا تھا۔ وہ چودہ اشخاص تھے نو آدمی قریش میں سے اور پانچ دوسرے تمام لوگوں میں سے تھے۔ ان روایت کے راوی انصاری نے کہا اے حذیفہ خدا تم پر رحمت کرے مجھے ان کے نام بھی بتاؤ۔ حذیفہ نے کہا خدا کہ قسم وہ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، عبد الرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح، معاویہ بن ابی سفیان عمرو بن العاص۔ یہ لوگ قریش میں سے تھے اور وہ دوسرے پانچ ابو موسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ، اوس بن حادثان، ابو ہریرہ، اور ابو طلحہ انصاری تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ جب ہم عقبہ سے نیچے آئے تو صبح نمودار ہو چکی تھی۔ حضرتؐ ناقہ سے نیچے اترے اور وضو کرکے اپنے اصحاب کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ وہ منافقین عقبہ سے نیچے اتر رہے تھے اور لوگوں میں شامل ہو کر حضرتؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے۔ حضرتؐ نماز صبح سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ابوبکر، عمر، اور ابو عبیدہ بن الجراح ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشی کر رہے ہیں۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ منادی کردو کہ تین اشخاص ایک جگہ جمع نہ ہوں کہ پوشیدہ طور پر راز میں باتیں کریں۔ پھر حضرتؐ وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب دوسری منزل پر پہنچے حذیفہ کے غلام سالم نے ابوبکر و عمرو ابوعبیدہ کو ایک جگہ اکٹھا دیکھا جو باہم سر گوشی کر رہے تھے۔ وہ ان کے پاس گیا اور کہا کہ کیا رسول خداؐ نے منع نہیں کیا ہے کہ تین اشخاص یکجا ہو کر راز کی باتیں کریں۔ خدا کی قسم اگر مجھے اس راز سے آگاہ نہ کرو گے جو آپس میں کہہ رہے تھے تو ضرور رسول خداؐ سے جا کر تمہاری شکایت کروں گا۔ ابو بکر نے کہا کہ اے سالم میں تجھ سے خدا کے ساتھ عہد و پیمان لیتا ہوں کہ اگر یہ راز ہم تجھ کو بتا دیں تو تو بھی اگر چاہے تو ہمارے اس معاملہ میں شامل ہو جا جس کے لئے ہم لوگ اکٹھے ہوئے ہیں، اور ہمارا ہم خیال و مدد گار ہو جا اور اگر تم نہ چاہو تو پوشیدہ رکھنا اور ہمارے راز کو محمدؐ سے نہ کہہ دینا۔ سالم نے مان لیا اور ان سے عہد و پیمان کئے کیونکہ وہ ان سے زیادہ امیر المومنینؑ سے کینہ و عداوت رکھتا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ سالم ایسا ہی ہے اس لئے اس سے بیان کیا کہ ہم لوگ جمع ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے عہد کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ محمدؐ نے جو کچھ ولایت علیؑ کے بارے میں کہا ہے ہم اس کو نہ مانیں گے اور اطاعت نہیں کریں گے۔ سالم نے کہا کہ سب سے پہلے جو شخص عہدو پیمان کرتا ہے اور اس بارے میں اقرار کرتا اور تمہاری مخالفت نہیں کرتا وہ میں

ہوں۔ خدا کی قسم کسی خاندان کو بنی ہاشم سے زیادہ اور بنی ہاشم میں کسی شخص کو علیؑ سے زیادہ دشمن نہیں رکھتا ہوں لہٰذا اس امر میں جو تمہاری رائے ہو اس پر عمل کرو۔ میں بھی تمہارا معین و مددگار ہوں۔ غرض اسی وقت ان لوگوں نے آپس میں عہد کیا اور اس امر پر قسمیں کھائیں اور وہاں سے متفرق ہوگئے۔ جب آنحضرتؐ نے کوچ کا حکم دیا تو یہ لوگ حضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا آج آپس میں تم نے کیا راز کی باتیں کیں حالانکہ میں نے تم کو راز کی باتیں کرنے سے منع کیا تھا۔ وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آج تو ہم سے کسی کی ملاقات ہی نہیں ہوئی سوائے اس وقت کے جبکہ ہم آپ کی خدمت میں آکھڑے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ان کو تعجب سے دیکھا اور فرمایا تم زیادہ جاننے والے ہو یا خدا۔ اور کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو گواہی کو جانتے ہوئے خدا سے چھپاتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے غافل نہیں ہے۔ پھر حضرت ﷺ روانہ ہو کر مدینہ پہنچے پھر وہ منافقین جمع ہوئے اور ایک عہد نامہ تحریر کیا اور جو کچھ عہدوپیمان کیا تھا اس میں درج کیا اور سب سے پہلی بات جو اس صحیفہ میں لکھی امیرالمومنین علیہ السلام کی بیعت کا توڑنا تھا۔ اور یہ کہ اس امر کا تعلق ابوبکر، عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح اور سالم سے ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں ہے اور منافقوں میں چونتیس افراد اس پر گواہ ہوئے جن میں چودہ اشخاص اہل عقبہ تھے بقیہ دوسرے منافقین تھے۔ پھر اس عہد نامہ کو ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کیا اور اس کو اس کا امین قرار دیا۔ پھر اس انصاری نے حذیفہ سے کہا کہ وہ منافقین جو ابوبکر، عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح تھے وہ تو اس سبب سے راضی ہوگئے کہ وہ قریش سے تھے لیکن سالم کو کس لئے اس میں داخل کرلیا حالانکہ نہ وہ قریش سے تھا، نہ مہاجرین سے تھا، نہ انصار سے بلکہ انصار کی ایک عورت کا آزاد کیا ہوا غلام تھا۔ حذیفہ نے کہا ان منافقوں کے حسد کے سبب سے غرض یہ تھی کہ خلافت حضرت علی علیہ السلام کو ملنے نہ پائے۔ اور علی علیہ السلام سے ان کی عداوت اس سبب سے تھی کہ حضرتؐ نے راہ خدا میں ان کے کافر عزیزوں کو مارا تھا اور ان کی ضربتوں سے ان کے جگر زخمی تھے جیسا کہ قریش کے تھے۔ اور یہ کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہؐ کا خاص عزیز سمجھتے تھے۔ اور ان سے ان مقتولین کا عوض لینا چاہتے تھے جن کو جناب رسول خدا ﷺ کی نصرت میں جناب علی علیہ السلام اور دوسروں نے قتل کیا تھا۔ چونکہ سالم کو بھی اس امر میں متفق سمجھتے تھے اس لئے اس کو بھی اس عہد نامہ میں شامل کرلیا۔ انصاری نے کہا کہ چاہتا ہوں کہ اس عہد نامہ کا مضمون بھی مجھے بیان کر

Presented by www.ziyaraat.net/

دیجئے۔ حذیفہ نے کہا کہ اس کا مضمون اسماء بنت عمیس نے مجھ کر بتلایا ہے جو اس وقت ابوبکر کی زوجہ تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ جماعت ابوبکر کے مکان میں جمع ہوئی اور سب اس بارے میں مشورہ اور سازش کر رہے تھے اور میں سن رہی تھی اور ان کی منحوس تدبیریں سمجھ رہی تھی یہاں تک کہ ان کی رائے اس پر قرار پائی تو ان لوگوں نے سعید بن العاص اموی کو حکم دیا۔ اس نے اس عہد نامہ کو فاسدہ رائے کے مطابق تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ اس پر مہاجرین و انصار میں سے اشرف و روسائے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ نے اتفاق کیا ہے جن کی مدح خدا نے اپنی کتاب میں اپنے پیغمبرؐ کی زبانی کی ہے اس کے بعد جبکہ خوب فکر اور آپس میں مشورہ کر لیا ہے تو اس عہد نامہ کو اسلام اور اہل اسلام پر قیامت تک شفقت و محبت کے سبب سے لکھا ہے تاکہ ان لوگوں کے بعد جو مسلمان پیدا ہوں وہ ان کی پیروی کریں۔ اما بعد! خداوند عالمین نے اپنے کرم و نعمت سے محمدؐ کو اپنے دین کی رسالت کے ساتھ جس کو اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا تھا تمام لوگوں کی جانب مبعوث فرمایا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت ادا فرمائی اور جو کچھ خدا نے ان کو حکم دیا تھا اس کی تبلیغ کی اور ہم پر واجب قرار دیا کہ ہم ان تمام امور پر قائم و برقرار رہیں یہاں تک کہ ہمارے لئے دین کو کامل کیا اور فرائض کو واجب کیا اور سنتوں کو محکم کیا۔ پھر خدا نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دنیائے فانی کی منزلوں پر عقبیٰ کے درجات عالیہ کو اختیار فرمایا اور ان کی روح کو اپنی طرف گرامی رکھتے ہوئے بلا لیا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا بغیر اس کے کہ انہوں نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا ہو بلکہ خلافت کا معاملہ امت پر چھوڑ دیا تاکہ جس کی رائے اور خیرخواہی پر اعتماد ہو امت اس کو اپنا خلیفہ بنا لے بے شک مسلمانوں کو لازم ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاسی کریں جیسا کہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ . وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ** (آیت ۲۱' پارہ ۲۱ سورہ احزاب) یعنی تمہارے لئے رسول اللہؐ کی ذات میں عمل کا بہترین نمونہ ہے مگر اس کے لئے جو خدا اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو۔ بے شک رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تاکہ یہ خلافت ایک ہی خاندان میں نہ رہے کہ ان میں میراث کے طور پر ہو جائے اور تمام مسلمان اس سے محروم رہیں اور ان کے دولتمند لوگ اس کو دست بدست پھراتے رہیں تاکہ کوئی خلافت کا دعویٰ کرنے والا نہ کہے کہ یہ امر خلافت میرے فرزندوں میں قیامت تک محدود رہے گا۔ ایک

خلیفہ کے مرنے کے بعد مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے صاحبان رائے و صلاح جمع ہو کر اپنے امور میں مشورہ کریں اور جس کو خلافت کا مستحق پائیں اس کو خلیفہ بنایا اور مقرر کیا ہے اور اس کی خلافت پر نص کیا ہے تو اس کا دعویٰ باطل ہے اور اس کا بیان حقیقت کے خلاف ہے جس کو اصحاب رسولؐ جانتے ہیں اور اس نے اس طرح مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کی ہے اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ خلافت تمام لوگوں میں صرف ایک شخص کے لائق اور اسی کی ذات میں منحصر ہے اور دوسروں کے لئے سزاوار نہیں ہے کیونکہ رسول کی جانشینی ہے تو وہ جھوٹ بکتا ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اس میں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ رسولؐ کی قرابت کی وجہ سے میں خلافت و امامت کا مستحق ہوں اور خلافت اس کے لئے ہے اور اس کے بعد اس کے فرزندوں کے لئے ہے جیسے کہ ہر فرزند اپنے باپ کی میراث ہر زمانہ میں پاتا ہے اور ان کے علاوہ کسی کے لائق نہیں ہے اور سزاوار نہیں ہے کہ ان کے سوا کسی کے لئے ہو۔ یونہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے حق تعالیٰ کی میراث میں پہنچے یہاں تک کہ تمام خلق فنا ہو جائے۔ لہٰذا ایسی باتیں کہنے والے کے لئے خلافت نہیں اور نہ اس کے فرزندوں کے لئے اگرچہ اس کا نسب پیغمبرؐ سے قریب ہو کیونکہ خداوند عالمین کہتا ہے کہ اور اس کے حکم کا قبول کرنا سب پر لازم ہے کیونکہ **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ** (پ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۱۳) تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بلند و صاحب مرتبہ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اور رسول خدا نے فرمایا کہ مسلمانوں کی امان وہ ہے جو ان کے پست ترین لوگوں کی امان میں کوشش کرے اور سب کے سب ایک ہاتھ کے مانند ہیں اس کے لئے جو غیر ہے۔ یعنی چاہئے کہ سب ایک دوسرے کی مدد کریں اور اپنے دشمنوں کے دفعیہ پر سب متفق رہیں تو جو شخص خدا اور اس کی کتاب پر ایمان لاتا ہے اور سنت رسولؐ کا اقرار کرتا ہے تو وہ راہ مستقیم پر ہے اور حق کی جانب اس کا رجوع ہے اور اس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے اور جو شخص مسلمانوں کے کردار سے اور ان کے خلیفہ مقرر کرنے سے کراہت کرتا ہے تو اس نے حق اور کتاب خدا کی مخالفت کی اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو گیا لہٰذا اس کو قتل کر دو کیونکہ اس کا قتل کر دینا امت کی بھلائی کا سبب ہے بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کی طرف آئے جس وقت کہ وہ لوگ جمع ہوئے ہوں او وہ ان کو پراگندہ کرے تو اس کو قتل کر دو اور جو امت کی رائے سے الگ

Presented by www.ziyaraat.net/

ہو جائے اس کو قتل کر دو وہ کوئی ہو بلاشبہ اجتماع رحمت ہے اور پراگندہ ہو کر رہنا عذاب کا سبب ہے اور میری امت کبھی ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ بیشک تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے لئے ایک ہاتھ کی مانند ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج نہیں ہوتا مگر وہ جو ان سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اور ان سے کینہ رکھتا ہے اور ان کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں کا مددگار ہو۔ تو ایسے شخص کا خون خدا اور رسولؐ نے مباح کر دیا ہے اور اس کا قتل کرنا حلال فرما دیا ہے۔ اس عہد نامہ کو سعید بن عاص نے ایک گروہ کے اتفاق سے ماہ محرم ۱۰ھ میں لکھا جن کے نام اس صحیفہ کے آخر میں لکھے ہیں **والحمد للّٰہ رب العلمین وصلے اللّٰہ علی سیدنا محمد و آلہ۔**

اس روایت میں اجتماع کی تائید اور افتراق کی مذمت کی گئی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اجتماع ہمیشہ حق پر ہوتا ہے کبھی باطل پر بھی ہو سکتا ہے جیسے نمرود کے ماننے والوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے اور ابوجہل اینڈ کمپنی نے شب ہجرت حضور ﷺ کو شہید کرنے پر اجماع کیا تھا۔ ویسے بھی یہ عہد نامہ منافقوں کا تھا

اس کے بعد اس صحیفہ کو ابو عبیدہ کو دیا پھر کعبہ میں بھیج کر مدفن کرادیا جو عمر بن الخطاب کے زمانہ خلافت تک مدفون رہا' اور انہوں نے وہاں سے نکالا۔ اور جب عمر ہلاک ہوئے اور امیر المومنینؑ ان کے جنازہ پر آئے تو فرمایا کہ میں آرزو رکھتا ہوں کہ اس مرد کے اس صحیفہ کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں جو موت کی نیند سو رہا ہے اور جس کے سر اور چہرے پر چادر ڈال دی گئی ہے۔

غرض اس عہد نامہ کی تحریر سے فارغ ہو کر وہ لوگ ابوبکر کے گھر سے نکلے۔ جناب رسولؐ خدا نے نماز صبح ادا فرمائی اور تعقیبات میں مشغول تھے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا تو حضرتؐ نے ابو عبیدہ کی جانب رخ کر کے اعتراض کے طور پر فرمایا کیا کہنا ہے تمہارا کون ہے تمہاری مثل۔ اب تو تم امین امت ہو۔ پھر حضرتؐ نے اس آیہ کو پڑھا **فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ** (آیت ۷۹ سورۃ بقرہ پ ۱) یعنی وائے ہو ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اس کو تھوڑی سی دنیوی قیمت پر فروخت کریں لہٰذا ان کے لئے اس کے عوض عذاب الٰہی ہے جو کچھ وہ لکھتے

ہیں اور جو کچھ کمائی کرتے ہیں۔" پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اس جماعت کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو لوگوں سے معافی مانگتے ہیں اور خدا سے مغفرت چاہتے ہیں حالانکہ خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی باتوں میں وقت گزارتے ہیں جن کو خدا پسند نہیں کرتا اور خدا تو ان کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے اور خوب جانتا ہے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اس امت میں بھی کچھ لوگوں نے جاہلیت اور کفر کے زمانہ کے طریقہ پر صحیفہ لکھا ہے اور کعبہ میں رکھ دیا ہے۔ اور خدا ان کو مہلت دیتا ہے تاکہ ان کا اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آنے والے ہیں امتحان لے اور خبیث طیب سے جدا کر دے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ خدا نے ان سے متعرض ہونے کو چند مصلحتوں اور حکمتوں کے سبب سے جو ان کو مہلت دینے میں ہیں مجھے منع کیا ہے تو یقیناً" ان سب کی گردنیں مار دیتا۔ حذیفہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے ان منافقین کو دیکھا جس وقت کہ آنحضرت ﷺ ان کے بارے میں یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ ان کے بدن کانپنے لگے اور ان کا حال ایسا متغیر ہوا کہ ان کی خیانت تمام حاضرین پر ظاہر ہوگئی اور سب نے سمجھ لیا کہ حضرتؐ کے اعتراضات ان ہی لوگوں پر تھے اور مثالیں انہی لوگوں پر بیان کیں اور قرآنی آیتیں انہیں کی تنبیہہ کے لئے پڑھی تھیں۔ پھر حذیفہ نے کہا کہ جب آنحضرتؐ نے اس سفر سے مراجعت فرمائی اور ام سلمہ کے مکان میں قیام فرمایا اور ایک مہینہ تک وہیں مقیم رہے اور کسی دوسری بی بی کے گھر نہیں تشریف لے گئے جیسا کہ حضرتؐ کا معمول تھا' تو اس حال کی عائشہ و حفصہ نے اپنے باپ سے شکایت کی' ان ـــــ لوگوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایسا کیوں کر رہے ہیں اور اس کا کیا سبب ہے پھر عائشہ و حفصہ سے کہا کہ تم لوگ جاؤ اور ان حضرتؐ سے نرمی کے ساتھ باتیں کرو اور اپنی محبت ظاہر کرو اور ان کو گرویدہ رکھو۔ اگر ایسا کروگی تو چونکہ وہ صاحب شرم و حیا ہیں ممکن ہے ان حلیوں کے سبب جو کچھ ان کے دل میں ہے ظاہر کر دیں اور ان کو اپنے اوپر مہربان بنا لو۔ یہ سن کر عائشہ تنہا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئیں آنحضور ﷺ ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے امیر المومنینؑ بھی آپؐ کے پاس موجود تھے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا اے حمیرا کس غرض سے آئی ہو عائشہ نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ کا میرے غریب خانہ پر اس مرتبہ تشریف نہ لانا میرے لئے بہت شاق ہے میں آپؐ کی ناراضی سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اگر تم اپنے اس قول میں سچی ہوتی تو میرے راز کو جو میں نے تم سے ظاہر کر دیا تھا افشا نہ کرتیں حالانکہ میں نے بڑی تاکید کر دی تھی کہ ظاہر نہ کرنا۔ مگر تم یقیناً"

Presented by www.ziyaraat.net/

خود بھی ہلاک ہوئیں اور ایک گروہ کو بھی ہلاک کر دیا۔ پھر حضرتؐ نے ام سلمہؓ کی کنیز کو بلایا اور فرمایا کہ میری سب بیویوں کو بلا لاؤ۔ جب وہ سب خانہ ام سلمہؓ میں جمع ہو گئیں حضرتؐ نے ان سے فرمایا جو کچھ میں تم سب سے کہتا ہوں غور سے سنو۔ پھر حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ میرا بھائی اور وصی اور وارث ہے اور میرے بعد تمہارے اور میری تمام امت کے معاملات دینی و دنیوی کی نگرانی کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ جو حکم دے اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی مت کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گی۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا ان عورتوں کی میں تم سے سفارش کرتا ہوں کہ ان کی نگرانی رکھنا اور جب تک یہ تمہاری مطیع رہیں ان کے اخراجات ان کو دیتے رہنا اور ان کو اپنے اطاعت کا حکم دیتے رہنا اور ان کی جن باتوں سے تم کو شک گزرے ان سے روکتے رہنا اور منع کرتے رہنا۔ اگر نا فرمانی کریں تو ان کو میری زوجیت سے آزاد کر دینا اور طلاق دے دینا۔ جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ عورتیں ہیں ان کا کام سستی اور رائے کی کمزوری ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جب تک نرمی سے اصلاح ممکن ہو نرمی کرنا پھر بھی ان میں سے جو تمہاری نا فرمانی کرے تو اس کو طلاق دے دینا ایسی طلاق جس سے خدا اور رسولؐ راضی ہوں۔ یہ سن کر تمام بیویاں ساکت ہو گئیں اور ایک لفظ نہ بولیں مگر عائشہ نے کہا یا رسولؐ اللہ ہم ہرگز ایسی نہیں کہ آپ کسی بات کا حکم دیں اور ہم اس کے خلاف کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے حمیرا ایسا نہیں بلکہ تو نے مخالفت کی اور بد ترین مخالفت۔ خدا کی قسم یہی بات جو ابھی میں نے تجھ سے کہی ہے تو اس کی بھی مخالفت کرے گی۔ اور علیؑ کی میرے بعد نا فرمانی کرے گی' اور علانیہ اور ظاہر بظاہر گھر سے نکلے گی جہاں میں تجھے بٹھا کر جاؤں گا۔ اور کئی ہزار اشخاص تیرے گرد ہوں گے اور تو علیؑ سے سرکشی کرے گی اور اپنے پروردگار کی گنہگار ہوگی اور جس راہ سے کہ تو جائے گی حواب کے کتے سر راہ تجھ پر بھونکیں گے اور یہ وہ امر ہے کہ ضرور واقع ہوگا۔ پھر سب بیویوں کو رخصت فرمایا اور وہ اپنے اپنے گھروں میں واپس چلی گئیں۔ پھر حضرتؐ نے ان منافقین کی جماعت کو طلب کیا جو اہل صحیفہ و عقبہ تھے مع طلقا و منافقین کے جنہوں نے ان کی موافقت کی تھی اور وہ چار ہزار اشخاص تھے اور اسامہ بن زید کو ان کا سردار بنا کر ان کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا! ابھی تو ہم آپ کے ساتھ اس سفر سے واپس آئے ہیں اور از سر نو سامان سفر درست کرنا پڑے گا۔ لہٰذا ہم کو چند روز مدینہ میں قیام کی اجازت دیجئے تاکہ اسباب سفر مہیا کریں۔ حضرتؐ نے ان کو اجازت دی اور جن چیزوں کی ان کو ضرورت تھی عطا فرمایا۔ اور اسامہ

بن زید کو حکم دیا کہ وہ ان کو مدینہ سے باہر لے کر جائے اور ایک فرسخ دور جا کر قیام کرے۔ اسامہ نے مدینہ سے باہر اس مقام پر قیام کیا جہاں حضرتؐ نے حکم دیا تھا اور انتظار کرنے لگے منافقین اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر ان کے پاس جمع ہوتے۔ اسامہ بن زید اور ان کے ساتھ اس جماعت کو بھیجنے سے آنحضرت ﷺ کی غرض یہ تھی کہ مدینہ ان سے خالی ہو جائے اور منافقوں میں سے کوئی مدینہ میں نہ رہ جائے۔ اور حضرتؐ نے ان کے سفر میں بڑا اہتمام فرمایا اور ان کو ترغیب دیتے رہے۔ ناگاہ حضرتؐ علیل ہو گئے اور اسی مرض میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ جب منافقوں نے حضرتؐ کی علالت مشاہدہ کی اسامہ کے ساتھ جانے میں لیت و لعل کرنے لگے یہ معلوم کر کے حضرت ﷺ نے قیس بن سعدؓ کو جو ہمیشہ حضرت ﷺ کے لشکر کے لئے لوگوں کو جمع کرنے والے تھے اور جناب خبابؓ نے قیس بن منذر کو انصار کی ایک جماعت کے ساتھ حکم دیا کہ ان لوگوں کو سختی کے ساتھ اسامہ کے لشکر تک پہنچائیں۔ تو قیس اور خباب نے ان کو مدینہ سے باہر نکالا اور اسامہ کے لشکر میں پہنچا دیا۔ اور اسامہ سے کہا جناب رسولؐ خدا نے تم کو حکم دیا ہے کہ اب ذرا بھی توقف نہ کرو اور فوراً کوچ کرو اور روانہ ہو جاؤ لہٰذا ابھی سامان بار کرو اور کوچ کرو تاکہ حضرت ﷺ جان لیں کہ تم روانہ ہو گئے ہو۔ یہ سن کر اسامہ نے اسی وقت کوچ کیا۔ اور قیس و خباب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں واپس آئے اور بیان کیا کہ وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ لیکن حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قیس و خباب کے واپس آنے کے بعد ابوبکر و عمر اور عبیدہ اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے اسامہ سے کہا کہ کہاں جاتے ہو اور مدینہ کو خالی کئے دیتے ہو حالانکہ ہم کو اس وقت سے زیادہ کسی وقت مدینہ میں رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسامہ اور انکے ہمراہیوں نے پوچھا کہ تمہاری اس گفتگو کا راز کیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ کا وقت وفات قریب ہے اور خدا کی قسم اگر ہم اس وقت مدینہ کو خالی چھوڑیں گے تو کچھ امور واقع ہو جائیں گے

Presented by www.ziyaraat.net/

پھر جس کی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا ہم مدینہ میں رہ کر انتظار کریں گے کہ دیکھیں حضرت کا معاملہ (مرض) کس حد تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد اس سفر پر روانہ ہو سکیں گے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ پلٹ آئے۔ اسامہ اور اس کے ہمراہیوں نے اسی مقام پر قیام کیا اور آنحضرت کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ قاصد پوشیدہ طور پر عائشہ کے پاس آیا اور حضرت کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابوبکر و عمر اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ہیں جا کر بتا دو کہ حضرت کا حال بھیجتی رہوں گی۔ غرض آنحضرت کا مرض شدید ہوا۔ ادھر عائشہ نے صہیب کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ حضرت کا حال اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ امید زیست نہیں لہٰذا تم عمر اور ابو عبیدہ اور جس کو مناسب سمجھو اپنے ساتھ لے کر جلد سے جلد مدینہ میں پہنچ جاؤ اور رات کو پوشیدہ طور سے داخل ہونا۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو ملی صہیب کا ہاتھ پکڑ کر اسامہ کے پاس گئے اور آنحضرت کی شدت مرض کی خبر بیان کی اور کہا ہمارے لئے کیونکر جائز ہے کہ ایسی حالت میں رسول خدا کی زیارت سے انحراف کریں اور ان سے اجازت طلب کی۔ اسامہ نے اجازت تو دے دی لیکن یہ تاکید کر دی کہ پوشیدہ طور پر جاؤ۔ اگر حضرت خیروعافیت سے ہوں تو اپنے لشکر میں واپس آجاؤ۔ اور اگر آنحضرت کی وفات ہو گئی ہو تو ہم کو اطلاع دینا تاکہ ہم بھی لوگوں کے ساتھ آجائیں۔ ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ جراح رات کے وقت داخل مدینہ ہو گئے آنحضرت کا مرض بہت شدید ہوتا گیا تھا۔ کچھ افاقہ ہوا تو حضرت نے فرمایا آج رات شر عظیم ہمارے مدینہ میں داخل ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا۔ فرمایا کہ وہ جماعت جو لشکر اسامہ کے ساتھ تھی ان میں سے بعض واپس آگئے ہیں اور میرے حکم کی مخالفت کی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں خدا کے نزدیک ان سے بیزار ہوں۔ پھر برابر یہی کہتے رہے کہ لشکر اسامہ کو روانہ کرو اور ان لوگوں کو اس کے ہمراہ بھیجو۔ خدا اسپر لعنت کرے جو لشکر اسامہ سے روگردانی کرے۔ اور یہ جملہ کئی بار فرمایا۔ اور حضور کے موذن بلال جب ظہر کی اذان دیتے تو اگر حضرت سے تکلیف و دشواری کے ساتھ بھی ممکن ہوتا تو باہر جا کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے۔ اور اگر باہر جانے کی طاقت نہ ہوتی تو حضرت علی بن ابی

طالب کو حکم دیتے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے۔ اور اگر باہر جانے کی طاقت نہ ہوتی تو حضرت علی بن ابی طالب کو حکم دیتے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں۔ جناب امیر اور فضل بن عباس اس حال میں حضرت سے جدا نہ ہوتے تھے اور برابر حضرت کی خدمت میں رہتے تھے۔ اس روز جس رات کو وہ منافقین مدینہ میں داخل ہوئے بلال نے اذان دی اور حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئے تاکہ معمول کے مطابق نماز کے لئے حضرت کو اطلاع دیں۔ چونکہ آنحضرت کا مرض شدید ہو چکا تھا بلال کو حضرت کے آنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور ان کو حضرت کے پاس بھی جانے نہ دیا۔ ادھر عائشہ نے صہیب کو اپنے پدر ابوبکر کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ آنحضرت کا مرض نہایت شدت پر ہے اور حضرت نماز کے لئے نہیں جاسکتے اور علی حضرت کی تیمار داری میں مشغول ہیں آپ جا کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں۔ کیونکہ یہ موقع آپ کے لئے نہایت بہتر ہے اور یہ نماز بعد میں آپ کے کام آئے گی۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تھے اور حسب معمول انتظار کر رہے تھے کہ آنحضرت یا حضرت علی آئیں تو نماز پڑھائیں ناگاہ ابوبکر داخل مسجد ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ کا مرض شدید ہے اور مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر اصحاب رسول میں سے ایک صاحب نے ان سے کہا کہ یہ پیغام تم کو کب ملا حالانکہ تم لشکر اسامہ میں تھے۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ حضرت نے تمہارے پاس کسی کو بھیجا ہو اور تم کو نماز پڑھانے کے لئے حکم دیا ہو۔ یہ سنکر بلال نے لوگوں سے کہا کہ صبر کرو میں رسول اللہ سے اجازت لے آؤں۔ یہ کہہ کر نہایت تیزی سے حضرت کے در اقدس پر آئے اور دروازہ کو بہت کھٹکھٹایا جا رہا ہے۔ فضل بن عباس باہر نکلے اور دروازہ کھولا دیکھا کہ بلال ہیں۔ پوچھا کس کام کے لئے دروازہ پیٹ رہے ہو"؟ بلال نے کہا ابوبکر مسجد میں آئے ہیں اور رسول خدا کی جگہ پر کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت نے مجھ کو بھیجا ہے تاکہ ان کی جگہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاؤں۔ فضل نے تعجب سے کہا کہ شاید ابوبکر اسامہ کے لشکر کے ساتھ نہیں ہیں خدا کی قسم یہ وہی شر عظیم ہے جس کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ رات شر عظیم مدینہ میں داخل ہوا ہے۔ غرض فضل بلال کو آنحضرت کی خدمت

Presented by www.ziyaraat.net/

میں لائے۔ بلال نے تمام روئیداد ابوبکر کی حضرت سے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا مجھے اٹھاو اور مسجد میں لے چلو۔ اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اسلام پر بلائے عظیم نازل ہو گئی۔ پھر حضرت باہر نکلے اس طرح کہ سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ جناب امیر کے کاندھے پر اور دوسرا فضل کے کاندھے پر رکھے ہوئے تھے۔ پائے اقدس زمین پر گھسیٹتے ہوئے نہایت تکلیف سے مسجد میں داخل ہوئے۔ ابوبکر آنحضرت کی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے اور ان کے گرد عمر' ابوعبیدہ' سالم اور صہیب اور کچھ لوگ جو ان کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے تھے جمع تھے۔ اکثر لوگوں نے ان کی اقتدا نہیں کی تھی۔ اور بلال کی خبر کا انتظار کر رہے تھے کہ حضرت کو دیکھا کہ باوجود مرض کی شدت اور ضعف اور نا توانی کے مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ لوگوں کو یہ امر بہت عظیم معلوم ہوا۔ جناب رسول خدا محراب کے قریب تشریف لے گئے اور ابو بکر کو کھینچ کر الگ کیا تو ابو بکر اور ان کے دوسرے ہمراہی جو ان سے متفق تھے پیچھے جا کر لوگوں کے درمیان پوشیدہ ہو گئے اور لوگوں نے حضرت کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ حضرت نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ چونکہ حضرت نہایت کمزور تھے' آپ کی تکبیر کی آواز لوگوں تک نہیں پہنچتی تھی' بلال حضور کی تکبیر لوگوں تک پہنچا رہے تھے یہاں تک کہ نماز ختم ہوئی تو حضرت نے پیچھے رخ کیا اور ابو بکر کو نہیں دیکھا تو فرمایا کہ لوگو ابو قحافہ کے بیٹے اور اس کے ساتھیوں پر کیا تعجب نہیں کرتے ہو کہ میں نے ان سبکو لشکر اسامہ کے ساتھ بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس طرف جائیں جس طرف میں نے ان کو بھیجا ہے۔ ان لوگوں نے میرے حکم سے سرتابی کی اور فتنہ و فساد کرنے مدینہ واپس آگئے ہیں اور خداوند عالم نے ان کو فتنہ میں ڈال دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھ کو منبر پر بٹھاو۔ لوگوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑکر منبر پر بٹھایا۔ حضرت پہلے زینہ پر بیٹھے اور خدا کی حمد و ثنا بجا لائے اور فرمایا ایہاالناس بلا شبہ میرے پاس وہ چیز خدا کی جانب سے آئی ہے جس کی تم کو پابندی کرنا چاہیئے۔ بیشک میں نے تم کو راہ راست روشن پر چھوڑا ہے اور اس کو تمہارے واسطے ایسا واضح کر دیا ہے کہ اس کی راتیں دن کے مانند روشن ہیں۔ لہٰذا میرے بعد اختلاف نہ کرنا جس طرح بنی اسرائیل نے کہا۔ ایہاالناس میں

نے تم پر کوئی چیز حلال نہیں کی مگر وہی جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہی جس کو قرآن نے حرام کیا ہے۔ یقیناً میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک اس سے متمسک رہو گے اور ان سے ہاتھ نہ اٹھاو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے وہ دونوں خدا کی کتاب اور میری عترت ہے جو میرے اہلبیت ہیں اور یہ دونوں تمہارے درمیان میرے خلیفہ ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں پھر وہاں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان کی رعایت کیسی کی بیشک اس روز چند اشخاص کو میرے حوض سے دور کریں گے اور دفع کریں گے جس طرح لوگ اونٹوں کو پانی پلاتے وقت اجنبی اونٹوں کو حوض سے بھگا دیتے ہیں۔ اس وقت ان میں سے کچھ لوگ کہیں گے کہ میں فلاں اور میں فلاں ہوں۔ تو میں ان کے جواب میں کہوں گا کہ میں تم کو جانتا اور پہچانتا ہوں۔ تمہارے لئے خدا کی رحمت سے دوری اور عذاب الٰہی سے نزدیکی ہو۔ یہ فرما کر حضرت منبر سے نیچے آئے اور اپنے حجرہ مقدسہ میں واپس تشریف لے گئے اور ابو بکر مدینہ میں پوشیدہ تھے اور باہر نکلتے نہ تھے یہاں تک کہ جناب رسول خدا نے رحلت فرمائی اور انصار نے حقوق اہلبیت رسالت سے انکار اور ان کے حق کو جو خدا نے ان کے لئے مقرر فرمایا تھا غصب کرنے کے ارادہ کے سلسلہ میں کیا جو کچھ کیا اور یہی سبب ہوا کہ دوسرے منافقین نے خلافت غصب کر لی غرض رسول خدا کے ایک خلیفہ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا اور دوسرے کے ساتھ جو کتاب خدا تھی تحریف کی اور تغیر و تبدل کیا اور جس طرح چاہا الٹ پلٹ کر دیا۔ اس روایت کے راوی انصاری سے حذیفہ نے کہا اے انصاری اس امر عظیم میں جو میں نے تم سے بیان کیا عبرت و نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کی خدا ہدایت کرنا چاہے۔ انصاری نے کہا مجھے اس دوسری جماعت کے لوگوں کے نام بتائیے جو صحیفہ کی تحریر میں شریک و متفق تھے اور اس پر اپنی گواہیاں ثبت کی تھیں۔ حذیفہ نے کہا وہ ابوسفیان' عکرمہ بن ابو جہل' صفوان بن امیہ بن خلف' سعید بن العاص خالد بن ولید' عیاش بن ابی ربیعہ' بشیر بن سعید' سہل بن عمر' حکیم بن حزام' صہیب بن سنان' ابواعور اسلمی' مطیع بن اسود بدیر اور کچھ اور لوگ

Presented by www.ziyaraat.net/

تھے جنکی تعداد اور نام بھول گیا ہوں۔ پھر اس جوان انصاری نے کہا اے حذیفہ اصحاب رسول میں اس گروہ کی کیسی قدر منزلت تھی کہ ان کے سبب سے تمام صحابہ دین سے پھر گئے۔ حذیفہ نے کہا یہ لوگ قبیلوں کے سردار اور ان کے بزرگ تھے اور اس جماعت کے ہر فرد کی تابع عظیم مخلوق تھی کہ لوگ ان کی باتیں سنتے اور اطاعت کرتے تھے اور ان کے خبیث دلوں کی گہرائیوں میں ابو بکر میں محبت جاگزین تھی جس طرح بنی اسرائیل کے دلوں میں بچھڑے اور سامری کی محبت جگہ کئے ہوئے تھی جیساکہ خداوندعالم فرماتا ہے **وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ** (آیت ۹۳ سورتہ بقرہ پ۱) ان کی بے ایمانی کی وجہ سے بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں ---------- گھول کر پلا دی گئی یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے ہارون کو چھوڑ دیا اور ان کو کمزور بنا دیا۔ پھر اس سعادت میں جوان انصاری نے کہاکہ خداوند عالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ہمیشہ ان کو دشمن رکھوں گا اور ان سے ان کے کاموں سے خدا کے نزدیک بیزاری کا اظہار کرتا رہوں گا اور ہمیشہ حضرت امیرالمؤمنین کی خدمت میں رہوں گا تاکہ جلد مجھ کو شہادت نصیب ہو انشاء اللہ۔ پھر وہ حذیفہ سے رخصت ہوا اور جناب امیر کی خدمت میں اس وقت پہنچا جبکہ حضرت مدینہ سے روانہ ہو کر عراق کی طرف جا رہے تھے۔ وہ حضرت کے ساتھ بصرہ گیا' اور اس جنگ میں سب سے پہلا شخص وہی تھا جو شہید ہوا۔ وہ جوان وہی تھا جس کو حضرت نے قرآن دیکر ان نااہلوں کے سامنے بھیجا تھا اور انہوں نے اس کو شہید کر دیا جیساکہ اس کے بعد جنگ صفین کے تذکرہ میں بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔

بعض کتابوں میں ہجرت کے دسویں سال کے واقعات میں تحریف ہے کہ باذان عامل یمن کی وفات ہوئی تو حضرت نے اس کی جگہ شہر پسرباذان اور عامر پسر شہر بن ثور کے درمیان تقسیم فرما دی اور معاذ بن جبل کو یمن اور حضرموت کی طرف بھیجا تاکہ احکام دین کی ان کو تعلیم دیں۔ اسی سال جریر بن عبداللہ کو ذی الکلاغ حمیری کی طرف بھیجا جو طائف کے بادشاہوں میں تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی سال فروہ جزامی جو بادشاہ روم کا عامل تھا مسلمان ہوا اس نے حضرت کی خدمت میں عریضہ

لکھا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اپنی قوم کے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیجا جس کا نام مسعود بن سعد تھا اس کے ایک سفید خچر اور ایک گھوڑا اور ایک ٹٹو اور ریشمی چند لباس جو سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تھے ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ حضرت نے اس کے خط کا جواب لکھا اور بلال کو حکم کیا کہ چاندی یا سونا ساڑھے بارہ اوقیہ اس کے قاصد کو دے دیں۔ جب فروہ کے اسلام لانے کی اطلاع بادشاہ روم کو ہوئی اس کو بلایا اور ہرچند اس سے کہا اور سمجھایا کہ وہ دین اسلام سے پلٹ جائے لیکن اس نے منظور نہ کیا تو اس نے اس کو شہید کر کے دار پر کھینچا۔ بیان کرتے ہیں کہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں جناب ابراہیم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت الٰہی سے واصل ہوئے اور بقیع میں دفن کیے گئے۔

گیارہویں سال کے واقعات میں ذکر ہے اس سال یمن کا ایک گروہ نیمہ محرم میں حضرت کی خدمت میں آیا اور وہ لوگ دو سو اشخاص تھے۔ انہوں نے اسلام کا اقرار کیا وہ یمن میں معاذ بن جبل کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ یہ آخری وفد تھا جو حضرت کی خدمت میں آیا۔ روایت ہے کہ اسی سال ماہ محرم میں حضرت مامور ہوئے کہ بقیع کے مردوں کے واسطے استغفار کریں۔ حضرت نے بقیع میں جا کر ان کے لئے استغفار کی پھر وہاں کے مردوں سے خطاب فرمایا کہ تمہیں یہ حال مبارک ہو جس میں تم ہو۔ اور تم کو فتنوں سے نجات مل گئی ہے۔ بیشک میرے بعد فتنے مثل تاریک رات کے ٹکڑوں کے ظاہر ہوں گے۔ ایک کے بعد ایک اور آنے والا پہلے سے بدتر فتنہ ہو گا۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۸۳۰

Presented by www.ziyaraat.net/

تاریخ طبری

مورخ طبری اپنی تاریخ کی جلد ۱ کے ص ۴۷۹ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اس سال کے ماہ ذی القعدہ کے شروع ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حج کی تیاری شروع کی اور تمام صحابہ کو آپ نے سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ عائشہ ام المؤمنین سے مروی ہے کہ ذی القعدہ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حج کے لیے روانہ ہوئے اس وقت خود آپ اور تمام صحابہ کی زبان پر صرف حج کا ذکر تھا یہاں تک کہ آپ سرف پہنچے۔ آپ نے اپنے ہمراہ حضرت کے لیے ہدی بھی لی تھی اور دوسرے شرفاء کے ساتھ بھی ہدی تھی۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو ہدی ساتھ لائے ہیں اور لوگ عمرہ کر سکتے ہیں۔ میں اسی دن حائضہ ہو گئی۔ علی میرے پاس آئے میں رو رہی تھی انہوں نے پوچھا کیا ہوا' شاید تم کو حیض آیا ہے۔ میں نے کہا ہاں' اور اچھا ہوتا کہ اس سال میں تم سب کے ساتھ حج کے لیے نہ جاتی۔ انہوں نے کہا یہ خیال نہ کرو بلکہ یہ بات زبان سے بھی مت کہو۔ طواف کے علاوہ تم اور تمام وہی مناسک حج ادا کر سکتی ہو جو دوسرے حاجی کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے سوائے ان حضرات کے جو ہدی لائے تھے دوسروں نے عمرہ ادا کیا آپ کی بیویوں نے بھی عمرہ کیا۔ قربانی کے دن گائے کا گوشت مجھے بھیجا گیا میں نے کہا یہ کیا ہے مجھ سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔ حصبہ (کنکریاں مارنے کا دن) کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے پاس بھیجا تاکہ میں تنعیم جا کر یہاں سے عمرے کے عوض میں جو میں نہیں کر سکتی تھی عمرہ کر لوں۔

ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو نجران بھیجا تھا وہ مکہ میں آکر آپ سے ملے اور احرام باندھ چکے تھے علی'

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے دیکھا کہ فاطمہ نے احرام باندھ کر عمرے کی تیاری کی ہے۔ علی نے ان سے پوچھا اے رسول کی صاحبزادی کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے کہا رسول اللہ نے ہمیں عمرے کی اجازت دی ہے اور اس کے لیے ہم نے احرام باندھا ہے۔ فاطمہ سے مل کر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اپنے واقعات سفر کو سنانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے کہا جاؤ جا کر پہلے بیت اللہ کا طواف کرو اور پھر اپنے دوسرے اصحاب کی طرح احرام کھولو۔ علی نے کہا یا رسول اللہ میں نے تو آپ کی طرح حج کی نیت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا جاؤ اور عمرہ کر کے قیام کرو۔ علی سے مروی ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہ حج کی نیت کرتے وقت میں نے اللہ سے کہا تھا کہ خداوندا میں بھی اسی طرح حج کی نیت کرتا ہوں جس طرح کہ تیرے بندے اور رسول نے کی ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے ساتھ ہدی ہے' میں نے کہا نہیں' تب آپ نے ان کو بھی اپنی ہدی میں شامل کر لیا اور وہ بدستور احرام سابق باندھے رہے' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور علی دونوں حج سے فارغ ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دونوں کی طرف سے ہدی کی قربانی کی۔

یزید بن علقہ بن یزید بن اکانہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملنے کے لیے جب علی یمن سے مکہ آئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کے لیے بڑی عجلت کی' وہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو اپنی فوج میں اپنا نائب بنا کر چلے آئے۔ اس شخص نے یہ کیا کہ جو اعلیٰ درجے کے کپڑے جزیے میں وصول ہوئے تھے اور ساتھ تھے ان سب کو بھنڈارا خانے سے نکلوا کر اپنی فوج کو پہنا دیے' جب یہ فوج مکہ کے قریب آئی علی ان کو دیکھنے آئے' یہاں آکر انہوں نے دیکھا کہ تمام فوج حلے پہنے ہوئے ہے۔ علی نے اپنے نائب سے اس کے متعلق جواب طلب کیا' اس نے کہا کہ میں نے یہ حلے اس لیے ان کو پہنا دیے ہیں کہ جب یہ سب کے سامنے سے گزریں تو بھلے معلوم ہوں۔ علی نے فرمایا یہ کوئی بات نہیں قبل اس کے کہ تم اس ہیئت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس پہنچو ان حلوں کو اتار دو'

Presented by www.ziyaraat.net/

چنانچہ اس نے وہ تمام حلے فوج سے لے کر پھر توشہ خانے میں رکھوا دیے- یہ بات فوج کو ناگوار ہوئی اور انہوں نے اس طرز عمل کا شکوہ کیا- ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ لوگوں نے علی کی شکایت کی- اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تقریر کرنے کھڑے ہوئے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا- " اے لوگو تم مجھ سے علی کی شکایت نہ کرو- بخدا وہ بے شک اللہ کے لیے یا آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں بہت سخت ہیں-"

عبداللہ بن ابی نجیح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حج کرنے تشریف لے گئے آپ نے سب کو مناسک اور سنن حج بتا دیئے پھر آپ نے سب کے سامنے اپنا وہ مشہور خطبہ دیا جس میں آپ نے اپنے مقصد کو صاف صاف لوگوں پر واضح کیا- آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو میری بات کو غور سے سن لو کیونکہ شاید اس سال کے بعد اس مقام پر پھر کبھی میری تم سے ملاقات نہ ہو- اے لوگو! قیامت تک کے لیے تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح تم پر حرام ہے جس طرح کہ آج کے دن اور اس مہینے کی حرمت ہے تم اپنے رب سے ملو گے اور وہ تمہارے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا- میں نے اس کا پیام پہنچا دیا ہے' جس کے پاس کوئی امانت ہو اسے چاہیے کہ وہ امانت رکھوانے والے کو واپس کر دے- ہر قسم کا سود ساقط ہے- البتہ اصل رقم تمہاری ہے وہ تم کو ملنا چاہیے تاکہ نہ تم پر ظلم ہو اور نہ تم دوسروں پر ظلم کرو' اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سود قطع ساقط ہے- عباس بن عبدالمطلب کا تمام سود قلعی ساقط ہے- اسی طرح جاہلیت میں جتنے خون ہوئے ہیں وہ سو ساقط ہیں ان کا ہرگز انتقام نہ لیا جائے اور سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں- اس کا واقعہ یہ ہے کہ شیر خوار بچہ بنی لیث کے یہاں پرورش پا رہا تھا بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا- اس لیے سب سے پہلے جاہلیت کے خونوں میں سے اس بچے کے خون کی معافی سے ابتدا کرتا ہوں کہ وہ ساقط کیا جاتا ہے-

اے لوگو! اب شیطان اس بات سے تو ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا کہ اس تمہاری سرزمین میں خدائے واحد کے سوا کسی اور کی پرستش کی جائے البتہ اس کے سوا تمہارے

جو اور اعمال ہیں جن کو تم معمولی درجے کا سمجھتے ہو ان کے متعلق وہ اس بات سے مطمئن ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے گی' اس لیے اپنے دین کی حفاظت کے لیے شیطان سے ڈرتے رہو- اے لوگو! مہلت کفر میں ایک اور اضافہ ہے اس سے صرف کافر گمراہ ہوتے ہیں ایک سال اسے حلال کر لیتے ہیں ایک سال اسے حرام کر لیتے ہیں تاکہ اللہ نے جو زمانہ حرام قرار دیا ہے اس کی خلاف ورزی کی جائے اس لیے جو زمانہ اللہ نے حرام کیا ہے اسے وہ حلال کرتے ہیں اور جو زمانہ جنگ کے لیے قرار دیا ہے اسے حرام قرار دیں' جس روز کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے زمانہ برابر گردش میں ہے جس روز کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اسی دن اس نے اپنی کتاب میں بارہ مہینے مقرر کیے ہیں ان میں چار حرام ہیں تین تو مسلسل اور چوتھا' جب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے-

اما بعد! اے لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے اور تم پر ان کا حق ہے' ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے گھر کوئی غیر نہ آئے اور ان پر یہ فرض ہے کہ وہ کوئی بدکاری نہ کریں' اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تم کو اجازت دی ہے کہ تم ان کو ان کی خواب گاہوں میں چھوڑ دو اور ان سے کوئی واسطہ نہ رکھو اور معمولی مار مارو اگر اس سزا سے وہ باز آجائیں تو تم فراخ دلی کے ساتھ ان کو نان و نفقہ دو اور ہمیشہ ایک دوسرے کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتے رہو وہ تمہاری دست نگر ہیں- خود اپنا کچھ نہیں رکھتیں اور تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ اپنے نکاح میں لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ساتھ ان کی فروج کو حلال کیا ہے اے لوگو! اچھی طرح میرے باتوں کو سمجھ لو اور غور سے سن لو' میں نے اللہ کا پیام پہنچا دیا ہے اور تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اس پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی راہ راست سے نہ بھٹکو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے- اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سن لو' میں نے اللہ کا پیام پہنچا دیا' اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں- کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کی چیز زبردستی لینا جائز نہیں سوائے اس کے کہ جو وہ اپنی مرضی سے دے- اپنے اوپر ظلم نہ کرنا- اے

Presented by www.ziyaraat.net/

اللہ! کیا میں نے تیرا پیام پوری طرح پہنچا دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے اس قول پر تمام مسلمانوں نے کہا بے شک آپ نے اللہ کا پیام پہنچا دیا۔

عباد سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عرنہ پر کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے ربیعہ بن امیہ بن خلف آپ کے جملوں کو بلند آواز سے سب کو سنانے کے لیے دہراتے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ربیعہ سے کہتے کہ کہہ دو' اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پوچھتے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے' تمام حاضرین کہتے یہ ماہ مقدس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ربیعہ سے کہتے کہہ دو کہ اللہ نے قیامت تک کے لیے تم پر تمہاری جان اور مال اسی طرح حرام کر دیا جس طرح کہ یہ مہینہ حرام ہے۔ پھر آپ نے ربیعہ سے کہا کہ کہہ دو کہ رسول اللہ کہتے ہیں اے لوگو! جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے' وہ اس جملے کو بلند آواز سے کہتے' اس کے جواب میں تمام حاضرین کہتے یہ شہر مقدس (بلدالحرام) ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ربیعہ سے کہتے کہہ دو کہ اللہ نے تم پر تمہاری جان اور مال کو قیامت تک کے لیے اسی طرح حرام کر دیا ہے جس طرح کہ یہ شہر حرام ہے پھر آپ نے ربیعہ سے فرمایا کہو کہ اے لوگو جانتے ہو کہ آج کون دن ہے' سب نے کہا آج حج الاکبر کا دن ہے۔ آپ نے ربیعہ سے فرمایا کہہ دو کہ اللہ نے تمہاری جان اور مال کو قیامت تک کے لیے تم پر اسی طرح حرام کر دیا ہے جس طرح کہ آج کا دن متبرک اور حرام ہے۔

عبداللہ بن ابی نجیح سے مروی ہے کہ عرفہ میں ٹھہر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ مقام اس پہاڑ کا جس پر یہ واقع ہے موقف ہے اور تمام عرفہ موقف ہے۔ اسی طرح آپ نے مزدلفہ کی صبح کو قزح پر قیام کر کے فرمایا یہ موقف ہے اور مزدلفہ موقف ہے۔ اسی طرح جب آپ نے قربان گاہ میں قربانی کی فرمایا یہ قربان گاہ ہے اور تمام منیٰ قربان گاہ ہے۔ آپ نے حج پورا کیا تمام مسلمانوں کو سب مناسک حج بتا دیے اور حج کے موقعے پر مواقف رمی حجار اور بیت اللہ کے طواف میں جو فرائض ہیں وہ بتائے نیز حج میں جن باتوں کو حلال کیا گیا ہے اور جن باتوں کو حرام کیا گیا ہے وہ بتا دیں اس طرح یہ

حج نہ صرف آخری حج ہوا بلکہ تعلیمی حج بھی تھا کیونکہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حج کا موقع نہیں مل سکا۔

سیرت ابن ہشام ○

جب ذیقعد کا مہینہ آیا۔ حضور نے حج کا ارادہ کیا اور لوگوں کی تیاری کے واسطے حکم دیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے پچیسویں ذیقعد کو حج کے واسطے سفر کیا اور مدینہ میں ابودجانہ ساعدی اور بقول بعض سباع بن عرجطہ غفاری کو حاکم مقرر فرمایا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں جب مقام شرف میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے پاس قربانی نہ ہو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور یہیں مجھ کو ایام آگئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے پاس آئے اور میں رو رہی تھی۔ اور انہوں نے کہا اے عائشہ کیا تم کو ایام آگئے میں نے کہا "ہاں" فرماتی ہیں اس وقت میں یہ کہتی تھی کہ کاش میں اس سفر میں حضور کے ساتھ نہ آتی۔ حضور نے کہا ایسا نہ کہو جو حاجی کرتے ہیں وہی تم بھی کرنا فقط بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ کہتی ہیں جب لوگ مکہ میں آئے تو جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے احرام کھول دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عورتوں نے بھی عمرہ ہی کیا تھا پھر جب قربانی کا دن ہوا تو بہت سا گائے کا گوشت میرے گھر میں آیا میں نے دریافت کیا یہ کیسا ہے"؟ لانے والے نے کہا حضور نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے پھر جب الحصہ ہوئی حضور نے میرے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر کو میرے پاس مقام تنعیم سے عمرہ کرانے کے واسطے بھیجا اس عمرہ کے بدلہ میں مجھ سے فوت ہو گیا تھا۔

حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب کہتی ہیں حضور نے اپنی عورتوں کو عمرہ کے بعد احرام کھول دینے کا حکم دیا میں نے عرض کیا آپ کیوں نہیں احرام کھولتے فرمایا میں قربانی ساتھ لایا ہوں اس کو ذبح کر کے احرام کھولوں گا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نجران کی طرف بھیجا تھا وہاں سے واپسی پر حضرت علی مکہ میں آئے۔ حضور حج کے واسطے پہلے سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت علی اپنی زوجہ حضرت فاطمہ کے پاس گئے ان کو دیکھا تو انہوں نے احرام کھول لیا تھا۔ حضرت علی نے پوچھا اے رسول خدا کی صاحبزادی تم نے ابھی سے احرام کھول دیا"؟ حضرت فاطمہ نے فرمایا ہاں حضور نے ہم کو حکم دیا تھا۔ ہم نے عمرہ کر کے احرام کھول لیا۔ پھر حضرت علی حضور کے پاس آئے اور جب اپنے سفر کے حالات بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو حضور نے فرمایا تم جا کر طواف کرو اور جیسے اور لوگوں نے احرام کھول دیے ہیں تم بھی کھول دو۔

حضرت علی نے عرض کیا حضور میں نے یہ نیت کی تھی کہ اے اللہ میں وہ احرام باندھتا ہوں جو تیرے نبی اور تیرے بندہ اور رسول محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے باندھا ہے حضور نے فرمایا تیرے پاس قربانی بھی ہے"؟ حضرت علی نے عرض کیا قربانی تو نہیں ہے۔ پس حضور نے اپنی قربانی میں ان کو شریک کیا اور یہ اسی احرام کے ساتھ رہے اور حضور کے ساتھ احرام کھولا اور حضور نے ان کی اور اپنی دونوں کی طرف سے قربانی کی۔

یزید بن رکانہ کہتے ہیں جب حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملنے کے واسطے مکہ میں آئے تو لشکر کو پیچھے چھوڑ کر آئے تھے اور ایک شخص کو اس پر حاکم مقرر کیا تھا اس شخص نے توشہ خانہ میں سے نفیس کپڑا نکال کر سارے لشکر میں تقسیم کر دیا کہ اس کو اوڑھ لو جب یہ لشکر اس صورت میں مکہ کے قریب پہنچا حضرت علی ملنے کے واسطے تشریف لائے اور ان کپڑوں کو دیکھ کر اس شخص سے جس کو حاکم کیا تھا پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس نے کہا میں نے کپڑے اس واسطے تقسیم کیے تاکہ یہ لشکر لوگوں میں اپنی عزت ظاہر کرے حضرت علی نے فرمایا تجھ کو خرابی ہو جلد یہ کپڑے ان لوگوں سے لے کر توشہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس پہنچنے سے پہلے داخل کر۔ چنانچہ وہ کپڑے سارے لشکر سے لے کر داخل کئے گئے۔ لشکر کے لوگوں نے حضور سے حضرت علی کے اس برتاو

کی شکایت کی حضور نے فرمایا اے لوگو! علی کی شکایت تم نہ کرو علی خدا کے معاملہ میں بہت مضبوط ہے اس کی شکایت کرنی لائق نہیں ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حج کیا اور لوگوں کو مناسک حج یعنی حج کے طریقے اور قاعدے بتائے پھر حضور نے ایک طویل خطبہ پڑھا اور بہت سے احکامات امت کے واسطے بیان فرمائے۔

آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! میری بات غور سے سنو شاید کہ آئندہ میں تم سے اس جگہ کبھی ملاقات نہ کروں۔ اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے جا ملو مثل تمہارے اس دن کی حرمت کے اور اس مہینہ کی حرمت کے۔ اور بے شک تم اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہوگے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا سوال کرے گا اور میں سب باتیں تم کو بتا چکا ہوں پس جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کی امانت ادا کردے اور کوئی شخص اپنے قرض دار سے بجز اس راس المال کے سود نہ لے کیونکہ سود حرام کر دیا گیا ہے اور خدا نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے اور عباس بن عبدالمطلب کا سود بھی باطل کر دیا گیا اور جس قدر خون زمانہ جاہلیت کے تھے سب معاف ہیں اور سب سے پہلے جو خون زمانہ جاہلیت کا میں معاف کرتا ہوں۔ وہ خون ابن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کا ہے جس کو بنی بزیک نے قتل کیا تھا۔ پس یہ جاہلیت کے خون معاف کرنے میں میں ابتدا کرتا ہوں۔

اور اے لوگو تمہارے ملک میں شیطان اپنی پرستش کیے جانے سے نا امید ہو گیا ہے یعنی ملک عرب میں کبھی اس کی پرستش نہ ہو گی مگر ہاں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ راضی ہو گیا ہے جس کو تم بڑے گناہوں میں شمار نہ کرو گے پس تم کو اپنے دین کی شیطان سے حفاظت لازم ہے۔

اے لوگو! نسئی کی بدعت (حرام مہینوں کو حلال کر لینا اور اس کے بدلے میں حلال مہینوں کو حرام کر لینا) کافی ہے لوگ کسی مہینے کو کسی سال (اپنی نفسانی غرض سے)

Presented by www.ziyaraat.net/

حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی ذاتی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں اور یہ وہ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کیے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں۔ اس طرح کافر اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور اس کے حلال کیے ہوئے مہینے کو حرام۔

ابتداء میں خدا نے جب زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر آن پھر اسی نقطہ پر آگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں جن میں چار قابل احترام ہیں۔ ان میں سے تین تو متواتر ہیں (یعنے ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم) اور ایک اکیلا مہینہ ہے۔ یعنی رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔

اور اے لوگو! تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے کہ وہ کسی غیر مرد کو اپنے قریب نہ آنے دیں اور بے حیائی کی باتوں سے بچیں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے تم کو اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنے سے جدا سلاؤ اور ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو پھر اگر وہ ان باتوں سے باز آجائیں تو ان کا کھانا کپڑا حسب حیثیت تمہارے ذمہ میں ہے۔

اے لوگو! عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ وہ تمہاری مدد گار ہیں اور اپنے واسطے کچھ اختیار نہیں رکھتی ہیں۔ اور تم نے اس خدا کی امانت کو اپنی تحویل میں لیا ہے اور خدا کے کلام کے ساتھ ان کو حلال کیا ہے پس اے لوگو! میرے ان احکام کو خوب سمجھو اور میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر اس کو تم مضبوط پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔

اے لوگو! میری ان باتوں کو سنو اور خوب سمجھ لو اور جان لو کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس مسلمان کے مال میں سے دوسرے مسلمان کو کوئی چیز لینی حلال نہیں ہے سوا اس چیز کے جو وہ اپنی خوشی سے ہے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے باز رہنا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ کیا میں نے تیرے احکامات تیرے بندوں کو پہنچا دیے"؟ سب حاضرین نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم ہاں بے شک آپ نے احکامات الٰہی ہم کو پہنچا دیے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا۔

مقام عرفات میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے اور ربیعہ بن امیہ بن خلف آپ کے پاس کھڑے تھے۔ آپ ان سے فرماتے تھے کہ تم لوگوں سے کہو کہ اے لوگو! رسول خدا فرماتے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے ربیعہ لوگوں سے کہتے لوگ کہتے کہ یہ مہینہ حرام ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیعہ سے فرماتے کہ ان سے کہہ دو کہ بیشک خدا نے تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام کر دیئے ہیں۔ جب تک کہ تم اپنے رب سے ملو مثل اس مہینہ کی حرمت کے۔

پھر حضور ربیعہ سے فرماتے کہ لوگوں سے کہو اے لوگو! رسول خدا فرماتے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ کونسا شہر ہے ربیعہ لوگوں میں آواز دیتے لوگ کہتے ہیں کہ یہ شہر بلدالحرام ہے۔ حضور ربیعہ سے فرماتے کہ ان سے کہہ دو کہ خدا نے تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام کیے ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ مثل اس شہر کی حرمت کے۔

پھر حضور ربیعہ سے فرماتے کہ کہہ دو اے لوگو! رسول خدا فرماتے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے ربیعہ لوگوں سے کہتے لوگ جواب دیتے کہ یہ حج اکبر کا روز ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ربیعہ سے فرماتے کہ کہہ دو " اے لوگو! خدا نے تمہارے مال اور خون ایک دوسرے پر حرام کیے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے ملو مثل اس دن کی حرمت کے۔

عمرو بن خارجہ کہتے ہیں مجھ کو عتاب بن اسید نے کسی ضرورت کے واسطے حضور کی خدمت میں بھیجا تھا میں جب حضور کی خدمت میں آیا تو آپ مقام عرفات میں سانڈنی پر سوار کھڑے تھے میں عتاب کا پیغام پہنچا کر وہیں آپ کی سانڈنی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح کہ اس کی مہار میرے سر کے اوپر تھی۔ پس میں نے سنا آپ فرما رہے تھے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق پہنچا کیا لہٰذا وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے اور زنا کی اولاد عورت کو ملے گی اور زانی کے واسطے پتھر ہیں اور جو شخص دوسرے کے نسب میں ملے گا یا کسی کا آزاد غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف اپنے تئیں منسوب کرے گا اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور خدا اس کا کوئی نیک کام قبول نہ فرمائے گا۔

جب عرفات کے پہاڑ پر آپ کھڑے ہوئے فرمایا یہ سارا پہاڑ موقف ہے اور پھر مزدلفہ میں پہنچ کر فرمایا سارا مزدلفہ موقف ہے پھر منیٰ میں قربانی کر کے فرمایا سارا منیٰ قربانی کی جگہ ہے۔

اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سارے حج کے احکامات لوگوں کو بتلائے کنکریوں کا مارنا اور کعبہ کا طواف کرنا اور حج میں جو باتیں جائز اور نا جائز ہیں سب بتائیں۔ اسی سبب سے اس حج کو حجتہ البلاغ کہتے ہیں۔

اور حجتہ الوداع اس سبب سے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پھر اس کے بعد حج نہیں کیا۔

اس حج سے واپس آن کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا باقی مہینہ اور محرم اور پھر مدینہ میں رہے پھر آپ نے مسلمانوں کا ایک لشکر جمع کر کے اسامہ بن زید کو اس کا سردار کیا اور شام کے ملک میں شہر بلقار کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا۔ اس لشکر میں مہاجرین او لین کثرت سے تھے۔

حدیبیہ کے سفر سے واپس آن کر ایک روز حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالےٰ نے مجھ کو تمام عالم کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا ہے پس تم میرے اوپر ایسا اختلاف نہ کرتے جیسا حواریوں نے عیسیٰ بن مریم پر اختلاف کیا صحابہ نے عرض کیا حضور حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام پر کیا اختلاف کیا تھا۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو اسی بات کی طرف بلایا تھا جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں یعنے بادشاہوں کی طرف ایلچی بنا کر بھیجنے کے واسطے پس جن لوگوں کو عیسیٰ علیہ السلام نے قریب کے ملکوں میں بھیجا تھا۔ وہ تو خوشی خوشی چلے گئے اور جن کو دور دراز ملکوں میں بھیجا

تھا وہ سست ہو گئے اور وہاں جانا ان کو ناگوار گزرا۔ تم ایسا نہ کرنا اور بلکہ اسلام کو نہایت شوق اور اخلاص کے ساتھ لوگوں تک پہنچانا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نام لکھ کر اپنے اصحاب کو عنایت کیے اور ان کو بادشاہوں کے پاس روانہ کیا۔ چنانچہ دحیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر بادشاہ روم کے پاس اور عبداللہ بن حزافہ سہمی کو کسریٰ بادشاہ فارس کے پاس روانہ کیا۔ اور عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی بادشاہ حبش کی طرف اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس بادشاہ مصر کے پاس اور عمرو بن عاص سہمی کو جیفر اور عیاذ جلندی کے دونوں بیٹوں کی طرف بھیجا یہ دونوں قوم آزر سے عمان کے بادشاہ تھے اور سلیط بن عمرو عامری کو ثمامہ بن انال اور ہوذہ بن علی یمامہ کے بادشاہوں کے پاس بھیجا اور علاء بن حضرمی کو منزر بن ساوی جدی بادشاہ بحرین کے پاس روانہ فرمایا اور شجاع بن ہب اسدی کو حرث بن ابر شمر غسانی بادشاہ سرحد شام کی طرف روانہ کیا۔ جو یمن میں قبیلہ حمیرا کا امیر تھا۔ مگر ابن ہشام کو قول ہے کہ شجاع بن وہب کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جبلہ بن ایم غسانی کر طرف اور مہاجر بن امیہ مغزومی کا حارث بن عبد کلال حمیری کی طرف روانہ کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں مجھ سے یزید بن ابی حبیب مصری نے بیان کیا کہ ان کو ایک کتاب ملی جس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بادشاہان روئے زمین کی طرف ایلچیوں کے روانہ فرمانے کا ذکر تھا اور جس طرح کہ اوپر لکھا گیا ہے سب اس کتاب میں مندرج تھا۔ یزید کہتے ہیں وہ کتاب میں نے ابن شہاب زہری کو بھیج دی۔ انہوں نے اس کو پڑھ کر سب حال معلوم کیا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو زمین کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کرنے کے واسطے بھیجا تھا اور ان حواریوں کے ساتھ ان کے اتباع بھی تھے چنانچہ پطرس حواری کو جس کے ساتھ یونس بھی تھا ملک رومیہ اور اندرائس کی طرف روانہ کیا۔ یونس حواریوں میں سے نہیں تھا بلکہ یہ اتباع میں سے تھا اور متا حواری کو اس ملک میں بھیج جہاں کے لوگ آدمیوں کو کھا لیتے ہیں اور توماس کو ملک بابل

Presented by www.ziyaraat.net/

اور بلقیس کو افریقہ کے شہر قرطانیہ کی طرف اور یحنس کو " افسوس " کی طرف جو اصحاب کیف کا شہر ہے روانہ کیا اور یعقوبس کو یروشلم کی طرف جو ملک ایلیاء کا ایک شہر بیت المقدس کے پاس ہے روانہ کیا اور ابن ثلمانی کو ملک حجاز میں بھیجا اور یمن کو برابر میں اور یہودا کو اور یہ حواریوں میں سے تھا یودس کی جگہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ سیرت ابن ہشام ص ۵۷۵ سطر ۱۳

غدیر خم

جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے تمامی ارکانات سے فارغ ہو کر اور اہل اسلام کو دینی دنیاوی نشیب و فراز نیک و بد کے امر و مناہی ان کی رفع اور اصلاح کے مختلف طریقے بتلا کر مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی پھر وہی اہل اسلام کی کثیر جماعت جس کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار اوپر لکھی جا چکی ہے اب اس سے زیادہ ہوگئی ان اطراف کے اہل اسلام جو مسافت کی وجہ سے مدینہ پہنچ کر اسلامی قافلہ کے ہمراہ نہیں ہوسکتے تھے مکہ سے ہمراہ ہوگئے اور خاص وہ لوگ بھی جن کا حج کے بعد بھی رسولؐ اللہ کی زیارت اور تعلیم و ہدایت پانے کی غرض سے مدینہ جانا معمول تھا فوج اسلام کے ہم رکاب ہوئے بہرحال یہ کثیر تعداد قافلہ جس کا سواد کوسوں کی مسافت سے دکھلائی دیتا تھا حوالی جحفہ غدیر خمؔ کے قریب پہنچا تو یہ آیہ وافی ہدایہ **یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ** اے محمدؐ پہنچا دو اس کو (امت پر) جو تم پر نازل کیا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف اور اگر تم نے انہیں نہیں کیا پس تم نے رسالت ہی نہیں پہنچائی اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔"

اس واقعہ سے یہاں کوئی منزل نہیں تھی لیکن اس سفر میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہ احدیت کا یہ عقلب آمیز خطاب سن کر اتر پڑے اور آپ اس وقت سے منزل قرار پایا گیا یہ مقام بالکل میدان میں واقع ہے۔ میدان بھی کہاں کا حجاب عرب کا کوسوں کا ریگستان نہ کہیں سایہ نہ کہیں سایہ دار درخت اور اگر کہیں ہوں گے بھی تو وہی کھجوروں کے درخت جن کا

سایہ دو فٹ مربع سے زیادہ زمین نہیں چھپا سکتا یہیں سے مختلف مقاموں کو راستے گئے ہیں اور وہ قافلہ جو حج کے مراسم ادا کرکے مکہ سے ایک ساتھ ہو کر نکلتا ہے وہ یہیں سے متفرق ہونے لگتا ہے ہم نہایت خوشی سے اپنے ہم وطن ذی ہمت اور معززین رؤسائے عظیم آباد پٹنہ کا شکریہ تہہ دل سے ادا کرتے ہیں جن کی عالی ہمتی اور دلیرانہ فیاضی نے اس خیر آباد مقام پر ایک مسجد کی عمارت بنوا دی اور جناب مرحوم اشرف الحاج سید نواب جاں صاحب عظیم آبادی کی مردانہ کوششوں سے اس تعمیر کی تکمیل ہوگئی اب وہاں قافلہ کو آبادی ہو جانے سے نہایت آرام پہنچتا ہے حاجی صاحب مرحوم کا انتقال بھی اسی نواح میں ہوا اور ان کی قبر منزل رائق قریب خم غدیر میں واقع ہے **رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ**

بہرحال جناب رسولؐ خدا کو جب ایسا تاکیدی حکم آیا تو آپ نے اس کی تبلیغ اور اس کی تبلیغ اور اس کی تعمیل میں بھی نہایت بلیغ کوشش فرمائی جس پہلو سے غور کیا جائے اور جس قرینہ سے دیکھا جائے یہ آیہ ایک ایسے ہی ضروری امر کی تعمیل پر مبنی تھا جس پر تکمیل اسلام کا ایسا سخت اور ایسا ضروری مسئلہ رکا ہوا تھا ہمارے معزز اور ذی لیاقت دوست موئف اتحاف اسلام نے اس آیہ وافی ہدایہ کی تفسیر نہایت تشریح کے ساتھ کی ہے اور اس کے نکات اور توجیہات کو اپنی سلیس اور عام فہم عبارت میں نہایت خوبی سے بیان فرماتا ہے جسے میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔"

ہم نے اس آیتہ کو ایک سخت تاکیدی حکم لکھا ہے چنانچہ یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرتؐ کو شروع رسالت سے آج تک کہ شعب ابی طالب میں بھی محصور رہے مکہ سے مدینہ کو بھی ہجرت فرمائی اور غزوات بدر و احد' خندق وغیرہ میں قبل فتح مکہ واقع نہ ہوئی اور جو خوف اندیشے دقتیں اور مشکلیں ان مقامات پر پیش آئیں وہ سب کے پیش نظر ہیں لیکن ایسی آیتہ سخت حکم کی اور خوف سے اطمینان دلانے والی کسی وقت میں نازل نہیں ہوئی جب ہم اس آیت کے ہر جملہ پر نظر ڈالتے ہیں تو **مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ** سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کو اس سے قبل کچھ کرنے کو حکم دیا گیا تھا اور لفظ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ پتہ دے رہا ہے کہ وہ حکم کسی واقعہ اندرونی سے متعلق ہے اور آخر فقرہ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ تائید اسبات کی کرتا ہے کہ اس کام کے کرنے

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہ

Presented by www.ziyaraat.net/

میں ضرور کوئی اندیشہ یا کھٹکا ہے اور حقیقت میں اندرونی مخالفت کا کھٹکا ایک سخت امر اور نازک معاملہ ہوتا ہے۔

مگر اب جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرف سے اطمینان ہوگیا تھا اور وہ تمامی اندیشے جو اس امر کی تعمیل کے مانع تھے رفع ہوگئے تھے اب ایسے امر ضروری کی تعمیل کے لئے جن کی تاکید ایسے پر زور الفاظ میں کی گئی تھی رسولؐ کے لئے نہایت ضروری ٹھہری تو آپ نے باوجود اس کے کہ گرمی کے دن تھے اور ایسا مقام تھا کہ جہاں سائے کے لئے کوئی درخت نہ تھا اپنے چند وفادار اصحاب کو حکم دیا کہ وہ تمام حجاج کو اطلاع دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا ایک سخت تاکیدی حکم پہنچائیں گے سب ایک مقام پر جمع ہوں ہو جو لوگ آگے بڑھ گئے ہیں وہ واپس بلائے جائیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے آنے کا انتظار کیا جائے حکم کی دیر تھی اہل اسلام کی وہ کثیر جماعت جو مکہ سے آپ کی رکاب میں چلی آرہی تھی فوراً تعمیل ارشاد پر تیار ہوگئی ان میں چند فرمانبرداران اسلام نے ہر قبیلہ میں ہر قوم اور ہر گروہ جا جا کر حی علیٰ خیر العمل کی صدا دی اور ان متفرق لوگوں کو ایک جا اکٹھا کر لیا وہ لوگ جو قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے پہنچ گئے اور جو آگے بڑھ گئے تھے وہ واپس بلائے گئے وہ وحشت ناک اور چٹیل میدان دم بھر میں خس و خاشاک سے صاف ہو کر دامن گلستان بن گیا تمام اہل اسلام خدا کے ایسے سخت اور ایسے ضروری امر کے سننے کے لئے ایک جگہ جمع ہوگئے اور اونٹوں کے پالانوں کا ممبر بنایا گیا اور ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کی موجودہ جماعت کے علاوہ قرب و جوار کے باشندے بھی آکر ممبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھ گئے غدیر خم کے کھلے ہوئے میدان میں جب تمام مسلمان جمع ہوچکے اور کسی کا انتظار باقی نہیں رہا تو مہتاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممبر نو تیار پر تشریف لے گئے اور ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ علے الائہ فی نفسی و بلائہ فی عترتی واھل بیتی استعینہ علے بکتاب الدنیا و موبقات الاخرۃ واشھد ان لا الہ الا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبۃ ولا والدا ولا شریکا ولا عمد وانی عبد من عبید ارسلنی برسالتہ الی جمیع خلقہ لیھلک من ھلک عن بنیہ و

یحیٰی من حی عن بیتہ واصطفانی علے العٰلمین من الاولین والا خرین واعطانی مفاتیح خزائنہ و کمدا علی بعر نائہ واستود عنی سرہ وامدنی فابصرت لہ فانا الفاتح وانا الخاتم ولا قوۃ الا باللہ اتقوا للہ ایھا الناس حق لقائہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعلموا ان اللہ بکل شی محیط وانہ سیکون من بعدی اقوام یکذبون علی فیقبل منھم ومعاذ اللہ ان اقول علی الا الحق اوانطق بامرہ الا الصدق وما امر کم الا مام امرنی بہ ولا ادعوکم الا الی اللہ وسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون فقام الیہ عبادہ ابن الصامت فقال ومتی ذلک یا رسول اللہ ومن ھولاء عرفناکم لیحذ رھم قال اقوام قد استعد ولنا من یومھم و سیطھرون لکم اذا بلغت النفس منی ھھنا واوما صلے اللہ علیہ و بارک وسلم الی حلقہ فقال عبادۃ اذا کان ذلک فالی یا رسول اللہ فقال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علیکم بالسمع والطاعۃ للسابقین من عترتی والاحذین من بنونی فانھم یصدونکم عن ابغے ویدعونکم الی الخیر وھم اھل الحق و معادن الصدق یحبون فیکم الکتاب واسنۃ یجتبنونکم الا لحادو البدعۃ ویقمعون بالحق واھل الباطل لایمیلون مع الجاھل ایھاالناس خلقنی و خلق اھل بیتی من طینۃ لم یخلق منھا غیرھا کنا اول من ابتداء من خلقہ فلما خلقنا نور بنور ناکل طلمۃ واجبنی یناکل طیبۃ ثم قال صلی اللہ علی وآلہ وسلم ھولاء خیر امتی وحملہ علمی وخزانۃ سری وسادۃ اھل الارض الداعون الی الحق المخیرون بالصدق غیر شاکین ولا مرقائین و ناکصین ولا ناکثین ھولاء الھداۃ المھتدون والائمۃ الراشدون المھتدی من خاء نی بطاعتھم ولابینم والضال من عدل عنھم وجاء نی بعد و اتھم جمبھم ایمان و بغضھم نفاق الائمۃ الھادیۃ وعری الاحکام الواثقۃ لم یتم الاعمال لصالحۃ وصیۃ اللہ فی الاولین والآخرین ولا رحام التی اقسمکم اللہ بھا اذ یقول واتقو اللہ الذی تسائلون بہ والا رحام التی ان اللہ کان علیکم رقیبا ثم بنبکم جھم فقال قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا لمودۃ فی القربی ھم الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھر ھم من الرجس

Presented by www.ziyaraat.net/

الصادقون اذا انطلقو العلمون اذا سئلو الحفظون لما استود عواجمعت فیهم الجلال العشر لایجمع الا فی عترتی واهل بیتی الحلم و العلم والنبوة والنبل والسماحة والشجاعة والصدق والطهارة والعفاف والحکم فهم کلمة التقوی ووسیلة الهدی والحجة العظمے والعروة الوثقے هم اولیاء هم عن قول ربکم و عن قول ربی ما اموتکم الا من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله اوحی الی ربی فیه ثلثا انه سید المرسلین واماه خیرة المتقین وقائد الغر المحجلین و قد بلغت عن رب ما امرت واستودعهم اللّٰه فیکم واستعو آنیه لی ولکم

ترجمہ:۔ حاضرین میں پہلے خدا کا شکر ان نعمتوں کے سبب سے ادا کرتا ہوں جو میری ذات میں پائی جاتی ہیں اور اس امتحان و بلا کی وجہ سے جو میری عترت اور اہلبیتؑ پر ہونے والے ہیں اور دنیا کی ناگوار مصیبتوں اور روز آخرت کی مہلک زحمتوں پر اس سے مدد مانگتا ہوں پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے علام واحد اور احد کے اور کوئی خدا نہیں ہے اور اپنے لئے اس نے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار قرار نہیں دیا ہے اور اس کے تمام بندوں سے میں بھی ایک بندہ ہوں لیکن اس نے مجھے پیغمبری کے لئے تمام خلق میں بھیجا ہے تاکہ جو لوگ ہلاک ہونے والے ہیں وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہوں اور جو نجات پانے والا ہے وہ ایک حجت کے ساتھ نجات پائے مجھے خدا نے تمام اہل عالم پر کہ جن میں اولین و آخرین بھی شامل ہیں برگزیدہ فرمایا ہے اور کنجیاں اپنے خزانوں کی مجھے عطا فرمائی ہیں اور جو عہد مجھ سے کئے ہیں ان کو مجھ سے استحکام فرمایا ہے اور اپنا راز میرے سپرد فرمایا ہے اور میری امداد کی ہے اس وجہ سے مجھے اس کی بصیرت حاصل ہوئی ہے پس میں آغاز کرنے والا ہوں اور میں بھی انتہا پر پہنچانے والا سوائے ذات اقدس الٰہی کے کسی ذریعہ سے قوت حاصل ہو نہیں سکتی اے ڈرو خدا سے جو کہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ جنگ کرو مگر دین اسلام پر اور یاد رکھو کہ خدا تمام چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومیں ہوں گی وہ مجھ پر تہمتیں باندھیں گے اور لوگ ان کے جھوٹ کو قبول کریں گے مگر خدا کی پناہ اگر میں خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے اور کچھ زبان سے نکالوں اور سوائے امر راست کے اس

کے حکم سے خلاف کچھ اور بات کروں اور سوائے اس حکم کے جو خدا نے مجھ کو دیا ہے میں تمہیں کوئی اور حکم کروں اور سوائے اللہ کے اور چیزوں کی طرف تمہاری دعوت نہیں کرتا اور جو لوگ کہ ظالم ہیں بہت جلد جان لیں گے کہ کیسی بازگشت ان کی ہونے والی ہے خطبہ کے اس مقام تک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہنچے تھے کہ عبادہ ابن صامت کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ کب ہوگا اور وہ کون لوگ ہیں ہمیں بتا دیجئے اور پہنچا دیجئے تاکہ ہم ان سے حذر کریں آنحضرتؐ نے فرمایا یہ کچھ لوگ ہیں جو ابتدا ہی سے ہماری دشمنی کے لئے آمادہ ہیں اور جب میری جان جہاں تک (حلق مبارک کی طرف اشارہ کرکے) پہنچے گی اس وقت ظاہر ہوں گے عبادہ نے کہا کہ پھر جب ایسا وقت آئے تو ہم کس طرف رجوع کریں فرمایا کہ تم ان لوگوں کی پیروی اور اطاعت کرو جو میری عترت میں سب سے پیش قدم ہیں میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں اور وہی تم کو گمراہی سے باز رکھیں گے اور نیکی کی طرف دعوت کریں گے یہی اہلبیتؑ اہل حق ہیں اور صدق و راستی معدن ہیں کتاب و سنت کو تم لوگوں میں زندہ رکھیں گے اور الحادو بدعت سے تم کو بچائیں گے حق کے ذریعہ سے اہل باطل کو پست کریں گے اور کسی جاہل کی طرف میلان نہ کریں گے اے لوگو خدا نے مجھ کو اور میری اہلبیتؑ کو ایک مٹی سے بنایا اور اس سے سوائے میرے اہلبیتؑ اور کسی غیر کو پیدا نہیں کیا ہم اول وہ لوگ ہیں کہ جن کی سب سے اول خلقت ہوئی اور جب خدا ہم کو پیدا کر چکا تو ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کیا اور پھر ایک طینت کو ہماری سب سے زندہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت سے ہیں حاملان علم میرے ہیں خازنان اسرار میرے ہیں سرداران اہل زمین ہیں اور حق کی طرف دعوت کرنے والے ہیں اور راستے کے ساتھ خبر دینے والے ہیں ان کو شک کبھی پیدا نہیں ہوتا کوئی ریب ان کو عارض نہیں ہوتا کبھی راہ خدا میں پیچھے نہیں ہٹتے کبھی خدا کے عہد کو نہیں توڑتے یہ وہ ہادی ہیں کہ جو ہدایت یافتہ ہیں آئمہ راشدین ہیں جو ان کی اطاعت و ولایت کو لئے ہوئے میرے پاس آئے وہی ہدایت یافتہ ہیں اور جو ان کی عداوت لے کر میرے پاس آئے وہی گمراہ ہیں ان کی محبت ایمان ہے ان کا بغض نفاق ہے آئمہ ہدایت کرنے والے اور احکام خدا کی مضبوط رسیاں ہیں انہیں کے ذریعہ سے اعمال صالح تمام ہوتے ہیں اور انہیں کی محبت کا خدا ہمیشہ اولین و آخرین

Presented by www.ziyaraat.net/

سے عہد لیتا ہے اور یہی وہ ارحام ہیں جن کی قسم خدا نے اپنے کلام مجید میں یاد دلائی ہے ڈراؤ
دینداروں کو جو تھ سے رشتہ اور ناتوں کے بارے میں پہنچتے ہیں تحقیق کہ اللہ تم پر نگہبان ہے پھر
تم کو اللہ نے اس آیہ کے ذریعہ سے ان کی محبت کی دعوت کی یعنی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم میں تم سے اجر رسالت سوائے اس کے کچھ اور نہیں چاہتا کہ میرے اقربا سے محبت کرو یہی
لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو دور کرکے طیب و طاہر کیا ہے یہی وہ لوگ ہیں کہ
جب گویا ہوتے ہیں تب نہایت راست گو ہوتے ہیں اور جب ان سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے
اس وقت بڑے عالم ہیں اور جو چیز ان کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے اس کی حفاظت کرتے ہیں
اور میرے اہلبیتؑ میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ سوائے ان کے اور کسی میں وہ جمع نہیں ہیں
بردباری، علم، نبوت، بزرگی، سخاوت، شجاعت، راست گوئی، پاکیزگی، عفت، قضا یہ لوگ کلمہ تقویٰ
ہیں یہی وسیلہ ہدایت ہیں حجت عظمیٰ ہیں اور عروۃ الوثقیٰ یہ لوگ بموجب ارشاد خدا تمہارے
سردار ہیں اور جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے خدا کا حکم ہے حاضرین کو علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کا
ہاتھ پکڑ کر اور اتنا بلند کرکے کہ سفیدی زیر بغل کی نمایاں ہوئی فرمایا جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس
کا مولا ہے خدایا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے
اور نہ مدد کر اس کی جو اس کی مدد نہ کرے اور ذلیل کر اس کو جو اس کو ذلیل کرے۔

حاضرین علیؑ کے بارے میں خدائے سبحانہ تعالیٰ نے اس مضمون کی وحی فرمائی ہے کہ یہ سید
المرسلین ہے پرہیز گاروں اور نیکو کاروں کے امام ہیں اور ان لوگوں کو پہچاننے والے ہیں جن کی
پیشانیاں نورانی ہیں جو کچھ خدا نے مجھے حکم دیا وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا اور میں تم لوگوں میں ان
کو سپرد کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ اتحاف اہل اسلام ص ۱۷۹
باعتماد توضیح الدلائل شہاب الدین احمد اس خطبہ کے بعض بعض مقام کا ترجمہ مسٹر جان ڈیورٹ نے
Mrgdn اپنی کتاب لیالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن۔ AND HIS QURAN
DAVE NDORT APPARPOGE FOR MOUHAMMAD کے بعض مضامین میں
کیا ہے۔

یہ خطبہ کتب صحاح میں بالتفصیل درج نہیں ہیں مگر اس کے تمام کمال فقرات جو متعدد و

احادیث مندرجہ صحاح ستہ میں مختلف مقامات میں پائے جاتے ہیں مرحوم جناب سید محمد
صاحب علی اللہ مقامہ نے اپنے ایک رسالہ میں کتب صحاح سے جس کے تمام فقرات کو جمع کرکے
لکھ دیا ہے **ومن یشا فیبر جع الیہ** بہرحال جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم
جس وقت یہ طولانی خطبہ تمام فرما چکے اور ایسے سخت اور تاکیدی حکم ربانی کی تعمیل اس تشریح و
تفصیل سے فرما چکے تو اسی وقت یہ دوسری آیت جس کے حرف حرف سے اسلام کی تکمیل اور
جناب باری عز اسمہ کی رضامندی معلوم ہوتی ہے نازل ہوئی **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا** آج کے دن میں نے تمہارے دین
کو پورا کیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی و
خوشنود ہوا اسلام کی تکمیل کی ایسی مسرت خیز تہنیت سن کر جناب رسول اکرم ﷺ بہت
مطمئن ہوئے اور کیوں نہ ہوتے جو خدمت دربار احدیت سے سپرد ہوتی تھی آج پورے طور سے
مکمل ہوگئی اور اس کی حسن تعمیل کی طرف سے تصدیق ہوگئی آنحضرتؐ نے اپنی اس محویت کی
کیفیت میں خدا کی نعمتوں کا اور اس کی تہنیت میں خدا کا شکریہ ان الفاظ میں ادا فرمایا **اللہ
اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، الحمد للہ علی اکمال الدین و اتمام
النعمۃ ورضائہ برسالتی ولایۃ علی من بعدی حبیب السیر قصہ غدیر۔**

جناب رسالت مآب ﷺ کے اس طولانی خطبہ نے جو بالکل احکام ربانی سے مملو تھا
اہل اسلام کی اس کثیر جماعت میں ایک جوش پیدا کر دیا اور ہر شخص عظمت و بزرگی مسرت اور
خوشی کی نگاہوں سے جناب علیؑ مرتضیٰ کی طرف دیکھنے لگا خم غدیر کے لق و دق میدان میں عید
ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کا ممبر سے اترنا تھا کہ حاضرین کی صف سے اور سامعین کی تمام
جماعتوں سے تہنیت اور مبارک باد کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہر شخص جناب علی مرتضیٰ
علیہ السلام سے مصافحہ اور معانقہ کے شوق میں بیتاب ہو کر پڑھا کیوں نہ ہو جناب مرتضیٰؑ کو
نصرت اسلام کی وہ لاانتہا کوشش جس میں بلاشبہ بعض معرکوں میں آپ نے اپنی ان لاانتہا شجاعت
سے کام لیا جو عام نگاہوں میں انسانی قوتوں سے باہر معلوم ہوتی ہیں اور رفاقت و حفاظت خیر الانام کی وہ
سخت اور دشوار خدمتیں جن میں بہت سے اہل اسلام کے استقلال ثابت قدمی جگرداری اور وفا

Presented by www.ziyaraat.net/

داریوں میں ایک مرتبہ نہیں کئی بار فرق آگیا اور ان کے دل مضمحل نہیں متزلزل بھی ہوگئے مگر ایک علیؑ کے کمال استقلال اور انتہائے ثبات اس امتحان میں پورے اترے آج ہی تو کامیابیوں کے تاج سے مرصع ہوئیں قبول اسلام سے لے کر اس وقت تک کوئی ایسا ہے' جو یہ کہہ سکتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا صلعم کا پہلو جناب علیؑ مرتضٰی کی رفاقت سے خالی تھا اور غزوہ ذوالعشیرہ سے طائف کے آخیر غزوہ تک اس کا ثبوت دے سکتا ہے کہ اسلام کے حریف کو پسپا کر دینے میں اور اس کی بازیمیت اور مٹا دینے کی کوششوں میں جناب علیؑ مرتضٰی نے اپنا خون اور پسینہ ایک نہیں کر دیا ہے آج انہیں محاسن خدمات نے جناب علیؑ مرتضٰی کی ذات بابرکات کو عظمت اور جاہ و جلال کے عرش الکمال تک پہنچایا اور تمامی اہل اسلام میں ایسا یکتا کر دکھلایا کہ آج اسلام کی اتنی کثیر جماعتوں میں کوئی تنفس ایسا نہیں ہے جو جناب علیؑ مرتضٰی کی امارت اور سرداری سے جس کے لئے خدا اور رسولؐ کے ایسے سخت اور تاکیدی احکام جاری ہو چکے ہوں انکار کر سکے یا اس کے خلاف ہو بہرحال تمام اہل اسلام جناب علیؑ مرتضٰی کو اپنے حلقہ میں لئے تھے انت مولائی و مولے المومنین کی پر جوش اور بلند آوازوں سے غدیر خم کا وسیع میدان گونج گیا سب سے پہلے جس نے جناب ولایت مآب علیہ السلام سے معانقہ کیا اور ان کو اس منصب ولایت کی تہنیت دی وہ عمر ابن الخطاب تھے انہوں نے کمال مسرت سے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے مصافحہ کیا اور کہا **هنيالك يا ابن ابى طالب اصبحت وامسيت مولٰى كل مومن ومومنة** مبارک ہو تم کو اے ابن ابی طالبؑ صبح و شام کے تحفے اس حالت میں کہ تم تمامی مومن و مومنہ کے مولا ہوئے تاریخ ابو الفداص ۷۵۳ مدارج النبوہ جلد دوم معارج النبوۃ رکن چہارم المرتضٰی باسناد و مشکوٰت ص ۔

ان کے بعد اور تمام اہل اسلام آتے گئے اور انہیں پر جوشیوں کے ساتھ رسم تہنیت ادا کرتے گئے اس سفر میں ازواج مطہرات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھیں جب تمامی اہل اسلام ادائے تہنیت سے فراغت کر چکے تو جناب رسالت مآبؐ نے ازواج مطہرات کو حکم فرمایا کہ تم بھی اپنے اپنے خیموں میں علیؑ مرتضٰی کو بلا کر مبارک باد دو چنانچہ علیؑ مرتضٰی علیہ السلام بلائے گئے اور تمامی ازواج مطہرات نے رسم تہنیت ادا کی اور بار نبوت کے ملک الشعرا حسان ابن ثابت نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس واقعہ کی تہنیت میں ذیل کا قصیدہ نظم فرمایا اور اسی وقت کھڑے ہو کر تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں پڑھا وہ ہوا

ہذا۔

قصیدہ

يناديهم يوم الغدير بينهم اتخم واسمع بالرسول منا ديا

روز غدیر مسلمانوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ مقام خم پکار کر جمع کیا اور ایسی آواز تھی جس کو بگوش دل سننی چاہئے۔

وقال فمن مولاكم و وليكم فقالو ولم يبد واهناك النعاميا

رسولؐ خدا نے اس روز لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا مولا کون ہے سب نے جواب دیا اور اس موقع پر اپنا اندھا پن نہ دکھایا۔

الهک مولا نا وانت ولينا ولم ترمنا فی الو لايته عاصبا

کہ خدا آپ کا اور ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے حکمران ہیں اور آپ کے حکم سے آج سر تابی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

فقال له قم يا علی فانني رضيتک ومن بعدے اما ما وها ديا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی المرتضٰیؑ کو کھڑا کیا اور کہا کہ تحقیق میں نے تم کو اپنے بعد امام اور ہدایت کرنے والا پسند کیا۔

فمن كنت مولاه فهذه اوليه فكونو اله انصار صدق مواليا

جس کا میں حکمراں ہوں علی علیہ السلام بھی اس کا حکمراں ہے پس تم سب لوگ ان کے سچے مددگار مثل غلاموں کے رہو۔

هنالک دعا اللهم وال وليه ولكن الذی عاد عليا معا ديا

اور دعا کی جو علیؑ کا دوست ہے اسے تو بھی دوست رکھ اور جس نے علیؑ سے عداوت رکھی اس کا تو دشمن رہنا تذکرۃ خواص الائمہ سبط ابن جوزی عقدۃ الشعرا علامہ بہلو ملی۔

قیس ابن سعد ابن عبادۃ الانصاری نے بھی جو آنحضرتؐ کے صحابہ کبار میں تھے اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

فلما لمابغے العد و علینا حسبنا ربنا و نعم الوکیل

جب بغاوت کرنے والاے دشمن ہمارے اوپر چڑھ آیا تو ہم نے کہا ہمارا خدا کافی ہے اور وہ سب سے اچھا مدد کرنے والا ہے۔

وعلی امامنا و امام لسواہ بہ انی التنزیل

اور علی علیہ السلام ہمارے امام ہیں اور کوئی ان کے امام بالتنزیل نہیں ہے۔

یوم قال النبی من کنت مولاہ فھذا مولاہ خطب جلیل

اس دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا ہے یہ امر بزرگ ہے۔

انما قالت النبی علی الا مامتہ ختم مافیہ قال و قیل

واقعی جناب رسالت مابؐ نے ان کی امامت کی نسبت فرمایا وہ نہایت مضبوط اور یقینی ہے اس میں چنیں وچناں کی گنجائش نہیں ہے۔

مراۃ الائمہ فی اثبات الخلافت ہیں ۱۱ حنان ابن ثابت کی فصاحت کلام نے اس وقت تمام اہل اسلام کے دلوں پر نہایت گہری تاثیر کی کہ ہر شخص ان کے اندر کلام اور لطف بیان کی کیفیتوں پر فریفتہ ہوگیا جناب رسالت مابؐ نے ان کا تمام وکمال قصیدہ سن کر ان کی داد سخن یوں عنایت فرمائی۔ **باحسان لا یزال موید ابروح القدس مانفخت عنا** تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و مطالب السئول یوسف گنجی شافعی اس اخیر عالم نے مانفخت عنا کے بعد بلفظہ لسانک کا اور اضافہ اپنی کتاب میں کیا ہے خود جناب علیؑ امرتضٰی نے بھی اس واقعہ کو اکثر موقعوں پر نظم فرمایا ہے اور بہت سے واقعات میں اس سے استدلال فرمایا ہے علامہ حیدری کی فواتح میں یہ شعر موجود ہے۔

واخبرھم بہ غدیر خم فمن منکم یعادلتی بسھمی

بہرحال خم غدیر کا واقعہ جس کے ضروری اور لازمی ہونے کی بہت سچی دلیل تو یہی کہ اس کا وقوع ایک ایسے غیر معمولی جگہ پر ظہور میں آیا جہاں اس سے قبل نہ کوئی قبیلہ اترا تھا اور نہ کوئی قافلہ ٹھہرا تھا اور نہ وہاں پر کوئی منزل گاہ نہ فرود گاہ اس امر کی قوی ضرورتوں نے جناب رسول

خدا صلعم کو اس میدان سے دو قدم بھی آگے بڑھانے نہ دئے اور انتہا درجہ کی تقریب پر مجبور کر دیا۔ ممکن تھا کہ یہ بھی کوئی معمولی مسئلہ اور تبلیغی کے ایسا ہوتا اور آپ صعوبات سفر سے محفوظ رہ کر جب بخریت تمام مدینہ پہنچتے تو اس کی تعمیل فرما دیتے مگر نہیں اس واقعہ میں ایک اور خصوصیت تھی اور اس کو اس موقع سے ایک خاص نسبت تھی اور حقیقت میں اسلام کے ایسے متبرک اور مقدس مذہب کی تکمیل جس کے لئے دربار احدیت سے رسولؐ کے لئے ایسا تاکید حکم آیا تھا ایسا ہی ضروری تھی کہ آپؐ کے لئے اس میں ایک لحظہ دیر کرنا جواب دہی سے خالی نہیں تھا خط و کتاب کے ذریعہ سے تمام اسلامی ممالک میں اس کا پہنچانا دشوار تھا خدا کا حکم تھا جس کی متابعت تمام اسلامی دنیا پر فرض تھی اس لئے جب تک کہ قریب قریب تمام اہل اسلام جمع نہ ہو لیں اس کی تعمیل مفید اور کارگر نہیں ہوسکتی اس لئے جناب رسولؐ خدا نے غدیر خم کے غیر آباد اور ویران مقام کو مدینہ النبی پر ترجیح دی اور وہاں اس کی تعمیل کرنا کافی سمجھ کر اس کے سامان پہیں فرمائیے حقیقت میں مدینہ پہنچ کر یہ کس طرح ممکن تھا کہ اہل اسلام کی اتنی کثیر جماعت پھر جمع ہو سکے ضرور تھا کہ حج کے فرائض ادا کرکے اور مہینوں کے سفر اٹھا کر اسلامی جماعت اپنے اپنے گھروں کو واپس جائے اور مدینہ تک وہی لوگ ہمراہ جاتے جو خاص مدینہ یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے تھے پھر اتنی قلیل جماعت میں اتنی بڑی تاکیدی اور وسیع فرمان الٰہی کی تعمیل کیسے ہوسکتی تھی اسی وجہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اسلام کو متفرق نہ ہونے دیا اور ایک لاکھ چالیس ہزار اہل اسلام ویسے کے ویسے ہی غدیر خم میں جمع رہے جن کے سامنے آپ نے تبلیغ رسالت کے مناصب ادا فرمائے۔

حدیث غدیر کی تحقیق اور اس کی نسبت علمائے کرام کی رائیں

سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام کے ذیقد رمصنف نے اس حدیث کے رواۃ میں صحابہ کرام سے ذیل کے بزرگ واروں کے نام مندرج کئے ہیں۔

قال ابن العقدہ فی کتاب الموالات ھذہ اسماء من روی عنھم حدیث یوم الغدیر ابوبکر عمر ابن الخطابؓ عثمان بن عفانؓ علیؑ ابن ابی طالبؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ سعدؓ ابن ابی وقاص عباس ابن عبدالمطلبؓ حسن ابن علیؑ حسین ابن علیؑ عبداللہ ابن عباسؓ عبداللہ ابن جعفرؓ عبداللہ

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن مسعود عمار یاسرؓ ابوذر بن جندلؓ سلمان الفارسیؓ سعد ابن زرارہؓ حزیمہ ابن ثابتؓ ابوایوبؓ سہیل ابن حنیفؓ عثمان ابن حنیفؓ حذیفہ ابن سیمانؓ عبداللہ ابن عمرؓ براء ابن عازبؓ عفا ابن راقعؓ سمرہ ابن جبذبؓ سلمہ الاکوع الاسمیؓ زید ابن ثابتؓ ابو لعیلی الا انصارؓ ابو قدائمہ الانصاریؓ سہیل ابن سعد الانصاریؓ عدی ابن حاتم الطائیؓ ثابت ابن یزدیؓ کعب ابن عجزہؓ ابو الہیثم بن التہانؓ ہاشم ابن عتبہؓ مقداد ابن عمر اسکندیؓ عمر ابن ابی سلمہؓ عبداللہ ابن ابی سیدؓ عمران بن حصینؓ بریدہ ابن الحصیبؓ ابو سعد الخدریؓ عامر ابن عبداللہؓ جریر بن عبدالبجلیؓ زید بن ارقمؓ حذیفہ ابن اسیدؓ عمر ابن الحق الخزاعیؓ زید ابن حارثہؓ مالک ابن حویرثؓ ابو سلیمان عامر بن مرہؓ عبداللہ ابن ثابتؓ حبشی ابن الجنالہؓ ضمریہ الاسدیؓ عبداللہ ابن عارثؓ عمر ابن مرہؓ عبداللہ ابن ابی اوفیؓ زید ابن شرحیلؓ عبداللہ ابن بشیر الایمانیؓ نعمان ابن عجلانؓ عبدالرحمٰن ابن ابی نعیمؓ ابوالحمراء مولا رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم، ابوقصالہ الانصاریؓ عتبہ ابن بشیر المازنیؓ عامر ابن لیلیٰؓ ابوالطفیل ابن عامرؓ عبدالرحمٰن ابن عبدواب حسان ابن ثابتؓ سعد ابن خیالہؓ عامر ابن عمیرؓ عبداللہ ابن مابلؓ وحبہ ابن جویںؓ عقبہ ابن عامر الجہنیؓ ابوذویب الشاعرؓ ابو شریح الاالخزاعیؓ ابو جحیفہ وہب ابن عبداللہ السوائیؓ ابو امامہ الصدی بن عجلانؓ اسامہ ابن زید ابن حارثہ الکلبیؓ وحشی ابن الحربؓ قیس ابن ثابت بن شماس الانصاریؓ عبدالرحمٰن ابن مذبحؓ حبیب ابن بدیل ابن درقاء الخزاعیؓ انس ابن مالک الانصاریؓ ابوہریرہؓ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صلوات اللہ علیہا ابو عمرہ بن عمرو بن محض الانصاریؓ عائشہ بنت ابی بکرؓ ام سلمہ ام المومنینؓ ام ہانی بنت ابی طالبؓ فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلبؓ اسما نیت عمیس الخثعمیہؓ حیلہ ابن عمر الانصاریؓ ابو ہرزہ فضلہ بن عبداللہ انصاریؓ ابو رافع مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، ناجیہ بن عمر الخزاعیؓ ابو زینب بن عوف الانصاریؓ علی ابن مرہ نقضیؓ سعید ابن سعد بن عباد الانصاریؓ ابو سریحہ الغفاری رضی اللہ عنہمؓ **ثم ذکرین عقدہ ثمانین وعشرین رجالا من الصحابۃ لم یذکر ھو ولم یذکر اسمائھم** ان کے بعد ابن عقدہ نے اٹھائیس بزرگوں کا صحابہ میں سے اور ذکر کیا ہے لیکن ان کے نام نہیں لکھے ہیں۔

اس حدیث کے متواتر ہونے کی نسبت علماء کرام کے اقوال

علامہ خزری اپنی کتاب اسنی المطالب میں تحریر فرماتے ہیں۔ **اخبرنا ابو حفص عمر ابن الحسن الراغی فما شافعی فھی بہ من ابی الفتح یوسف این یعقوب الشیانی اخبرنا ابو الیمن زید ابن الحسن الکندی اخبرنا ابو المنصور الفوز اخبرنا امام ابو بکر ابن ثابت الحافظ اخبرنا محمد ابن عمر بن نکیر اخبرنا ابو عمر حدثنا احمد ابن محمد الضیعی حدثنا الاشیخ حدثنا العلا بن سالم عن زید ابن ابی زیاد عن عبدالرحمان ابن ابی لیلی قال سمعت علیا علیہ السلام بالرعیہ ینشد الناس من سمع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ فقام اثنا عشر بدریا فشھد اتھم سمعوا رسول اللہ عنہ یقول ذالک حدیث حسن من ھذا الوجہ صحیح من وجوہ کثیرۃ تو اترعن امیرالمومنین علی وھو امتواتر ایضا عن النبی رواہ جم الغفین عن الجم الکثیر ولا غیرہ فمن حاول تضعیفۃ فمن لا اطلاع لہ فی ھذۃ العلم فقدرواہ مرفو عاعن ابی بکر و عمر ابن الخطاب وطلحہ ابن عبداللہ وزید ابن ارقم والبراء ابن عازب و یریدہ ابن الحصیب و ابی ھریرۃ وابی سعید الحذری و جابر ابن عبداللہ ابن عباس و حبشی ابن جنادہ و عبداللہ ابن مسعود و عمران بن حصین و عبد اللہ ابن عمر و عمار بن یاسر و ابوذر غفاری و سلمان الفارسی و اسعد ابن زرارہ و خزیمہ ابن ثابت و ابو ایوب لا نصاری و سھیل ابن حنیف و حذیفہ ابن الیمان و سرہ ابن جندب و زید ابن ثابت و انس ابن مالک و غیر ھم من الصحابۃ رضوان اللہ علیھم صحابۃ وصحیح بین جماعت منھم ممن یحصل القطع بخیرھم و ثبت ایضا ان ھذا القول کان منہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم غدیر خم** علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں تحریر فرماتے ہیں **واما حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلہ طریق جیدۃ وقد اقررت ذلک** علامہ ذہبی تذکرہ الحفاظ میں بذیل ترجمہ عبدالحاکم صاحب مستدرک لکھتے ہیں کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے لئے بہت سے طریقے ہیں میں نے مستقل رسالہ میں تفرید کی ہے۔

ملا علی قاری مرقاہ شرح مشکوٰت میں لکھتے ہیں **ان ھذا حدیث صحیح لامریۃ فیہ بل**

Presented by www.ziyaraat.net/

بعض الحفاظ عده سوای بیشک یہ حدیث صحیح ہے جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اس کو متواترات سے شمار کیا ہے۔ علامہ جمالدین عطاءاللہ بن فضل شیرازی محدث اربعین میں لکھتے ہیں۔ **هذه الحديث متواتر عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم رواه جميع كثير و جم غفير من الصحابة** یہ حدیث آنحضرتؐ سے متواتر روایت کی گئی ہے اس کو صحابہ میں سے جمع کثیر اور جم غفیر نے روایت کیا ہے۔

علامہ مقبلی ضیاء الدین صالح ب کتاب الجاث مسدوہ فی فنون المتعددۃ میں تحریر کرتے ہیں۔

ومن شواهد ذلك ما وردنى حق عن الجنة وهو علے حدته متواتر معنى واشهرروایة حدیث من كنت مولاه فعلى مولاه انہیں حدیث کی قسم میں سے وہ حدیث جو جناب امیرؑ کی قطعی جنتی ہونے کی نسبت وار ہوئی ہے جو اپنی حد میں معنی متواتر ہے اور حدیث میں کنت مولاہ فعلی مولاہ ان احادیث سے جس کے معنی نہایت صحیح اور روایت نہایت مشہور ہے علامہ منادی عبدالرؤف میسر شرح جامع صغیر مبصنفہ سیوطی میں لکھتے ہیں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام احمد ابن عقیل رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے اور امام احمد حنبل کے تمام کے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ مئولف جامع صغیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی ابن احمد ابن نور الدین محمد ابن ابراہیم الغزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع صغیر میں اس کا اسی طرح سے ذکر کیا ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے۔ **من كنت مولاه فعلى مولاه اخرجه احمد وغيره ورجال احمد ثقات بل قال المؤلف حديث متواتر و هذا ذكره على ابن احمد بن نور الدين محمد ابن ابراهيم النربذى فى سراج المنير** حافظ نور الدین علی ابن ابراہیم ابن الجلی الشافعی کتاب انسان العیون فی سیرۃ ایمن الماموں میں تحریر کرتے ہیں۔ **هذا حديث صحيح و ردبا سانيد صحاح وحسان ولا التفات بمن قدح فى صحته كابى داؤدوابى حاتم الرازى**۔ یہ حدیث صحیح اور اسانید صحیح اور حسان سے روایت ہوئی ہے ابو داؤد اور ابوحاتم رازی کے اقوال جنہوں نے اس حدیث کی قدح کی ہے التفات کے قابل نہیں ہے علامہ احمد ابن محمد العاصی زین الفتیٰ میں تحریر کرتے ہیں۔ **قال احمد بن محمد العاصى فى زين الفتے هذا الحديثُ لقة الامة بالقبول وهوافق للا صول** اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث اصول کے بالکل مطابق

ہے حافظ محمود بن علی الشخانی القادری المدنی کتاب صراط التوی میں لکھتے ہیں **قال حافظ الذهبى هذا حديث اتفق على ما ذكرنا جمهورا اهل النسة والجماعة** حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر جمہور اہلسنّت و جماعت کا باہم اتفاق ہے حافظ ابوالقاسم ابالفضل ابن محمد لکھتے ہیں۔ **هذا حديث صحيح عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و قدروى عنه مابه نفس منهم العشرة وهو ثابت لا عراف له علت تفرد على رضى الله عنه بهذا الفضيلة لم يشركه احد اخرجه الفقيه ابن المغازلے فى المناقب** یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیوں نے اس حدیث کو حضورؐ سے روایت کیا ہے کوئی سقم کی علت اس میں نہیں پائی جناب علی علیہ السلام اس فضیلت میں یکتا ہیں کوئی صحابی اس میں آپ کا شریک نہیں۔ حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں **حديث من كنت مولاه فعلى مولاه اخرجه الترمذى والنسائى وهو كثير الطرق جداوقد استو عيها ابن عقدة فى كتاب مفرد و كثير من اسانيدها صحاح وحسان** حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام ترمذی اور نسائی رحمہا اللہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے طریقہ کثرت سے ہیں ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب میں ان کو جمع کیا ہے اور اس کی کثر سندیں صحیح اور حسن ہیں محدث دہلوی لمعات میں تحریر کرتے ہیں۔ **هذا احاديث صحيح لامرية فيه وقد اخرجه جماعة كا لترمذى والنسائى واحمد وطرقه كثيرة جداورواه ستة عشر صحابيا وفى روايته احمد انه سمعه من النبى صلى الله وعليه وآله وسلم ثلثون صحابيا و شهد وابه لعلى لما نوزع فى ايام خلافت و كثير من اسانيده صحاح ولا التفات لمن قدح فى صحته** یہ حدیث صحیح ہے اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور محدثین کی ایک جماعت جیسے کہ ترمذی، نسائی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم نے اس کی تصریح کی ہے اور اس حدیث کے بہت سے طریق ہیں سولہ اصحابیوں نے اس کو روایت کیا ہے اور امام ابن حنبل کی روایت میں ہے اس کو آنحضرتؐ سے تین صحابیوں نے سنا ہے اور جب کہ اپنے ایام خلافت میں جناب امیرؑ نے تنازع کیا تو ان لوگوں نے اس حدیث کی نسبت گواہی دی تھی اور اس کی سندیں اکثر صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے اس کی صحت میں کلام کیا ہے اس کے قول کا اعتبار

Presented by www.ziyaraat.net/

نہیں محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر یمنی الصنانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں : **ثم اعلم ان حدیث الموالات متواتر عند السیوطی کما ذکرہ فی قطف الا زھار فاردت ان اسوق طرقہ لیضح التواتر فاقول اجرح احمد والحاکم من ابن عباس و ابن ابی شیبہ واحمد عنہ و عن بریدہ و احمد وابن ماجہ عن البراء والطبرا نی وابن جریر وابو نعیم عن جندب الانصاری وابن قانع عن حبشی ابن جنادہ والترمذی عنہ وقال حسن غریب والنسائی والطبرانی والضیاء المقدسی عن ابی الطفیل و عن زید ابن ارقم و حذیفہ بن اسید الغفاری وابن ابی شیبہ والطبرانی عن ابی ایوب وابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم والضیاء عن سعد ابن ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب عن والطبرانی عن مالک بن الحویرث وابو نعیم فی فضائل الصحابۃ عن یحییٰ ابن جعدہ وعن زید ابن ارقم وابن عقدۃ فی کتاب الموالات عن حبیب بن بدیل بن ورقاء و قیس بن ثابت و زید بن شراحیل الانصاری واحمد عن علی و ثلثۃ عشرر جلا وابن ابی شیبہ عن جابر قالو اقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ** آگاہ ہو کہ حدیث موالاۃ حافظ سیوطی علیہ الرحمتہ کے نزدیک متواترات سے ہے جیسے کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں اس حدیث کے طریقوں کو شمار کرکے دکھلاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہو جائے پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور احمد اور ابن ماجہ براء ابن عازب سے اور طبرانی اور ابن جریر اور ابو نعیم جندب الانصاری اور ابن قانع حبشی ابن جنادہ سے اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غرب میں ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیائے مقدسی ابو طفیل سے اور زید ابن ارقم اور حذیفہ بن ابید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد ابن ابی وقاص سے شیرازی القاب میں جناب عمر ابن الخطاب سے اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابو نعیم فضائل الصحابہ میں یحییٰ بن حبدہ سے اور وہ زید ابن ارقم سے اور زید ابن بن ابی شراحیل الانصاری سے احمد جناب امیر علیہ السلام اور دیگر تیرہ (۱۳) صحابیوں سے اور ابن ابی شیبہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا

میں مولا ہوں پس علیؑ اس کا مولا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں الحدیث بدرجہ تواتر رسید واز سی کس از اصحاب علیؑ و ابو ایوب و زید ابن ارقم و براء ابن غازب و عمر بن مرہ ابو ہریرہ و ابن عباس و عمار بن بریدہ و سعد ابن ابی وقاص و ابن عمروانس و جریرین عبد اللہ البجلی و مالک ابن الحویرث و ابو سعید الخوری و طلحہ وابو الطفیل و حذیفہ ابن اسیدہ وغیرہ مروی گشتہ و جمہور محدثین ابن حدیث را در صحاح و سنن واسانید روایت کردہ اند۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ان آئمہ حدیث کے نام جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے

اس کو بخاری مسلم و اقدی اور ابو داؤد کے سوا ہر طبقہ کے محدثین کی ایک جماعت کثیر نے روایت کیا ہے جن کے اسماء مع سنہ وفات درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۱	مالک ابن شہاب الزہری امام مالک	۱۱۵ھ
۲	محمد ابن اسحاق صاحب السیرۃ	۱۵۱ھ
۳	معمر بن راشد ابو عروۃ الازدی	۱۵۳ھ
۴	اسرائیل ابن یونس السبیعی ابو یوسف الکوفی	۱۶۲ھ
۵	شریک ابن عبد اللہ القاضی	۱۷۷ھ
۶	محمد ابن جعفر المدنی المعروف بغندز	۱۹۳ھ
۷	الکلبی کہمس ابن الجراح بن ملیح الرواسی	۱۹۷ھ
۸	عبد اللہ ابن نمیر الہمدانی	۱۹۹ھ
۹	محمد ابن عبد اللہ ابو احمد البرزی الجمال	۲۰۳ھ
۱۰	یحییٰ ابن آدم بن سلیمان الاموی	۲۰۳ھ
۱۱	امام محمد ابن ادریس الشافعی	۲۰۴ھ
۱۲	اسود ابن عامر ابن شاذان الشامی	۲۰۸ھ
۱۳	عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۰ھ
۱۴	حسین بن محمد المروزی	۲۱۳ھ
۱۵	فضل بن دکین کہمس ابو نعیم الکوفی	۲۱۸ھ
۱۶	عفان بن مسلم الصفار	۲۲۰ھ
۱۷	سعید بن منصور الخراسانی	۲۲۷ھ
۱۸	ابراہیم بن الحجاج	۲۳۲ھ
۱۹	علی ابن حکیم الاودی	۲۳۱ھ
۲۰	علی بن محمد الطنافسی	۲۳۲ھ
۲۱	بدر بن خالد البصری	۲۳۵ھ
۲۲	عبد اللہ ابن ابی شیبہ العبسی	۲۳۵ھ
۲۳	عبد اللہ بن القوار ہری	۲۳۵ھ
۲۴	اسحاق بن ابراہیم العنظلی المعروف بابن راہویہ	۲۳۷ھ
۲۵	عثمان بن محمد بن ابو الحسن ابن ابی شیبہ	۲۳۶ھ
۲۶	قتیبہ بن سعید الثقفی	۲۴۰ھ
۲۷	امام احمد ابن حنبل	۲۴۰ھ
۲۸	ہارون بن عبد اللہ ابو موسیٰ الجمال	۲۴۳ھ
۲۹	محمد بن بشار العبدی	۲۵۳ھ
۳۰	محمد بن اشعث ابو موسیٰ العنزی	۲۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۳۱	الحسن بن عرفتہ العبدی	۲۵۷ھ
۳۲	حجاج ابن یوسف الشاعر البغدادی	۲۵۹ھ
۳۳	اسماعیل ابن عبد اللہ الاصبہانی	۲۶۷ھ
۳۴	حسن بن علی بن عفان العامری	۲۷۰ھ
۳۵	محمد ابن یحییٰ الذہلی	۲۵۸ھ
۳۶	محمد ابن یزید ابن ماجد القزوینی	۲۰۳ھ
۳۷	احمد ابن یحییٰ البلاذری	۲۷۶ھ
۳۸	عبد اللہ بن مسلم الدینوری المعروف بابن قتیبہ	۲۷۶ھ
۳۹	محمد ابن عیسیٰ سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
۴۰	احمد بن عمرو الشیبان المعربابن عاصم	۲۸۷ھ
۴۱	زکریا بن یحییٰ السنجری الخیالی	۲۸۹ھ
۴۲	عبد اللہ ابن امام احمد ابن حنبل	۲۹۰ھ
۴۳	احمد بن عمر بن عبد الخالق البزار	۲۹۳ھ
۴۴	محمد ابن شعیب النسائی صاحب السنن	۳۰۳ھ
۴۵	حسن ابن سفیان النسوی	۳۰۳ھ
۴۶	احمد بن ابو یعلی الموصلی	۳۰۷ھ
۴۷	محمد ابن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۴۸	عبد اللہ ابن محمد القاسم بغوی	۲۱۷ھ
۴۹	محمد ابن علی بن حسین بن بشیر الحکم الترمذی	۳۳۱ھ
۵۰	احمد بن محمد بن سلامتہ الطحاوی	۳۲۰ھ
۵۱	حسین ابن اسماعیل العاملی	۳۲۸ھ
۵۲	حمد ابن محمد عبد ربہ ابو عمر القرطبی	۳۳۲ھ
۵۳	ابن عقدہ	۳۴۲ھ
۵۴	یحییٰ ابن عبد اللہ الغبری	۳۵۱ھ
۵۵	وبلح بن احمد السبخری	۳۵۴ھ
۵۶	محمد بن عبد اللہ البراز الشافعی	۳۵۴ھ
۵۷	محمد بن حسان البستی	۳۶۰ھ
۵۸	سلیمان ابن احمد الطبری	۳۶۰ھ
۵۹	احمد ابن جعفر القطیعی	۳۶۸ھ
۶۰	علی بن الدار القطنی	۳۸۵ھ
۶۱	عبد اللہ بن عبد المعروف بابن	۳۸۷ھ
۶۲	محمد بن عبد الرحمٰن المخلص الذہبی	۳۹۳ھ
۶۳	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۰ھ
۶۴	عبد الملک ابن محمد الخرگوشی	۳۰۷ھ
۶۵	احمد ابن عبد الرحمٰن ابن احمد الفارسی الشیرازی	۴۰۷ھ
۶۶	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	۴۱۱ھ
۶۷	احمد ابن محمد بن الیعقوب ابو علی مسکویہ	۴۶۵ھ
۶۸	احمد ابن محمد ابن ابراہیم الثعلبی	۴۲۵ھ
۶۹	اسمٰعیل ابن علی بن حسین بن رنجویہ الرازی	۴۵۸ھ
۷۰	احمد ابن حسین بن علی البیہقی	۴۶۳ھ
۷۱	یوسف ابن عبد اللہ المعروف بابن عبد اللہ	۴۶۸ھ
۷۲	علی ابن احمد ابو الحسین الواحدی	۴۷۷ھ

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
وفات ۷۳	مسعود ابن ناصر السجستانی	۴۸۲ھ
۷۴	علی ابن احمد الجلالی المعروف ابن المغازلی	ھ
۷۵	عبداللہ ابن عبداللہ القاسم الجشمانی	۴۹۲ھ
۷۶	علی ابن الحسین بن الحسین النعلفی	۵۰۵ھ
۷۷	امام محمد غزالی	۵۲۶ھ
۷۸	الحسین ابن مسعود البغوی	۳۳۵
۷۹	زریں بن معاویہ المدری	۳۳۵ھ
۸۰	احمد بن محمد الناصحی	ھ
۸۱	محمد ابن عمر الزمخشری صاحب الکشاف	
۸۲	محمد ابن علی ابن ابراہیم الیطری	
۸۳	عبدالکریم بن محمد ابو سعد المزدری المعانی	۵۲۶ھ
۸۴	موفق ابن احمد ابو المؤائد المعروف باخطب خوارزم ۵۶۸ھ	
۸۵	عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی	۵۷۱ھ
۸۶	محمد ابن عمر ابن احمد بن موسی المدائنی	۵۸۱ھ
۸۷	فضل اللہ ابن سعد الحسنی	
۸۸	سعد ابن محمود بن حلف ابو فتح العملی	۶۰۰ھ
۸۹	امام محمد بن عمر فخر الدین رازی	۶۰۶ھ
۹۰	مبارک ابن محمد ابن الاثیر الجزری	۶۳۰ھ
۹۱	محمد ابن عبدالواحد المقدسی الحنبلی	۶۴۳ھ
۹۲	محمد ابن طلحہ الشافعی	۶۵۲ھ
۹۳	یوسف محمد ابو الحجاج البلوی المعروف ابن الشیخ	

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۹۴	یوسف بن فرعلی سبط بن الجوزی	
۹۵	محمد ابن یوسف الگنجی الشافعی	
۹۶	عبدالرزاق بن زرق اللہ الرسعی	
۹۷	یحییٰ بن شرف النووی	
۹۸	احمد ابن عبداللہ محب الدین طبری	
۹۹	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی	
۱۰۰	محمد بن احمد الضرقانی	
۱۰۱	ابراہیم بن محمد الحموینی	
۱۰۲	احمد بن محمد بن احمد علاء الدولہ السمانی	
۱۰۳	یوسف ابن عبدالرحمٰن المزی	
۱۰۴	محمد ابن احمد الذہبی	
۱۰۵	حسن بن حسین نظام الدین اعرا لیشاپوری	
۱۰۶	محمد بن عبداللہ ولی الدین الخطیب بغدادی	
۱۰۷	عمر ابن مظفرین عمر ابو حفص المعری الحلبی	
ھ		
۱۰۸	احمد ابن عبدالقادر ابن مکتوم	
۱۰۹	محمد ابن مسعود الگازرونی	
۱۱۰	محمد ابن یوسف الزرندی	
۱۱۱	عبداللہ ابن اسد الیمنی البانی	
۱۱۲	اسماعیل بن عمر الدمشقی بابن کثیر	
۱۱۳	عمر ابن الحسن ابو حفص المراغی	
۱۱۴	علی ابن شہاب الدین الہمدانی	

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
وفات ۱۱۵	محمد ابن عبداللہ ابن احمد المقدسی	۷۷۹ھ
۱۱۶	محمد ابن احمد المعروف بخواجہ پارسا	۸۳۲ھ
۱۱۷	محمد بن محمد شمس الدین الجزری صاحب حسن حسین ۸۳۳ھ	
۱۱۸	احمد ابن علی بن عبدالقادر المفرری	۸۴۵ھ
۱۱۹	شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی	۸۴۱ھ
۱۲۰	احمد بن علی محمد المعروف بابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۱۲۱	علی ابن محمد ابن المعروف احمد بابن حجر عسقلانی	
۱۲۲	محمد ابن احمد العینی الحنفی شارح صحیح بخاری	۸۵۵ھ
۱۲۳	حسین ابن معین الدین البنروی المیبذی	۸۷۰ھ
۱۲۴	عبداللہ ابن عبدالرحمٰن	۸۸۳ھ
۱۲۵	فضل اللہ ابن زور بہان	۱۰۰۰ھ
۱۲۶	علی عبداللہ ابن نور الدین سمہودی	۹۱۱ھ
۱۲۷	عبدالرحمٰن ابن ابی بکر المعروف بجلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۲۸	عطااللہ فضل اللہ البسراری جمال الدین محدث ھ	۹۹۳ھ
۱۲۹	عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد	۹۹۳ھ
۱۳۰	احمد بن محمد بن علی بن احمد المکی	۹۷۳ھ
۱۳۱	علی ابن حسان الدین المتقی صاحب کنزالعمال	۹۷۵ھ
۱۳۲	محمد طاہر الحنفی صاحب مجمع البحار	۹۸۱ھ
۱۳۳	مرزا مخدوم بن عبدالباقی	۹۹۵ھ

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ
۱۳۴	علی ابن السلطان محمد الروہی المعروف بملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۳۵	محمد ابن عبدالرؤف بن تاج المعارفین المناوی	۱۰۳۱ھ
۱۳۶	شیخ عبداللہ العبدروس الیمنی	۱۰۴۱ھ
۱۳۷	محمد بن محمد علی الیخانی الفادری المدنی	
۱۳۸	علی ابن ابراہیم بن احمد بن علی ابن نور الدین حلبی	۱۰۴۴ھ
۱۳۹	احمد ابن فضل بن محمد باکثیر المکی	۱۰۴۷ھ
۱۴۰	شیخ عبدالحق محدث دھلوی	۱۰۵۲ھ
۱۴۱	محمد ابن صفی الدین جعفر الملقب محبوب عالم	
۱۴۲	صالح بن مہدی المقبلی	
۱۴۳	محمد بن عبدالرسول الزرنجی المدنی	۱۱۳۰ھ
۱۴۴	حسام الدین بن محمد بایزید سہارنپوری	
۱۴۵	مرزا محمد معتمد خان البدخشانی	
۱۴۶	محمد صدر عالم صاحب معارج	
۱۴۷	مولانا ولی اللہ محدث دھلوی	۱۱۷۶ھ
۱۴۸	محمد ابن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی	
۱۴۹	محدث محمد ابن علی الصبان	
۱۵۰	ابرہیم بن مرعی بن عتبہ راشیر حتی المالکی	
۱۵۱	مولانا رشید الدین خان دھلوی	

Presented by www.ziyaraat.net/

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات	نمبر شمار	اسمائے محدثین

۱۵۲ مولوی محمد مبین لکھنوی

۱۵۳ محمد سالم النجاری دھلوی

۱۵۴ مولوی ولی اللہ لکھنوی

۱۵۵ مولوی حیدر علی فیض آبادی

۱۵۶ محمد بن محمد المصری

۱۵۷ احمد بن عبدالقادر العجلی

مزید تفصیل عبقات الانوار و سراج المبین ص ۱۵۲

حدیث ثقلین

بشارت المصطفیٰ میں بطرق عامہ رافع آزاد کردہ حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ وہ کعبہ کے دروازے سے لگے ہوئے کہتے تھے کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں ہوں ابوذر غفاری میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جو شخص پہلی مرتبہ مجھ سے جنگ کرے گا۔ اور پھر دوسری مرتبہ میرے اہلبیتؑ سے جنگ کرے گا۔ تو خدا اس کو تیسری مرتبہ دجال کے ساتھ محشور کرے گا۔ بے شبہ میرے اہلبیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوحؑ کے مانند ہے کہ جو شخص اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کشتی سے روگردانی کی وہ غرق ہوا۔ میرے اہلبیتؑ باب حطہ بنی اسرائیل ہیں۔ جو شخص اس دروازہ میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں داخل نہیں ہوا وہ ہلاک ہوا۔

شیخ طوسی رحمہ اللہ نے متعدد طریقہ سے حضرت ابوذرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور بعض روایت کے آخر میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرتؐ نے آخر میں تین مرتبہ فرمایا کہ کیا میں نے خدا کی رسالت پہنچادی؟

سید ابن طاؤس نے طرائف میں مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو بڑی گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوگے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ایک دوسرے سے گرانقدر ہیں اور ان میں سے ایک کتاب خدا ہے اور وہ ایک ریسمان ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت اور اہلبیتؑ ہیں۔ بے شبہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے نیز احمد سے روایت کی ہے کہ اسرائیل بن عثمان نے کہا کہ میں نے مختار کے مکان میں زید بن ارقم کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول خدا سے حدیث ثقلین مذکورہ کو سنا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ایضاً۔ احمد نے زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے جانشین اور خلیفہ ہیں ایک خدا کی کتاب جو ایک رسی ہے

سپیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

آسمان سے زمین کی طرف کھنچی ہوئی دوسری میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں یقیناً" یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور ان حدیثوں کو شیخ نے عمدہ میں اسی طریقہ سے روایت کی ہے۔

ایضاً" سید ابن طاؤس نے بطریق عامہ کتاب جامع الاصول سے روایت کی ہے جو کہ اس زمانہ میں عامہ کی معتبر ترین کتاب ہے اور سید موصوف نے اس کی اصل کتاب سے لکھا ہے میں اس کے الفاظ نقل کرتا ہوں میں نے حدیث میں بھی دیکھا ہے کہ یزید بن حیان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں' اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید ابن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے ان سے کہا کہ زید تم نے حدیثیں بہت بیان کی ہیں اور تم نے رسول خداﷺ کو دیکھا ہے' ان سے حدیثیں سنی ہیں ان کی معیت میں جہاد کیا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور آں حضرت سے بہت مرتبہ ملاقاتیں کی ہیں اے زید مجھ سے وہ حدیثیں بیان کرو۔ جو آنحضرتﷺ سے تم نے سنی ہیں۔ زید نے کہا اے بھتیجے خدا کی قسم میری عمر زیادہ ہوگئی اور آنحضرتؐ کے ساتھ کو عرصہ گذر گیا میں بہت سی حدیثیں جو میں نے آنحضرتؐ سے سن کر یاد کی تھیں اب بھول گیا ہوں لہٰذا جو کچھ میں تم سے روایت کروں اور بیان کروں اسی کو قبول کرو اور جو روایت نہ کروں اس کے بارہ میں مجھے مجبور نہ کرو پھر کہا۔ **قام رسول اللّٰہ یوما فینا خطیبا بماء یدعٰی خما بین مکة والمدینة فحمداللّٰہ واثنٰی علیه وعظ ثم ذکر وقال الا ایهاالناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب اللّٰہ فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب اللّٰہ واستمسکوا به فحث علٰی کتاب اللّٰہ ورغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکر کم اللّٰہ فی اهل بیتی اذکر کم اللّٰہ فی اهل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اهل بیتی** فقال له حصین **ومن اهل بیته یا زید الیس نساء ه من اهل بیته فقال نساء ه من اهل بیته ولاکن اهلبیته من حرم الصدقة بعد ه قال و من هم قال آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عتباس قال کل هو لاء حرم الصدقة قال نعم** یعنی ایک روز جناب رسول خداؐ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا اس تالاب پر جس کو خم کہتے ہیں جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ پھر خدا کی حمد و ثنا کی اور نصیحتیں فرمائیں اور ہم لوگوں کو آخرت کی یاد دلائی اور فرمایا کہ اے لوگو میں بھی ایک بشر ہوں عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے میری طلبی ہوگی یعنی ملک الموت آئیں گے تو قبول کروں گا اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ بلاشبہ میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا کتاب خدا کو اختیار کرو اور اس کو پکڑ لو۔ پھر حضرت نے کتاب پر عمل کرنے کی تحریص کی اور ترغیب دلائی پھر فرمایا کہ ان میں دوسرے میرے اہلبیتؑ ہیں پھر تین مرتبہ فرمایا کہ میں اپنے اہلبیتؑ کے حق کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں یعنی ان کو اذیت نہ پہنچانا اور ان کی حرمت کی رعایت کرنا اور ان سے حق امامت غصب نہ کرنا۔ یہ سن کر حصین نے پوچھا کہ اے زید ان کی اہلبیتؑ کون ہیں کیا ان کی بیبیاں اہلبیتؑ میں شامل نہیں ہیں؟ زید نے کہا ان کے گھر کے لوگوں میں سے وہ ہیں تو مگر اس جگہ اہلبیتؑ سے وہ مراد ہیں جن پر پیغمبر کے بعد صدقہ حرام ہے اس نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ زید نے کہا کہ وہ آل علیؑ' آل عقیل' آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ حصین نے کہا کیا ان سب لوگوں پر صدقہ حرام ہے زید نے کہا ہاں

ایضاً" اسی مضمون کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ جامع الاصول اور تمام کتابوں میں روایت کیا ہے اور سید نے ابن مغازلی شافعی سے چند طریقوں سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ عالم قدس میں میری طلبی ہوگی اور میں جانا قبول کروں گا۔ بیشک میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو آسمان سے زمین کی طرف ایک کھنچی ہوئی رسی ہے اور میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں اور مجھے خداوند علیم و خبیر نے آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوں لہٰذا غور کرو کہ ان دونوں کی رعایت میں کیونکر میری قائم مقامی کروگے۔

ایضاً سید نے کتاب فضائل قرآن ابن ابی الدنیا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا (یعنی پہلے پہنچنے والا ہوں گا) اور تم سے پہلے وارد ہوں گا۔ تاکہ تمہارے لئے مہیا کروں تو جب تم لوگ آؤ گے اور مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں ثقلین

Presented by www.ziyaraat.net/

کے بارے میں تم سے سوال کروں گا کہ کیونکر ان کے حق میں تم نے میری قائم مقامی کی ہے راوی کہتا ہے کہ ہم نے نہیں سمجھا کہ ثقلین کیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک مہاجر نے اٹھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں ثقلین کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان میں بڑی چیز کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا دست قدرت میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا تاکہ لغزش نہ کرو اور گمراہ نہ ہو۔ اور اس سے چھوٹی چیز میری عترت ہیں ان میں جو میرے قبلہ کی طرف رخ کرے اور میری دعوت قبول کرے تو ان کو قتل مت کرو اور فریب مت دو اس لئے کہ میں نے صاحب لطف و احسان اور دانا خدا سے سوال کیا تھا تو اس نے قبول فرمایا کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں اور اپنی دونوں انگشت شہادت ملا کر فرمایا کہ اس طرح دونوں ملے ہوئے اور خدا نے مجھ سے فرمایا کہ دونوں کی مدد کرنے والا اے رسول تمہاری مدد کرنے والا ہے اور ان دونوں کو حقیر و ذلیل کرنے والے مجھے حقیر و ذلیل کرنے والے ہیں اور ان دونوں کے دشمن ہیں اے لوگو تم سے پہلے کوئی امت ہلاک نہیں ہوئی مگر اپنی نفسانی خواہشوں پر عمل کرنے کے سبب سے انہوں نے اپنے پیغمبر کی نقصان رسانی میں ایک دوسرے کی مدد کی اور ان لوگوں کو قتل کیا جو ان میں انصاف کے ساتھ حکم کرتے تھے۔

صاحب طرائف نے ثعلبی سے جو مفسران عامہ میں سے ہے۔ اس آیت **وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعًا** (پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۳) کی تفسیر میں چند طریقہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ایہا الناس میں تم میں دو امر بزرگ چھوڑتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے خلیفہ و جانشین ہیں اگر تم ان کو اختیار کروگے اور عمل کروگے اور اس کی متابعت کروگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ ایک دوسرے سے بزرگتر ہے کہ وہ کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین کے درمیان کھنچی ہوئی ریسمان ہے دوسرے میرے اہلبیتؑ ہیں۔ یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں جو ان کے درمیان متداول ہے صحیح ترمذی سے جس میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے روز عرفہ جناب رسول خداؐ کو ناقہ غضبا پر سوار خطبہ پڑھتے

ہوئے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں ... تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے کتاب خدا اور میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں ایضاً صحیح ترمذی سے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہوگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے بلند و بزرگ ہیں اور وہ ایک کتاب خدا ہے جو ایک ریسمان کشیدہ ہے زمین سے آسمان تک اور دوسری میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں لہٰذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کروگے اور احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے سلیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں میں اور حبیش بن المعتقر مکہ میں تھے ناگاہ ابوذر اٹھے اور کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر با آواز بلند ندا دی کہ ایہا الناس جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو وہ پہچان لے کہ میں جناب بن جنادہ ہوں میں ابوذر ہوں ایہا الناس میں نے پیغمبر خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کے مانند ہے جو ان کی قوم میں تھی جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ غرق ہوگیا اور میرے اہلبیتؑ کی مثال باب حطہ کی سی ہے جو بنی اسرائیل میں تھا۔ ایہا الناس میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ جب تک ان سے متمسک رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے کتاب خدا اور میرے اہلبیتؑ تا آخر حدیث۔ اس کے بعد جب ابوذر مدینہ میں آئے تو خلیفہ سوم نے ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان کو بلوایا اور کہا کہ تمہارے لئے کیا باعث ہوا کہ لوگوں کو تم نے کھڑے ہو کر موسم حج میں یہ حدیثیں سنائیں ابوذر نے جواب دیا کہ یہ عہد تھا جو مجھ سے رسول خداؐ نے لیا تھا اور مجھے اس کا حکم دیا تھا عثمان نے پوچھا کہ اس کا گواہ کون ہے یہ سنتے ہی امیر المومنین علیہ السلام اور مقداد اٹھ کھڑے ہوئے اور گواہی دی پھر وہ تینوں حضرات باہر چلے گئے تو عثمان نے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ اس کے دونوں مصاحب سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور کچھ ان کے ہاتھ آجائے گا۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

Presented by www.ziyaraat.net/

وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے دین پر اعتقاد رکھے اور میرے طریقہ پر عمل کرے اور میری سنت کی پیروی کرے اس کو چاہیئے کہ میرے اہلبیت میں اماموں کا اعتقاد بھی رکھے جو میری تمام امت سے بہتر ہیں یقیناً" اس امت میں ان کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے۔ اور عیون اخبار الرضا میں .سندہائے معتبر بسیار آنحضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوحؑ کی سی ہے جو اس کشتی میں اہلبیتؑ کی متابعت میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی اس کو پس گردن سر قتل کرکے آتش دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اسی حدیث کو ابن اثیر نے جو عامہ کے بہت بڑے عالموں میں سے ہیں نہایہ میں نقل کیا ہے۔ اور صحیفہ رضا علیہ السلام میں ہے اور عیاشی نے امام رضاؑ سے تفسیر آیہ **قُولُو حِطَّةٌ نَغفِر لَكُم خَطَايَا كُم** (پ ۱ سورہ بقرہ آیت ۵۸) کے بارے میں روایت کی ہے۔ کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ تمہارے لئے باب حطہ ہم ہیں۔

اس کے بعد امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لئے دروازہ حطہ نصب کیا گیا اور اے امت محمد ﷺ تمہارے واسطے باب حطہ خدا نے در اہلبیت محمد ﷺ کو نصب کیا ہے اور تم کو ان کی ہدایت کی پیروی اور ان کے طریقوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ خدا تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تمہارے نیک لوگوں کو ثواب زیادہ عطا فرمائے اور تمہارا باب حطہ بنی اسرائیل کے باب حطہ سے بہتر ہے اس لئے کہ ان کا دروازہ چند لکڑیوں کا تھا اور ہم سچی بات کرنے والے ہیں ہم صاحبان ایمان اور ہدایت کرنے والے اور افضل و اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ستارے آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے امان ہیں ان کے دین میں گمراہ ہونے سے اور وہ زمین میں ہلاک نہ ہوں گے جب تک کہ میرے اہلبیتؑ میں سے کوئی باقی رہے گا۔ جس کے اخلاق و سنت کی متابعت کرتے رہیں گے۔ ایضاً جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ میری زندگی کے مطابق زندگی گذارے اور میری روش کے مطابق دنیا سے رخصت ہو اور جنت عدن میں مقام حاصل کرے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور اس درخت تک رسائی حاصل کرے جس کو خدا نے اپنے دست قدرت سے بویا ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ہو جا

تو وجود میں آگیا تو اس کو چاہئے کہ علی علیہ السلام کی ولایت اختیار کرے اور ان کی امامت کا اقرار کرے اور ان کے دوست کا دوست رہے اور ان کے دشمن کو دشمن رکھے اور ان کے بعد ان کے افضل فرزندوں کی ولایت اختیار کرے جو خدا کی اطاعت کرتے ہیں اس لئے وہ میری طینت سے خلق ہوئے ہیں اور خدا نے میرا علم و فہم انہیں کرامت فرمایا ہے لہٰذا وائے ہو میری امت کے ان لوگوں پر جو ان کے فضل کی تکذیب کریں اور ان کے ساتھ میرے حق کی رعایت نہ کرے خدا ان کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

حدیث سفینہ نوح کو سید نے طرائف میں کتاب ابن مغازلی شافعی سے کئی طریقہ سے ابن عباس اور سلمہ ابن الاکوع ابوذر وغیرہ سے روایت کی ہے اور حدیث سفینہ اور حدیث باب حطہ کو سلیم بن قیس نے حدیثوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے اور حضرت سے عرض کی ہے کہ ان حدیثوں کو سو سے زیادہ فقہائے صحابی سے سنا ہے۔

ابن بابویہؒ امالی اور اکمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ ہو اور شہر میں داخل ہونا ممکن نہیں مگر اس کے دروازہ سے اور جو شخص تم کو دشمن رکھتا ہے وہ غلط دعوے کرتا ہے کہ مجھ کو دوست رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تمہارا گوشت میرے گوشت سے اور تمہارا خون میرے خون سے اور تمہاری روح میری روح سے اور تمہارا باطن میرے باطن سے اور تمہارا ظاہر میرے ظاہر سے ہے۔ تم میرے بعد میری امت کے امام اور میری امت پر میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ سعادت مند وہ ہے جو تمہاری اطاعت کرے اور شقی و بدبخت ہے وہ جو تمہاری نافرمانی کرے۔ اور خوش قسمت ہے وہ جو تمہاری ولایت اختیار کرے اور زیاں کار ہے وہ شخص جو تم سے دشمنی رکھے۔ اور نجات یافتہ ہے وہ شخص جو تم سے جدا نہ ہو اور ہلاکت میں ہے وہ جو تم سے الگ ہو جائے تمہاری اور تمہارے امام فرزندوں کی مثال میرے بعد کشتی نوحؑ کے مانند ہے کہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے انحراف کیا۔ وہ غرق ہوا۔ اور تمہاری مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

پھر زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی اھل بیتی الا وھم الخلیفتان من بعدی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔**

اور اکمال الدین، معانی الاخبار اور خصال میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جس میں سے ایک دوسرے سے بلند تر ہے۔ ایک کتاب خدا ہے آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ایک ریسمان ہے دوسری میری عترت ہے یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا کہ ان کی عترت کون ہے انہوں نے کہا کہ ان کے اہلبیتؑ۔

ایضاً ابو عمرو مصاحب ابو العباس نحوی لغوی سے میں نے سنا وہ کہتے تھے کہا ان دونوں چیزوں کو ثقل اس لئے کہا ہے کہ ان سے تمسک سنگین اور دشوار ہے۔

ابن بابویہ نے حدیث ثقلین کو اکمال الدین وغیرہ میں ابو سعید خدری سے پچیس سند سے، ابو ہریرہ، حضرت امیر المومنین علیہ السلام، زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ انصاری ابوذر غفاری زید بن ثابت وغیرہ صحابہ سے روایت کی ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حجتہ الوداع میں مسجد خیف میں فرمایا کہ میں تمہارا فرط ہوں میں تم سے پہلے حوض پر پہنچوں گا۔ اور تم میرے بعد وارد ہوگے اور حوض وہ ہے جس کا عرض بصرہ و شام کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے صنعائے یمن تک، اس پر خالص چاندی کے پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں۔ میں وہاں تم سے یقیناً ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ثقلین کیا ہیں فرمایا ایک کتاب خدا ہے جو ثقل بزرگ ہے جس کا ایک کنارہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑ لو تاکہ گمراہ نہ ہو اور کبھی لغزش نہ کرو۔ دوسرے میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں بے شک مجھ کو خدائے لطف و احسان نے دانا ظاہر و پوشیدہ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں مثل میری ان دونوں

انگلیوں کی گرہ کے اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ایک کو دوسرے سے بڑھا سمجھو میری ان دونوں انگلیوں کے مانند جن میں ایک دوسرے سے بڑی ہے اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے کو ملا کر دکھایا۔

ابن بابویہ نے اپنی اکثر کتابوں میں حضرت سید الشہداؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عترت کون ہیں۔ فرمایا کہ حسن، حسین کے فرزندوں میں سے نو امام ہیں اور ان کا نواں مہدیؑ اور قائم ہے (سلام اللہ علیہم) یہ کتاب خدا سے جدا نہیں ہونگے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور صفار نے بصائر الدرجات میں اور عیاشی نے تفسیر میں حدیث ثقلین کو بسند ہائے بسیار طریق اہل بیت سے روایت کی ہے اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے زمین میں تین محترم چیزیں قرار دی ہیں۔ قرآن میری عترت اور خانہ خدا ہے۔ لیکن قرآن میں لوگوں نے تحریف کی اور تغیر کر دیا۔ اسی طرح کعبہ کو بھی لوگوں نے خراب کیا۔ اور یوں ہی میری عترت کو قتل کیا۔ اور یہ تینوں خدا کی امانتیں تھیں اور ان سب کو لوگوں نے ضائع کیا۔

واضح ہو کہ حدیث ثقلین و سفینہ و باب حطہ یہ تینوں متواتر ہیں اور عامہ کے تمام لغوی حضرات نے اس کو نقل کیا ہے اور ابن اثیر نے نہایہ میں کہا ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی** تو ان کو ثقل کیوں فرمایا۔ اس لئے کہ ان سے تمسک کرنا اور عمل کرنا سخت و دشوار تر ہے اور ہر عمدہ و بہتر چیز کو ثقل کہتے ہیں اسی لئے ان کا نام ثقل رکھا کیونکہ وہ نہایت عظیم القدر و مرتبت ہیں۔ پھر نہایہ میں کہا ہے کہ حدیث میں ہے **مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من تخلف عنھا زج اللّٰہ فی النار** اور قاموس میں ہے کہ ثقل محرکہ ہر نفیس چیز ہے جس کو لوگ حاصل کر کے پوشیدہ رکھتے ہیں لہٰذا یہی معنی ہیں **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی** کے۔

سید مرتضیٰ نے شافی میں تحریر فرمایا ہے کہ حدیث ثقلین کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ تمام امت نے اس کو قبول کر لیا اور سوائے تاویل کے اس کی صحت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اور علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حدیث کی صحت میں شک ہوتا ہے تو پہلے اسی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اس کے بعد اس کی تاویل اور اس کے معنی میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا اس طریقہ سے روگردانی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں رکھتے اس کے بعد سید مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ آدمی کی عترت لغت میں اس کی نسل ہے مثل لڑکے اور لڑکے کی اولاد اور بعض اہل لغت نے کچھ اور وسیع کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی کی عترت اس کی قوم میں سب سے زیادہ نزدیک والے ہیں اس کے نسب میں لہٰذا قول اول کی بنا پر نہایت ظاہر واضح ہے کہ حقیقتاً لفظ جناب امام حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولاد پر شامل ہے اور قول ثانی کی بنا پر ان بزرگواروں نیز اس گروہ کے لئے شامل ہوگا جو قرب نسب میں مثل ان کے ہیں۔ (حیات القلوب جلد ۳ ص ۷۶ تا سطر ۳)

قصہ قرطاس

اسلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمایہ حیات تھا جس کی تبلیغ و ترویج میں آپ نے سعی و عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور خون پسینہ ایک کرکے اسے تکمیل کی منزل تک پہنچایا تھا۔ ہر شخص کی فطری و طبعی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی محنت و ریاضت کا ثمرہ دستبرد زمانہ سے محفوظ اور تخریب کاروں کی تاخت و تاراج سے بچا رہے وہ زندگی میں بھی اس کی نگہداشت کرتا ہے اور آخر وقت میں بھی اس کی طرف سے مطمئن ہو کر دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہے اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے زبانی ہدایت کی صورت میں یا تحریری وصیت کی شکل میں اس کا مستقبل محفوظ کر جانا اپنا اہم وظیفہ سمجھتا ہے تو اس صورت میں کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرتؐ اسلام کے تحفظ کی فکر سے اور اس کی حفاظت و بقا کی تدبیر سے غافل رہے ہوں گے جبکہ آپ کی فرض شناسی و منصبی ذمہ داری کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ہر اس طریق کار کو بروئے کار لائیں جس سے اسلام کا مستقبل محفوظ اور اس کے خلاف ہر تخریبی کاروائی کا سدباب ہو جائے اور اس صورت میں تو اس کی ضرورت اور زیادہ ناقابل انکار ہو جاتی ہے جبکہ ضلالت و گمراہی کے اندھیرے پھیلتے ہوئے نظر آرہے ہوں اور اس ظلمت کدہ عالم میں اور کوئی مشعل نبوت روشن ہونے والی نہ ہو۔

اس اہم ضرورت کے پیش نظر آنحضرتؐ نے سفر آخرت سے دو چار روز پہلے کاغذ و قلم طلب کیا تاکہ ایک نوشتہ لکھ کر چھوڑ جائیں جو رہتی دنیا تک منشور ہدایت کا کام دے اور امت مسلمہ ضلالت و گمراہی اور مختلف گروہوں میں بٹ جانے سے محفوظ ہو جائے۔ مگر کچھ لوگ اس تحریر میں آڑے آئے اور

قال عمر ان النبی غلبه الوجع وعندنا کتاب اللّٰه حسبنا۔ (صحیح بخاری۔ ج ۱، ص ۲۵)

"حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر پر درد کا غلبہ ہے ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے۔"

یہ بخاری کی روایت ہے۔ اور بخاری میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بھی درج ہے۔

قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابالن تضلو ابعده ابدا فتنازعوا لا ینبغی عند نبی تنازع فقالو اهجر رسول اللّٰه قال دعونی فالذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه۔ (صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۲۱)

"آنحضرت نے فرمایا تم ایک کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے اس پر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا مناسب نہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ پر ہذیانی کیفیت طاری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑو میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔"

جب جھگڑے نے طول کھینچا اور شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں تو پس پردہ سے ازواج پیغمبرؐ نے کہا۔

ائتوا رسول اللّٰه بحاجته قال عمر فقلت اسکتن فانکن صواحبه اذا مرض عصرتن اعینکن و اذا صح اخذتن اعینکن و اذا صح اخذتن بعنقه فقال رسول اللّٰه هن خیر منکم۔ (طبقات ابن سعد۔ ج۔ ص ۲۴۴)

"پیغمبر جو مانگتے ہیں دے دو۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تم چپ رہو تم وہی یوسف

Presented by www.ziyaraat.net/

کے پھول برسائے جاتے۔ البتہ بعض روایت میں کل کے بجائے بعض کی طرف نسبت ہے۔ ابن سعد تحریر کرتے ہیں۔

قال بعض من کان عندہ ان نبی اللّٰہ لیھجر۔ (طبقات ج ۲ ص ۴۲)

کچھ لوگوں نے جو وہاں تھے یہ کہا کہ رسول اللہ شدت مرض میں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔"

اس روایت میں کہنے والوں کا دائرہ پہلے سے محدود ہوگیا ہے مگر پھر بھی لفظ بعض سے قائل کی صحیح نشاندہی نہیں ہوتی البتہ شیخ شہاب الدین خفاجی نے بعض دوسرے علماء کی طرح اس بعض پر سے پردہ اٹھا کر صاف صاف لکھ دیا ہے۔

فقال عمر ان النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم لیھجر۔ (نسیم الریاض ج ۴ ص ۲۷۸)

حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔"

پیغمبر اکرمؐ کی طرف ہذیانی کیفیت کی نسبت خواہ کسی کی طرف سے ہو انتہائی سوء ادبی کا مظاہرہ ہے۔ مقام نبوت کا ادنیٰ عرفان رکھنے والا بھی ان لفظوں کو سن کر ایک مرتبہ تو لرز اٹھتا ہے کہ زبان وحی ترجمان ہذیان آشنا کیسے ہوگئی۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو آپ کی ہر جنبش لب کو وحی الٰہی کے زیر اثر اور ہر حکم کو حکم ربانی کا ترجمان مانا جاتا ہے اور ان کی زبان سے نکلی ہوئے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کو محفوظ کر لینا سعادت کا نشان سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف ہذیان کو تجویز کر کے ان کے ارشادات کو بے اعتماد بنانے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ انصاف سے کہیئے کہ قلم و کاغذ کے طلب کرنے اور وصیت لکھنے میں بدحواسی کی بات ہی کون سی تھی بلکہ آپ کا ارشاد کہ "میں ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔" آپ کے کمال صحت عقل و صحت حواس کا واضح ترین ثبوت ہے۔ پھر ہذیان کی نسبت کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ اور اگر بغرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت پر ہذیانی کیفیت طاری تھی اور اسی کیفیت کے زیر اثر قلم و کاغذ طلب کر رہے تھے تو اس میں مضائقہ ہی کیا تھا کہ آپ کی دلجوئی کے لئے قلم و کاغذ پیش کر دیتے وہ کوئی ایسی چیز تو مانگ نہیں رہے تھے جس میں خود ان کے لئے یا حاضرین میں سے کسی کے لئے نقصان یا گزند پہنچنے کا احتمال ہوتا اس طرح وہ لوگ اتباع رسول و احترام رسول کی ایک درخشاں مثال چھوڑ جاتے کہ انہوں نے پیغمبر کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی گوارا نہ کی کہ جو

والیاں ہو جب پیغمبر بیمار پڑتے ہیں تو آنسوے بہاتی ہو اور جب تندرست ہوتے ہیں تو ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تم سے تو بہتر ہی ہیں۔"

اندرون خانہ سے یہ آواز آتی رہی مگر کسی نے اس پر کان نہ دھرا اور قلم و کاغذ کے پیش کرنے سے مانع رہے پیغمبر اکرمؐ کو دنیا والوں کی بے وفائی کا رنج حکم کی خلاف ورزی کا ملال ہذیان کی تہمت کا صدمہ اور اس پر تو تکار اور چیخ پکار کی درد سری آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا قوموا عنی "میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔" تاریخ اسلام کا یہ کتنا عظیم المیہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی امت کی بہبود اور گمراہی سے تحفظ کے لئے وصیت قلمبند کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی آواز شور و غل میں دب کر رہ جاتی ہے اور آخر حسرت و اندوہ کے عالم میں اس دنیا سے کنارا کر جاتے ہیں۔ ابن عباس اس واقعہ کو یاد کر کے اتنا رویا کرتے تھے کہ سامنے رکھے ہوئے سنگریزے تر ہو جاتے تھے اور گلوگیر آواز میں کہتے۔

الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللّٰہ و بین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۴۴)

یہ مصیبت کتنی بڑی مصیبت ہے کہ صحابہ کے اختلاف اور ان کے شور و ہنگامہ کی وجہ سے رسول خدا اور تحریر وصیت میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔"

اس واقعہ میں تاویلات کا سہارا ڈھونڈا گیا الفاظ کے معنی و مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی گئی اور پورے مجمع کو اس جرم و جسارت کا مرتکب قرار دے کر اصل مرتکب پر پردہ ڈالا گیا مگر یہ سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور حقیقت چھپائے سے نہ چھپ سکی۔ بخاری کی دونوں مندرجہ روایتوں کی یہی صورت ہے چنانچہ پہلی روایت میں جہاں پیغمبر پر درد کے غلبہ کا ذکر ہے کہنے والے کا نام حضرت عمر درج کیا گیا ہے کو صیغہ جمع میں چھپا دیا گیا ہے یعنی جس روایت کے الفاظ ہلکے اور سبک ہیں وہاں کہنے والے کا نام ظاہر کر دیا جاتا ہے اور جس میں الفاظ درشت اور نازیبا ہیں وہاں کہنے والے کا نام نہیں لیا جاتا مگر اس سے پردہ پوشی کا کام نکلتا نظر نہیں آتا اس لئے کہ جب سب ہی کہہ رہے تھے تو جس کا کردار ان سب میں نمایاں رہا ہو وہ ان سے علیحدہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو تاریخ میں بڑی جلی سرخیوں سے اس کا ذکر آتا اور مدح و ستائش

Presented by www.ziyaraat.net/

ہذیانی حالت میں دیا گیا تھا۔

اس مقام پر حکم رسول سے سرتابی کا جواز پیدا کرنے کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ دین کی تکمیل ہو چکی تھی وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اب کسی تحریر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بیشک دین کی تکمیل ہو چکی تھی مگر تکمیل کے معنی یہ تو نہیں ہیں کہ اب امت گمراہی سے محفوظ بھی ہو چکی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ مسلمانوں کے عقائد میں تصادم ہوتا نہ نظریات میں تضاد پایا جاتا اور نہ مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے نظر آتے یہ باہمی تفرقہ اور گروہ بندی گمراہی ہی کا تو نتیجہ ہے جسے دین کی تکمیل روک نہ سکی۔ انہی فکری و اعتقادی گمراہیوں کا سدباب کرنے کے لئے پیغمبرؐ نوشتہ تحریر کرنا چاہتے تھے اور یہ کہنا کہ اس کی ضرورت ہی کیا تھی تو ہمیں اس کی ضرورت و عدم ضرورت کا فیصلہ کرنے کے بجائے رسول اللہؐ پر اس کا فیصلہ چھوڑ دینا چاہئے اگر وہ اس کی ضرورت و اہمیت نہ سمجھتے تو قلم و دوات کیوں طلب کرتے اور جب انہوں نے ضروری سمجھا تو ہمیں غیر ضروری کہنے کا حق کہاں سے پہنچتا ہے اور یہ بات تو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ وحی منقطع ہو چکی تھی اس لئے یہ حکم وحی نہ تھا اس لئے کہ وحی کا سلسلہ آنحضرتؐ کے آخری لمحۂ حیات تک جاری رہا۔ چنانچہ انس ابن مالک کہتے ہیں۔

ان اللہ تبارک و تعالیٰ تابع الوحی علی رسول اللہ قبل وفاتہ حتی توفی واکثر ما کان الوحی فی یوم توفی۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ۹۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ پیغمبرؐ کے قبل وفات سے لے کر ان کے مرتے دم تک برابر جاری رکھا اور سب سے زیادہ وحی اس دن نازل ہوئی جس دن آپ نے رحلت فرمائی۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر جو کچھ فرما رہے تھے اور جو کچھ تحریر کرنا چاہتے تھے وہ وحی کی ہدایت اور وحی کی تعلیم کے ماتحت تھا مگر سیاسی مصالح کے پیش نظر اس کے آگے نہ صرف دیوار کھڑی کر دی گئی بلکہ اسے ہذیان کہہ دیا گیا تاکہ رسول اگر کچھ لکھ بھی جائیں تو اسے یہ کہہ کر مسترد کیا جاسکے کہ یہ ہذیانی حالت کی لکھی ہوئی تحریر ہے جو قابل عمل نہیں ہے اور اس طرح اسے بے اثر بنا کر رکھ دیا جاتا اور لکھنا نہ لکھنا برابر ہو جاتا۔

اس پر بھی ایک نظر کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر پیغمبر کیا لکھنا چاہتے تھے اور اس کی

ضرورت کیوں پیش آئی۔ کتب تاریخ و حدیث شاہد ہیں کہ پیغمبر بستر مرگ پر اور اس سے پہلے بھی بار بار فرماتے تھے۔

انی تاریک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلو ابعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ حبل ممدودمن السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

ایک اللہ کی کتاب ہے جو ایک (مظبوط) رسی ہے جس کا ایک سرا آسمان پر اور ایک زمین پر اور دوسری میری عترت ہے جو میرے اہلبیت ہیں یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ تم خود ہی سوچو کہ تمہیں ان دونوں کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہئے۔

اور جب وفات کا وقت قریب آیا تو علی کو ہاتھ سے بلند کرکے فرمایا۔

ھذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسالھما ما خلفتم فیھما۔ (صواعق محرقہ۔ ۱۲۶)

"یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ میں ان دونوں سے پوچھوں گا کہ تم ان کے حق میں کیسے ثابت ہوئے۔"

اس حدیث سے پہلی حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے قرآن و اہلبیت کی اتباع کو ضلالت و گمراہی سے تحفظ کی سپر قرار دیا ہے جسے ان لفظوں میں بیان کیا ہے **لن تضلوا بعدی** (میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے) اور اس موقع پر بھی اپنی تحریر کو گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ بتاتے ہوئے بعینہ انہی الفاظ کا اعادہ کیا ہے **لن تضلوا بعدہ** (اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے) اس سے ہر ذی شعور و بافہم انسان یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ آنحضرت نے گمراہی سے تحفظ کے لئے جس چیز کا قولاً اعلان کیا تھا اسی کو عملاً تحریر میں لانا چاہتے تھے تاکہ ہر لحاظ سے حجت تمام ہو جائے اور آپ کے بعد رہنمائی کے لئے انہی پر انحصار کیا جائے یہ ایک طرح سے آپ کی نیابت و جانشینی کی دستاویز تھی جس کا پہلے سے اظہار کرتے چلے آرہے تھے اور غدیر خم میں اس کا اعلان بھی کر چکے

Presented by www.ziyaraat.net/

تھے۔ اس اعلان سے اگرچہ فریضہ تبلیغ ادا ہوگیا تھا مگر جیش اسامہ میں بعض لوگوں کے تخلف و اعراض اور دوسرے قرائن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ اس کی عملی تکمیل میں مانع ہوں گے اس لئے پیغمبرؐ نے زبانی اعلان کو تقویت دینے کے لئے اسے تحریری صورت میں پیش کرنا ضروری سمجھا تاکہ اس تحریری دستاویز کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف کوئی اقدام عمل میں نہ آنے۔ حضرت عمر اس سے بے خبر نہ تھے کہ پیغمبرؐ قرآن کے ساتھ اہلبیتؑ کے اتباع کو بھی ضروری سمجھتے ہیں اور لفظ **لن تضلوا** سے تو واضح طور پر سمجھ گئے تھے کہ آنحضرت علیؑ کے بارے میں جنہیں قرآن کا قرین و مصاحب قرار دیا ہے وصیت تحریر کرنا چاہتے ہیں اور یہ چیز ان کے مستقبل کے عزائم میں سدراہ ہو سکتی تھی اس لئے **عندنا کتاب اللّٰہ حسبنا** کہہ کر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا۔ یہ جملہ اگرچہ ایک ہنگامی ضرورت کی بنا پر کہا گیا تھا مگر کچھ عرصہ بعد یہ برگ و بار لایا اور ایک فرقہ نے اپنے عقائد کی بنیاد اس پر رکھ دی اور قرآن کے علاوہ حدیث تک کی ضرورت سے انکار کر دیا حالانکہ حضرت عمر حدیث پر عمل پیرا ہو کر عملاً" قرآن کے ناکافی ہونے کا اعتراف کرتے رہے تھے چنانچہ جب خلافت کے سلسلہ میں مہاجرین و انصار میں نزاع کی صورت رونما ہوئی تو قرآن کو رفع نزاع کا ذریعہ قرار دینے کے بجائے **الائمۃ من قریش** (امام قریش میں سے ہوں گے) سے اپنے حق کی فوقیت کا اثبات کیا اور وراثت رسول کے سلسلہ میں قرآن سے دلیل ڈھونڈنے کے بجائے **انا معاشر الانبیاء لا نورث** (ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے) پر اعتماد کیا اور جن جن مواقع پر **لو لا علی لھلک عمر** (اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) کہا گیا وہاں پر قرآن سے حل تلاش کرنے کے بجائے علیؑ سے رہنمائی طلب کرتے رہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ قرآن کو کافی کہنے کے باوجود عمل کے اعتبار سے صرف اسی پر انحصار نہ کرتے تھے بلکہ حدیث کو بھی مورد اعتماد و عمل سمجھتے تھے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ قرآن اپنی جامعیت کے باوجود اپنے حقیقی ترجمان کے بغیر کافی نہیں ہو سکتا ورنہ تو رسول کی ضرورت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ سیرت امیرالمومنین جلد ۱ ص ۳۲۳

جناب جسٹس آغا محمد سلطان مرزا تحریر فرماتے ہیں۔

دن بدن جناب رسول خداؐ کو اپنے اصحاب کی اصلی نیتوں اور ارادوں کا پتہ چلتا جاتا تھا اور جوں جوں آپ کا مرض بڑھتا جاتا تھا ان اصحاب کی نیتیں اور تجویزیں عریاں ہوتی جاتی تھیں۔ جیش اسامہ سے تخلف کرنے سے ان کی نیتوں پر سے آخری پردہ اٹھا دیا تھا اب جناب رسول خداؐ نے حجت پوری کرنی چاہی جب آپ پر شدت مرض بڑھتی گئی اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اب آپ کا آخری وقت ہے تو اس موقعہ پر آپ نے مناسب سمجھا کہ وصیت خلافت کو تحریر کر دیا جائے یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ عام حالات میں بھی مرنے والے سے ہر ایک کو ہمدردی ہوتی ہے محبت بڑھ جاتی ہے اس کی خواہشوں اور وصیتوں پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اس وقت تقریر جانشین کی تحریر کے لئے قلم و دوات و کاغذ طلب کرنا آپ کی آخری حجت تھی لیکن جو بزرگوار کہ حصول حکومت کی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے وہ بھی سمجھ گئے کہ ان کے لئے بھی یہ نازک موقعہ ہے اگر رسولخدا نے کچھ تحریر کرا کر اس پر اپنی مہر لگا دی تو ہماری تجویزوں اور تدبیروں میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ اس حکم کی تعمیل میں مانع ہوئے اور یہ کہکر مجلس رسولؐ میں شور و شغب پیدا کر دیا کہ اب مزید کیا ہدایت ہو سکتی ہے ہمارے لئے تو قرآن کافی ہے رسول خداؐ تو شدت مرض کی وجہ سے (معاذ اللہ ہذیان بک رہے ہیں اگر کچھ اور واقعات نہ بھی ہوتے جن سے اندازہ کیا جاسکتا کہ جناب رسول خداؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے تو صرف ان حضرات کا فقط کاغذ دوات کی طلبی پر چراغ پا ہو جانا اور تحریر میں مانع ہونا ہی صاف بتا رہا ہے کہ وہ کیا تحریر ہوتی اور کس کے حق میں ہوتی غور کیجئے انہیں کیوں خطرہ پیدا ہوگیا پہلے ہی سے ہذیان کا حکم کیوں صادر کر دیا۔ اگر حضرت عمر اور ان کی جماعت کی رائے میں جناب رسول خداؐ محض ایک معمولی آدمی تھے اور شدت مرض سے ان کو بھی ہذیان لاحق ہونے کا امکان تھا تو اس شدومد سے بغیر مضمون معلوم کئے مانع ہونے کے کیا معنی وہ تحریر خود ہی بتا دیتی کہ میں ہذیان کا نتیجہ ہوں ان کی زبان بے ادبی سے بچ جاتی اور ہذیان خود بن کہے ظاہر ہو جاتا امامت نماز کا اشارہ بھی تو اسی مرض کے دوران میں بیان کیا جاتا ہے اس وقت حضرت نے کیوں نہ ہذیان کا حکم لگایا۔ کیا اس سے پہلے جناب رسول خداؐ نے کبھی سوائے قرآن شریف کے آیتوں کے دہرانے کے کوئی ہدایت

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے جمعرات ہائے جمعرات کا دن سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ پھر ابن عباس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے میں دیکھتا تھا کہ گویا موتیوں کی لڑی ہے ابن عباس نے کہا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ کاغذ و دوات یا تختی و دوات لاؤ میں ایک ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ پھر تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لیکن لوگوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہذیان بک رہے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وقت احتضار ہوا تو دولت سرائے نبوت میں عمر بن الخطاب اور دیگر حضرات موجود تھے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے ایسا وثیقہ لکھدوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو حضرت عمر بولے کہ یہ بات تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غلبہ مرض کی وجہ سے کہہ رہے ہیں ورنہ تمہارے پاس تو قرآن شریف موجود ہے اور کتاب اللہ ہی محض ہمارے لئے کافی ہے اس پر حضار خانہ میں اختلاف ہوا ان میں سے بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرو اکثر وہ کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا۔ جب بہت شور و شغف ہوا تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ پس ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ بات جو ان لوگوں کے شور و لغو کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارادہ کتابت وثیقہ میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کچھ نہ لکھ سکے۔

صحیح مسلم مطبوعہ محمد علی. بمیدان الازہر. بمصر الجزء الخامس کتاب الرعیتہ ص ۷۵، ۷۶

صحیح بخاری میں یہ روایت سات جگہ دہرائی گئی ہے (۱) **کتاب العلم باب کتابت العلم** (۲) **کتاب الجہاد والسیر، باب ھل یستشفع الی اھل الذمة ومعاملتھم** (۳) **کتاب الخمس باب اخراج الیھود من جزیرة العرب** (۴) **باب مرض النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و وفاتہ** (۵) **باب مرض النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و وفاتہ** (۶) **کتاب المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنی** (۷) **کتاب الاعتصام باب**

نہیں فرمائی تھی اس وقت کیا بات تھی کہ بغیر اس ہدایت کے سنتے ہی آپ نے اس کو روکنا چاہا اور آنحضرتؐ پر ہذیان تک کی تہمت لگا دی حضرت عمر کا طرز عمل صاف بتا رہا ہے کہ ان کے کیا ارادے تھے کس طرح ان کی تکمیل کرنا چاہتے تھے آنحضرتؐ کا کونسا ارشاد تھا جس سے اعراض مقصود تھا۔

اب ہم اس غم اندوز اور دلسوز کہانی کو ان ہی بزرگوں کی زبانی سناتے ہیں صحیح مسلم میں یہ واقعہ مختلف طریق و اسناد کے ساتھ درج ہے۔

حدثنا اسحاق بن ابراھیم اخبر نا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحتہ بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم جعل تسیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام اللؤلوء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائتونی بالکتف والدواة (اواللوح والدواة) اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا" فقالو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یھجر وحدثنی محمد بن رافع و عبد بن حمید قال عبد اخبرنا وقال بن رافع حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزھری عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و فی بیت رجال فیھم عمر ابن الخطاب فقال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ھلم اکتب لکم کتاب بالا تضلون بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتابا لن تضلوا بعدہ و منھم من یقول ما قال عمر فلما اکثر واللغو والاختلاف عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قوموا قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیتہ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و بین ان یکتب لھم ذالک الکتاب من اختلافھم و لغطھم۔

Presented by www.ziyaraat.net/

کراھیۃ الاختلاف۔

ان میں سے دو عبارتیں ہم نقل کرتے ہیں۔

عن ابن عباس انه قال یوم الخمیسن وما یوم الخمیس ثم بکٰی حتی خضب ومعه العصباء فقال اشتد برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم وجعه یوم الخمیسن فقال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا" فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ہجر رسول اللّٰی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فقال دعونی والذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه و اوصی عند موته بثلاث اخرجو المشرکین من جزیرة العرب اجیز وا الوفد بنحو ماکنت اجیز هم و نسیت الثالثة۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہا انہوں نے کہ جمعرات کا دن کیسا تھا وہ دن تھا جمعرات کا دن پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں نے زمین کی کنکریوں کا رنگ بدل دیا کہا کہ جمعرات کے دن جناب رسول خداؐ کا مرض زیادہ تیز ہوگیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا صحیفہ لکھدوں کہ پھر اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے اختلاف و تنازعہ کیا۔ حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ان لوگوں نے کہا کہ رسول خداﷺ ہذیان بک رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے رہنے دو جس حالت میں میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس حالت کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو اور آنحضرتؐ نے اپنی وفات کے نزدیک تین وصیتیں کیں (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکالو (۲) وفود کے ساتھ اسی طرح سلوک کرو جس طرح میں کرتا تھا۔ تیسری وصیت (راوی) بھول گیا۔

(اسمائے روایان عربی میں)

صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب هل لیتشفع الی اهل الذمته و معاملتهم حدثنا ابراهم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام عن معمر عن الزهری عن عبید اللّٰه بن عبداللّٰه عن ابن عباس قال لما حضر النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم قال وفی البیت رجال منهم عمر بن الخطاب قال هلم اکتب لکم کتابا

لن تضلوا بعده قال عمر ان النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم غلبه الوجع و عند کم القران فحسبنا کتاب اللّٰه واختلف اهل البیت واختصموا افمنهم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم کتابالن تضلوا بعده ومن هم من یقول ما قال عمر فلما اکثر واللغو والاختلاف عند النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم قال قومواعنی قال عبید اللّٰه فکان ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم و بین ان یکتب لهم ذالک الکتاب من اختلافهم و لغطهم۔

ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ جب جناب رسول خداﷺ کا وقت رحلت نزدیک آگیا اور اس وقت دو تکدہ میں بہت سے لوگ تھے جن میں سے ایک عمر بن الخطاب بھی تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ پھر جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے حضرت عمر نے کہا۔ کہ رسول خدا پر اس وقت بیماری کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے وہ لوگ جو وہاں جمع تھے آپس میں جھگڑنے لگے۔ کچھ تو ان میں سے ایسے تھے جو کہتے تھے کہ ہاں سامان کتابت لاؤ۔ رسول خداﷺ تمہیں ایک صحیفہ لکھ دیں گے کہ جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اور کچھ ان میں سے حضرت عمر کے ہمزبان ہوگئے جب انہوں نے بے ہودہ کلامی زیادہ کی اور رسول خداﷺ کے پاس شور و شغف بڑھ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہ سخت مصیبت تھی جو رسول خدا اور ان کے کتابت صحیفہ کے درمیان اس وجہ سے حائل ہوگئی۔ کہ لوگوں نے بہت بے ہودہ کلامی کی۔

مسند امام احمد حنبل میں ہے:۔

عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس انه قال یوم الخمس ثم جعل تسیل دموعه حتی رایت علی خدیه کانها نظام الؤ لوء قال رسول اللّٰه صلعم ائتونی بالکتف والد واة اللو والدواة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا ان رسول اللّٰه یهجر۔ مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول ص ۳۳۶ و ص ۳۵۵

Presented by www.ziyaraat.net/

سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن عباس سے عبد اللہ ابن عباس کہتے تھے ہائے جمعرات کا دن اور پھر ان کے آنسو جاری ہوگئے میں دیکھتا تھا کہ ان کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑیاں ہیں اور کہا کہ یہ وہ دن تھا کہ جب جناب رسولؐ نے فرمایا کہ دوات و شانہ یا دواۃ اور تختی میرے پاس لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا و ثیقہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ تو ہذیان بکتے ہیں۔

وقال الخفا جی فی نسیم الریاض وفی بعض طرق هذا لحدیث قال عمران النبی یهجر۔

ترجمہ :۔ شہاب الدین خفا جی کتاب نسیم الریاض شرح شفائی قاضی میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے بعض طریق میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پیغمبر تو ہذیان بک رہے ہیں۔

روی الطبرانی عن عمر قال لما مرض النبی صلعم قال ادعولی بصحیفته ودواۃ اکتب کتابا لا تضلوا بعده ابدا" فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون بالقول رسول اللّٰه صلعم فقلت انکن صواحبات یوسف اذ مرض رسول اللّٰه صلعم عصر تن اعینکن واذا صح رکبتین عنقه فقال رسول اللّٰه دعو هن فانهن خیر منکم۔ حدیث ۲۳۲۲ الجزاء الرابع حدیث نمبر ۶۸۸ ۵۲

طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے بحالت مرض ارشاد فرمایا کہ کاغذ و دوات میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم لوگ اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے ازواج رسولؐ میں سے چند نے پردہ میں سے کہا کہ کیا تم لوگ جناب رسولخداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں سنتے ہو۔ میں نے ان بیبیوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم صواحبات یوسف کی طرح ہو جب رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوتے تو تم روتی ہو اور صحت کی حالت میں ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سن کر آنحضرتصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو وہ تم سے بہتر ہیں۔

اس قضیہ کو بہت شرح و بسط کے ساتھ ابن سعد نے اپنے طبقات میں درج کیا ہے (ج ۲

ق ۲) نیز ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی وفات النبی ص ۵۴۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی جہاں اس واقعہ منع تحریر وصیت کو متفق علیہ لکھا ہے جناب رسول خداؐ کی ساری عمر کی ہدایات و مواعظ و نصائح کا لب لباب اور آپ کی ساری تبلیغ رسالت کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے لئے صراط مستقیم صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ کتاب خدا و عترت رسول خدا کی پیروی کریں یہ دونوں مل کر مسلمانوں کو گمراہی سے بچائیں گے اور تا قیام قیامت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے ان میں صرف ایک رکن ہدایت کے لئے ناکافی ہے۔ قران خود صامت ہے وہ اپنے معنی خود نہیں بتا سکتا وہ خود کہتا ہے کہ اس کی صحیح تاویل اور مشکل آیات کے درست معنی صرف راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے علی میرے علم کے شہر کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سوائے علیؑ کے اور کہیں نہیں پائے گا۔ بستر مرگ پر بھی آنحضرتؐ اسی مقصد کے حصول کو استوار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ حضرت علیؑ کی قیادت و سیادت کو تسلیم کرنا جناب عمر اور ان کی جماعت کے مدعا کے خلاف تھا لہٰذا حضرت عمر نے آنحضرتؐ کی خواہش کو پورا ہونے سے روکا اور اپنے مقلدین کو سمجھایا کہ نہیں ہمارے لئے صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے اسلام میں یہ پہلا اختلاف تھا۔ جو واقع ہوا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد جتنے اختلافات اسلام میں پیدا ہوئے اور جتنے فرقے اور جماعتیں ظاہر ہوئیں ان سب کا باعث اور سبب اعظم یہ ایک اختلاف تھا چنانچہ علامہ شہرستانی اپنی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں۔

قال الشهر ستانی فی الملل والنحل اول تنازع فی مرضه علیه السلام فیماروی محمد بن اسماعیل البخاری باسناده عن عبداللّٰه بن عباس قال لما اشتد برسول اللّٰه صلعم مرضه الذی مات فیه قال ائتونی بداوۃ و قرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی فقال عمر ان رسول اللّٰه قد غلبه الوجع حسبنا کتاب اللّٰه و کثر اللغط فقال النبی صلعم قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس الرزیه کل الرزیه ماحال بیننا و بین کتاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم۔

علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا اختلاف و تنازعہ اسلام میں وہ ہے جو

Presented by www.ziyaraat.net/

رسول مقبول کے اس مرض کے دوران میں ہوا جس میں آپ نے انتقال فرمایا وہ یہ تھا کہ جس کو محمد بن اسماعیل بخاری نے کتاب صحیح میں اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ پھر میرے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ رسولؐ پر تو اس وقت بیماری نے غلبہ کیا ہے ہمارے لئے تو محض کتاب خدا ہی کافی ہے اس پر بے ہودہ کلامی و شور و شغب بڑھ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے پاس تمہارا شور و شغب جائز نہیں ہے اس پر عبداللہ بن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت و عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف و تنازعہ جس نے ہمارے اور رسول خدا کی تحریر کے درمیان حائل ہو کر آنحضرتؐ کو کتابت صحیفہ سے باز رکھا۔

شہرستانی کتاب الملل والنحل برحاشیہ کتاب الفصل لامام ابن حزم ص ۲۳

علامہ شہرستانی دوسرا اختلاف جیش اسامہ سے تخلف کرنے کو بیان کرتے ہیں کیونکہ اگرچہ اس واقعہ کی ابتداء قضیہ قرطاس سے پہلے ہوئی اور وہ وقت کے لحاظ سے تو پہلے ہوا تھا لیکن اور چونکہ اس کے بعد تک جاری رہا لہٰذا قضیہ قرطاس ہی کو پہلا اختلاف کہنا چاہئے جیسا کہ شہرستانی و صاحب شرح مواقف نے لکھا ہے۔ شرح مواقف کی عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں لیکن اس کے ایک حصہ کو دہرانا یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

قال الامدی کان المسلمون عند وفات النبی علی عقیدة واحدة و طریقته واحدة الا من کان یبطن النفاق یظهر الوفاق ثم نشاء الخلاف فیما بینهم اولا فی امور اجتهادیه لا تو جب کفر اولا ایمانا و کان غرضهم منها اقامة مراسم الدین ادامتبناهج الشرع القویم و ذالک کا ختلافهم عند قول النبی فی مرض موته ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلو بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبه الوجع حسبنا کتاب اللّٰه و کثر اللغط فی ذالک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع شرح مواقف

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرت کی موت تک تمام مسلمان ایک عقیدہ و طریقہ ○ پر مجتمع تھے سوائے ان لوگوں کے جو دل میں نفاق رکھتے تھے اور دوستی ظاہر کرتے تھے پھر صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے اولاً تو وہ ایسے اختلافات تھے جو اور اجتہادیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی وجہ سے نہ کفر واجب ہوتا تھا اور نہ ایمان پر اثر ڈالتے تھے اس اختلاف کی غرض صرف اقامت دین و شرع تھی اور ایسے اختلافات تھے جیسے کہ مثلاً جب اپنے مرض موت میں آنحضرت نے فرمایا کہ کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا ہدایت نامہ لکھ دوں کہ پھر تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول خداؐ پر مرض کا غلبہ ہے ہمارے لئے تو صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے بیہودہ کلامی یہاں تک بڑھ گئی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے پاس تنازعہ کرنا جائز نہیں۔

صاحب شرح مواقف کی اس توجیہ و تشریح کی وقعت کا اندازہ خود اہل غور کر لیں ہمیں تو حیرت ہے کہ بسا اوقات تعصب کس طرح انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے یہ اختلاف آپس میں مسلمانوں کا اختلاف نہ تھا کہ جس میں اجتہادی غلطی کا امکان ہوسکتا بلکہ یہ اختلاف اس رسول سے تھا جو خود شارع و بانی دین تھا۔ جناب رسول خداؐ کے خلاف کوئی اجتہاد کارگر نہیں ہو سکتا۔ پھر اس اختلاف کو باعث تقویت اس دین کو سمجھنا جس دین کا شارع و بانی وہ رسول تھا کہ جس سے یہ اختلاف تھا۔ توجیہ لا طائل و تاویل باطل کی بین مثال ہے اس کو موجب کفر نہ قرار دینا بلکہ باعث تقویت دین سمجھنا صرف حضرت آمدی ہی سے ممکن ہو سکتا ہے ہماری غرض تو اس تحریر کی نقل سے یہ ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ گروہ اہل حکومت بھی مانتا ہے کہ اسلام میں پہلا رخنہ اور اختلاف تھا۔

جب آنحضرتؐ کو صحابہ کی طرف سے نا امیدی ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ یہ ضرور تنازعہ کریں گے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر دیر تک راز کی باتیں کیں اور صبر کی تلقین فرمائی تاریخ طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ابعثوا الی علیا فادعوه فقالت عائشته لو بعثت الی ابی بکر و قالت حفصة لو بعثت الی عمرنا

Presented by www.ziyaraat.net/

جمعوا عنده جمیعا" فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم انصرفوا فان تک لی حاجته ابعث الیکم فانصرفوا۔

ابو جعفر محمد جریر الطبری تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۹۵

وقائع سنت الحادیه عشره۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اسی مرض کے دوران میں جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلواؤ حضرت عائشہ نے کہا کہ کاش آپ ابوبکر کو بلاتے اور حفصہ نے کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے پس اتنے میں یہ حضرات وہاں جمع ہوگئے آنحضرت نے جب علی کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اگر تمہاری ضرورت ہوگی تو میں خود تم کو بلا لوں گا یہ سن کر وہ لوگ چلے گئے۔

یہ واقعہ صاحبان غور کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے مدعا پر بہت اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے حصول حکومت کی جو تدبیریں کی جا رہی تھیں ان میں ان دونوں محذرات کا بہت بڑا حصہ تھا کسی موقعہ کو یہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں اور آنحضرت کو معمولی انسان سمجھ کر آپ کی جسمانی کمزوری و بیماری کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں اور اپنی رائے کے مطابق عمل کروانا چاہتی تھیں جب آنحضرتؐ نے نہ مانا تو خود ہی دونوں نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ لیکن چونکہ یہ مطلوب نہ تھے آنحضرتؐ نے ان کو واپس کر دیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کو اہم کام کے لئے طلب کیا تھا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے صحابہ کی کیفیت بیان کرکے صبر کی تلقین کرنا چاہتے تھے اور ساتھ ہی ان کو امامت نماز کے لئے مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ و حفصہ مطلب سمجھ گئیں اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ جب آنحضرت نے ان سے اصل مدعا نہ کہا۔ اور واپس کر دیا تو خود ہی حضرت عائشہ نے اپنے والد ماجد کو امامت نماز پر کھڑا کر دیا۔

آخر کار علی کو بلایا گیا۔ تاریخ روضتہ الاحباب میں محدث شیرازی تحریر کرتے ہیں آخر کار حضرت علیؑ تشریف لائے اور آنحضرتؐ ان سے راز کی باتیں کرتے ہیں۔

فرمود بخو ایند برادر من علی را علی بیامد و ببالین وے نشست حضرت سرخود راز بستر برداشت۔ امیر درشیب بغل وے در آمده سر

مبارکش را بر باز وے خویش نہاد آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ ازوے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم ز نہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی وائے علی تو اول کسی خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسے امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگ دل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چوں بینی کہ مردم دنیا را اختیار کر دند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی

ترجمہ :۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ حضرت علیؑ آئے اور آپ کے سرہانے بیٹھے۔ آنحضرت نے اپنا سر تکیہ سے اٹھایا اور حضرت علیؑ کو اپنی بغل میں لے لیا اور آنحضرت کا سر حضرت علیؑ کے بازو پر تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اسامہ کے لئے کچھ قرض لیا تھا دیکھو ضرور بالضرور اس کو میری طرف سے ادا کر دینا۔ اے علیؑ تم پہلے وہ شخص ہو گے جو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے میرے بعد تم کو بہت سے مصائب و تکالیف پہنچیں گے۔ تم کو چاہیئے کہ دل تنگ نہ ہو اور صبر کرو اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی۔ تو تم آخرت تیار کرنا۔

غرضیکہ ثابت ہے کہ اس موقع پر فقرہ ان الرجل لیھجر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق کہا گیا اور اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے

۔ روایات سابقہ کی عبارات پڑھنے سے یہ صاف ظاہر ہے اور شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض میں یہ لکھا ہے۔ ابن الاثیر جزری نے نہایت العقول میں لکھا ہے۔

وعنه حدیث مرض النبی قالوا ماشانه اهجرای اختلف کلامه بسبب المرض علی سبیل الاستفهام ای هل تغیر کلامه و اختلط لاجل مابه من المرض هذا احسن ما یقال فیه ولا یجعل اخبارا" فیکون من الفحش والهذیان والقائل کان عمر ولا یظن به ذالک ابن الاثیر نہایت العقول

ایک حدیث مرض رسولؐ ہے وہاں جو صحابہ حاضر تھے انہوں نے کہا کہ رسول کی کیا حالت

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے کیا رسول کو ہذیان ہوگیا ہے یعنی کیا ان کا کلام بسبب مرض کے متغیر و متخلط ہوگیا ہے اور یہ اس واقعہ کی بہت اچھی تاویل ہے یہ استفہامیہ ہے نہ کہ امر واقعہ کی خبر اگر اس کو خبر سمجھیں تو پھر فحش اور ہذیان عائد ہوتا ہے اور یہ ہم نہیں مان سکتے کیونکہ اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے اور ان کی نسبت ایسا قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔

جماعت اہل حکومت میں بڑے اعلیٰ اعلیٰ منطقی و فلاسفر گزرے ہیں۔ لیکن جب کبھی وہ اپنے آئمہ سقیفہ بنی ساعدہ کے کسی فعل یا قول کی حمایت یا تشریح کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سے کسی کا منطق و ذہن کام نہیں کر سکتا۔ اس میں ان کا یا ان کی منطقی قابلیت کا قصور نہیں وہ فعل یا قول ہی ایسا ہوتا ہے کہ جو شرمندہ توجیہ و تشریح و منطق نہیں ہونا چاہتا۔ ابن الاثیر کی توجیہ ملاحظہ کی۔ استفہام کی کیوں ضرورت ہوئی۔ آنحضرتؐ کے قول میں کونسی بات تھی۔ جس سے ہذیان کا شبہ ہوتا۔ اگر استفہام تھا۔ تو محذرات عصمت نے پردہ میں سے کیوں کہا کہ حکم رسول کی تعمیل کرو۔ انہوں نے تو سمجھ لیا۔ جو باہر نزدیک تر تھے انہیں کس بات نے مغالطہ میں ڈالا۔ اگر وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے تو پھر حضرت عمر ازواج رسول پر ان کے اس کہنے کی وجہ سے ناراض اور اتنے چراغ پاکیوں ہوئے۔ اور اگر شبہ تھا تو پھر کیا اور کس طرح تحقیقات کی۔ اور اس تحقیقات کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کا کونسا فعل تھا جس سے انہیں اس ہذیان کا یقین ہوگیا اور اس یقین کی وجہ سے قلم و دوات پیش نہیں کیا۔ اگر محض استفہام ہوتا تو آنحضرتؐ اتنے ناراض ہو کر یہ نہ فرماتے کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ جس حالت میں میں ہوں وہ بہت بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔ دلیل و منطق تو ملاحظہ ہو چونکہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں لہٰذا اس کی تاویل اس طرح کرنی چاہیئے۔ کہ وہ فقرہ استفہامیہ تھا۔ پھر ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ یہ بزرگوار واقعات صحیحہ کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں کرتے بلکہ اعتقاد کے تعصب کی وجہ سے واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب خود حضرت عمر کا فعل معرض بحث میں ہو تو اس وقت یہ دلیل کیا کام کر سکتی ہے غرض کہ یہ تو ابن الاثیر نے بھی مان لیا کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں۔ ابن تیمیہ نے بھی منہاج السنتہ میں اس طرح کی تاویل کی ہے لیکن وہ بھی مانتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں۔

فلما کان یوم الخمیس ہم ان یکتب کتابا فقال لہ عمر مالہ اہجر فشک عمر ہل ہذا القول- من ہجر الحمی فکان ہذا مما خفی علی عمر کما خفی علیہ موت النبی بل انکرہ۔ منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۱۳۵۔

پس جب جمعرات کا دن ہوا تو آنحضرتؐ نے کوشش کی کہ ایک نوشتہ لکھیں لیکن حضرت عمر نے کہا کہ کیا مرض کی وجہ سے آنحضرتؐ کو ہذیان ہوگیا ہے حضرت عمر کو شک ہوا کہ بخار کی تیزی کی وجہ سے آنحضرت کو ہذیان ہوگیا ہے پس یہ وہ امر تھا کہ جس سے حضرت عمر واقف نہ ہوئے جس طرح کہ وہ آنحضرت کی موت سے واقف نہیں ہوئے بلکہ اس سے انکار کر دیا۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی موت سے بھی ایک مصلحت کی وجہ سے انکار کیا تھا اور یہ فقرہ بھی ایک مقصد کے لئے کہا گیا تھا پچپن سال کی عمر تک حضرت عمر نے کوئی شخص مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ لوگ کس طرح مرا کرتے ہیں جناب رسول خداؐ کا مردہ جسم تو وہاں پڑا ہوا ہے اور فرما دیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں حضرت عیسیٰؑ اپنا جسم تو نہیں چھوڑ گئے تھے۔ بالکل یہی عبارت علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں درج کی ہے گویا علامہ نووی اور ابن تیمیہ دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے اسی طرح شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ **ہجر بمعنی اختلط ولا یجوز ان یکون بمعنی ہذیان و فحش لان القائل بعدم الکتابت عمر ولا ظن بہ ذلک۔** ترجمہ ہجر کے معنی خبط و مختلط ہونے کے ہیں اور یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے معنی ہذیان و فحش کے لیں کیونکہ یہ جملہ کہہ کر کتابت سے روکنے والے حضرت عمر تھے اور ان کی نسبت یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔

اس ہٹ دھرمی کی بھی کوئی حد ہے تاویل رکیک پر صبر نہ ہو سکا تو اب لغت کے معنی بھی حضرت عمر کی خاطر تبدیل ہونے لگے۔ جیسا ہم آگے ابھی بیان کریں گے ہجر کے معنی ہذیان و بکواس کے ہیں۔

شیخ احمد فاروقی سرہندی مکتوب ۳۶ جلد ثانی میں لکھتے ہیں۔

سوال :۔ حضرت فاروق در آن وقت کہ گفت **ایہجر الرجل** مراد ازاں چہ باشد۔

Presented by www.ziyaraat.net/

جواب :۔ فاروق شاید در آں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام از یشاں بواسطہ و جمع بے قصد و اختیار و رفتہ شدہ است

توجیہ و تاویل تو وہی پرانی ہے لیکن فاروق کا لفظ یہاں خوب مزا دیتا ہے۔ فاروق تو اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے اور یہاں اس عبارت میں شیخ احمد فاروقی سرہندی کی ساری بحث ہی یہ ہے کہ حضرت عمر حق و باطل میں شناخت نہ کر سکے گویا ان کی صفت غیر فاروقی کی بناء پر استدلال کیا جا رہا ہے لیکن ان کو فاروق مانا جا رہا ہے کہیں تو انسان عقل و منطق سے کام لے۔

شیخ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شفائی قاضی عیاض میں اس جملہ **قال انا امان لا صحابی قیل من البدع و قیل من الاختلاف و الفتن** کی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں۔

المراد بالاختلاف مایشتمل الخلاف و ھومخالفۃ العلماء والفقہاء والحکام من غیر دلیل محمول بہ وان کان ذلک مطلقالم یقع فی حیاتہ حد لمعرفتہ حقیقۃ کل امر بالوحی اما الاختلاف الذی وقع عندہ کما ورد فی الا حادیث الصحیحہ من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی بد واۃ اکتب لکم کتابا" لا تضلون بعدی فقال عمران الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ فغلط الناس فقال اخرجوا عنی لاینبغی التنازع لدی فقال ابن عباس الرزیہ کل الرزیہ ماحال بیننا و بین کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھذا مایطعن بہ الرافضۃ علی عمر وقال صاحب ملل و النحل ھو اول اختلاف وقع فی الاسلام۔

اختلاف سے مراد مخالفت ہے اور وہ مخالفت علماء و فقہا و حکام کی بغیر دلیل کے ہے اور اگر اس سے مطلب مخالفت مطلق ہو تو وہ رسول کی زندگی میں کبھی نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے ہر ایک امر کی حقیقت معلوم ہو جاتی تھی اور وہ اختلاف جو آپ کے حضور میں بوقت مرض اخیر ہوا تھا جیسا کہ احادیث صحیح میں وارد ہے کہ آپ نے بحالت مرض فرمایا کہ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لیکن عمر نے کہا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے ہمارے لئے تو کتاب خدا کافی ہے پس لوگ

آپس میں لغو باتیں کہنے لگے اس پر جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے حضور میں تنازعہ جائز نہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ مصیبت اور کیسی عظیم مصیبت تھی جو ہمارے اور رسول خدا کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی رافضی لوگ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عمر پر طعن کرتے ہیں صاحب ملل و نحل لکھتے ہیں کہ پہلا اختلاف اسلام میں یہ تھا

اس تحریر سے اچھی طرح ثابت ہوا کہ فقرہ جو آنحضرتؐ کی شان میں کہا گیا تھا **ان الرجل لیھجر** تھا اور اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ حمیدی اپنی کتاب جمع بین الصحیحین میں حدیث قرطاس کے متعلق لکھتے ہیں۔ **فقالوا ماشانہ فقال ان الرجل لیھجر** ترجمہ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت کی کیا شان ہے یعنی حالت ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے۔

علامہ عکبری جو ثقات علمائے اہل سنت سے ہیں بتیان شرح دیوان متنبی میں اس امر کے قائل ہیں کہ یہ فقرہ ان الرجل لیھجر حضرت عمر نے آنحضرتؐ کی نسبت اپنی زبان فیض التیام سے فرمایا تھا اور حما" و جزما" اس کو کلام عمر کہتے ہیں چنانچہ اس شعر

انطق فیک ھجرا بعد علمی ۔ بانک خیر من تحت السماء

کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

الھجر القبیح من الکلام والفحش وھجر اذاھذی و ھوما یقول المحموم عند الحمی و منہ قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیھجر علی عادۃ العرب۔

ترجمہ:۔ **الھجر بمعنی کلام قبیح و فحش ھجر** ہذیان بکا اور وہ کلام جو بخار کا مریض حالت بخار میں کہتا ہے چنانچہ عمر بن الخطاب کا قول دوران مرض رسول میں تھا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے اور اس طرح گفتگو کرنا عرب کی عادت و دستور کے مطابق تھا۔

حضرت عمر کا یہ قبیح لفظ آنحضرتؐ کے حق میں کہنا ہر ایک کے دل میں کھٹکتا ہے اور ان کے علماء اپنی اپنی عقل کے مطابق اس کی توجیہ کرتے ہیں علامہ عکبری حضرت عمر کو اس وجہ سے معذور سمجھتے ہیں کہ یہ عرب کی عادت تھی وہ اسی طرح گفتگو کیا کرتے تھے۔ عربوں کی یہ عادت

Presented by www.ziyaraat.net/

ہوگی آپس میں۔ سوال تو یہ ہے کہ جو شخص جناب رسول خدا کی عظمت و شان و رفعت کی معرفت حاصل کر چکا ہے اور واقعی ان کی رسالت پر دل سے ایمان لے آیا ہے کیا وہ بھی اس ہی حقارت کے ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر کرے گا۔ عربوں کی تو اور بھی بہت سی عادتیں تھیں۔ آپس میں گالیاں بکتے تھے۔ شراب پیتے تھے لڑکیاں زندہ قبر میں دفن کرتے تھے اگر عربوں کی عادت ہی عذر معقول سمجھا جانے لگا تو بس قصہ ختم ہے۔ جب حشر میں سوال کیا جائیگا۔ کہ **بای ذنب قتلت** تو جواب دے دیں گے علیٰ عادۃ العرب۔ اگر عادت عرب ہی پر اصرار ہے تو اس سے بھی ہمارے ہی دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ کہ ان بزرگوں میں سابقہ کفر کی نشانیاں آخر تک باقی رہیں کبھی ان کو صحیح معرفت رسول حاصل نہیں ہوئی۔ رسول خدا کو معمولی شخص ہی سمجھتے رہے پرانی عرب کی عادتیں ان میں برابر جاری و ساری رہیں آنحضرتؐ کی تعلیم و صحبت بھی ان کو انسان نہ بنا سکی۔

بحر العلوم میں ہے۔ ہجر پریشان گفتن بیمار یہی معنی صراح میں لکھے ہیں منتہی العرب میں ہے ہجر فی نومہ او مرضہ ہجرا۔ ہذیان ورائید دراں و پریشان گفت مہجور سخن پریشان و **منہ قولہ تعالیٰ ان قومی اتخذ واھذ القرآن مھجورا۔**

شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اس لفظ مھجورا" کا اس فقرہ میں اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ "میری قوم نے قران کو بکواس سمجھا۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت کیا لکھوانا چاہتے تھے الکوکب الدر ی فی شرح صحیح البخاری میں حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی المولود ۷۱۷ ھ نے خطابی سے نقل کیا ہے **ھذا یتاول علی و جھین احدھما انہ ارادان یکتب اسم الخلیفتہ بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازعو فیودیھم ذلک الیٰ لضلال**

ترجمہ۔ اس کی دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے ایک ان میں سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا ارادہ تھا کہ خلیفہ کا نام لکھ دیں تاکہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو اور یہ اختلاف ضلالت کی طرف نہ لے جائے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن حجر عسقلانی قول اکتب لکم کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ھوتعیین الخلیفۃؐ بعدہ۔ (ترجمہ) آنحضرتؐ کا مقصد تھا کہ اپنے بعد کے خلیفہ کا تعین

اس تحریر سے کر دیں۔ ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری' الجزء الثامن۔ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و فاتہ ص ۱۰۱

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ **ارادان ینص علی اسامی الخلفاء بعدہ حتی لا یقع بینھم الاختلاف** (ترجمہ) آنحضرتؐ نے ارادہ کیا تھا کہ کہ اپنے بعد کے خلفاء کے نام مقرر کر دیں اور تحریر کرا دیں تاکہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ فتح الباری الجزء الاول ص ۱۲۶ باب کتابت العلم۔

شرح صحیح مسلم میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ **قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی ھم النبی فقیل ارادان ینص الخلافۃ فی انسان معین لئلا یقع نزاع و فتن** (ترجمہ) علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت کیا لکھنا چاہتے تھے اغلب یہ ہے کہ آپ کا ارادہ تھا کہ خلافت کے لئے ایک آدمی مقرر کر دیں تاکہ تنازعہ و فتنہ نہ ہو۔

شھاب الدین خفاجی شارح شفاء قاضی عیاض' فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیتہ من الباب الثانی من القسم الثالث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ **قال سفیان ارادان یبنی امرالخلا فتہ بعدہ حتی لا یختلفوا فیھا۔** (ترجمہ) سفیان کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ کا ارادہ تھا کہ آپ امر خلافت کو ظاہر کر دیں تاکہ لوگ اس میں اختلاف نہ کریں۔

سیاق کلام اور واقعات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ آنحضرت اپنے خلیفہ کا تعین کرنا چاہتے تھے اور ان کا نام تحریر کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عمر بھی سمجھ گئے اور فورا" مانع ہوئے ورنہ اگر یہ نہ سمجھتے اور ان کو یہ نہ خیال ہو تا کہ آنحضرت کیا لکھائیں گے۔ تو کتابت صحیفہ کے بعد رائے قائم کرتے اور دیکھتے کہ جو رسول نے لکھایا ہے وہ ہذیان معلوم ہوتا ہے یا آپ کی ساری تبلیغ رسالت کے مطابق ہے یہ سخت مکروہ فقرہ کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے' خود بتاتا ہے کہ کہنے والے نے محض روکنے کی خاطر حالت اضطراب کی جلدی سے کہہ دیا ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر سمجھ گئے تھے کہ حضرت علیؑ ہی کا نام لکھوائیں گے پر غدیر خم کا نقشہ فوراً ان کی آنکھوں میں پھر گیا۔ لہٰذا آپ مانع ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس نے اس کو مصیبت

Presented by www.ziyaraat.net/

عظمیٰ اسی وجہ سے کہا کہ آنحضرت اسم خلیفہ کو تحریر نہ کر سکے اور اس عدم تحریر کی وجہ سے وہ وہ فتنے فساد پیدا ہوئے جو عبداللہ ابن عباس نے آنحضرتؐ کے بعد ملاحظہ کئے اور ان ہی مشاہدات کی بناء پر آپ کو عمر بھر آنحضرتؐ کے صحیفہ نہ لکھنے کا قلق رہا۔

دور کیوں جاؤ۔ ان سارے تنازعات کا فیصلہ خود حضرت عمر کے قول سے ہوا جاتا ہے آپ اکثر ان امور پر حضرت عبداللہ ابن عباس سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مکالمہ کے دوران میں حضرت عمر نے عبداللہ ابن عباس سے حضرت علیؑ کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

لقد کان من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی امرہ و خدو من قول لا یثبت حجتہ ولا یقطع عذر او لقد کان یربع فی امرہ وقتا ما و لقد اراد فی مرضہ ان یصرح باسمہ فمنعت من ذالک اشفاقا وحیطتہ علی الاسلام لا و رب ھذا البیت لا تجتمع علیہ قریش ابدا ولو ولیھا لانتقضت علیہ العرب من اقطارھا فعلم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم انی علمت ما فی نفسہ فامسک

دیکھو علامہ ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۹۷

ترجمہ:۔ بے شک جناب رسول خداﷺ سے علیؑ کے بارے میں چند ایسی باتیں ہوتی تھیں جن سے کوئی حجت (استخلاف) ثابت نہیں ہوتی تھی اور نہ (عدم استخلاف کا) عذر قطعی ہوتا تھا اور بسا اوقات تو جناب رسول خدا علیؑ کے امر میں حق سے باطل کی طرف مائل ہو جانا چاہتے تھے اور بہت مبالغہ کرتے تھے اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض موت میں علیؑ کے نام کی تصریح خلافت کے بارے میں کرنی چاہی مگر میں نے ان کو اس سے روک دیا جس سے میری غرض محض اسلام کی ہمدردی تھی حق کعبہ کے رب کی قسم علیؑ کے بارے میں کبھی قریش کا اجتماع نہ ہوگا۔ اور اگر وہ خلیفہ ہوگئے۔ ہر طرف سے عرب ان پر یورش کریں گے۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ میں نے ان کے دل کی بات تاڑ لی۔ اور وہ رک گئے۔

جو امور ہم ثابت کر رہے تھے وہ تو اس قول سے ثابت ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت عمر کو جناب رسول خداﷺ سے زیادہ اسلام کی محبت اور اس سے ہمدردی تھی تو اس کا فیصلہ ناظرین خود کر لیں جب حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو عرب نے تو کسی طرف سے یورش نہ کی۔

ہاں حضرت عمر کے خانہ زاد شاگرد رشید معاویہ ضرور ان کے مخالف رہے اور شام کے جاہلوں کے لشکر کے ساتھ یورش کی۔ اگر شروع سے حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہو جاتے تو جناب معاویہ کو یہ موقعہ ہی نہ ملتا۔

لیکن اگرچہ تحریر سے حضرت عمر مانع ہوئے پھر بھی آپ نے زبانی وصیت فرما ہی دی ان روایات صحیح سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس رویہ کے بعد آپ نے تین وصیتیں فرمائیں یہ روایت مختلف اسانید کے ساتھ بیان کی گئی ہیں لیکن تعجب ہے کہ ان سب کے حضرات رواۃ وہ تیسری وصیت بھول گئے۔ یہ بھولنا بھی معنی خیز ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر **باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ و معاملتھم و کتاب الخمس باب اخراج الیھود من جزیرۃ عرب و باب مرض النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم۔**

معارج النبوۃ میں ہے وصیت سوم وے را فراموش شدہ بود یا در اظہار آں مصلحت ندید۔ رکن چہارم باب چہارم دہم۔ فصل سوم ۲۲۹ یعنی تیسری راوی بھول گیا یا اس کے اظہار میں مصلحت نہ دیکھی۔

امر واقعہ یہی ہے کہ اس نے مصلحت نہ دیکھی جس بات کو حضرت عمر روکیں اس کے بیان کرنے سے بے شمار تکالیف کا اندیشہ تھا لہٰذا اس کے بیان نہ کرنے ہی میں مصلحت تھی۔

لما مات رسول اللّٰہ قال قبل وفاتہ ائتونی بدواۃ و بیاض لا زیل منکم اشکال الا مروا فکر لکم من المستحق لھا بعدی قال عمر دعوا الرجل کا نہ لیھجرو قیل یھذ و سر العالمین مطبوعہ مصر ص ۱۰

جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو اپنی وفات سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں امر خلافت کے متعلق تمہارے شبہات دور کر دوں اور بیان کر دوں کہ میرے بعد کون خلافت کا مستحق ہے لیکن حضرت عمر یہ کہکر مانع ہوئے کہ یہ شخص بکواس کر رہا ہے یا یہ کہا کہ ہذیان بک رہا ہے۔

یہ صریح الفاظ میں ہم تک پہنچا ہے کہ وہ تیسری وصیت کیا تھی۔

فی روایتہ انہ صلعم قال فی مرض موتہ ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا

Presented by www.ziyaraat.net/

سریعا فیتطلق بی وقدمت الیکم القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی و عترتی اھل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعھا فقال ھذا علی مع القرآن و القرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلو ھما ما خلفت فیھما ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ۔ الباب التاسع فصل الثانی ص ۷۵

روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ اے لوگو! غالباً میں بہت جلد رحلت کر جاؤں اور خدا کا فرستادہ مجھ کو لے جائے گا پہلے بھی میں تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں تاکہ تمہیں کوئی عذر باقی نہ رہے خبردار میں تمہارے درمیان میں کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑے جاتا ہوں پھر آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں پس ان دونوں ہی سے پوچھتے رہنا کہ اسلام اور میری تعلیم کیا ہے۔

اب تو ناظرین کے دل میں غالباً کوئی شک باقی نہ رہا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحیفہ میں حضرت علیؑ کی خلافت و جانشینی کا تعین فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمر تحریر میں مانع ہوئے تو آپ نے زبانی ہی فرما دیا۔ یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا اب یقین ہوگیا کہ وہ جماعت جس کے سرگروہ حضرت عمر تھے حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے میں بہت سی رکاوٹیں پیدا کرے گی اور ان کو خلیفہ نہ ہونے دے گی۔ لہٰذا آپ نے حضرت علیؑ کو بلا کر صبر کی تلقین کی۔ یہ اس نصیحت و تلقین ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا حق ضائع ہوتا ہوا دیکھا اور تلوار نہ اٹھائی۔

بات تو اتنی ہی تھی جتنی ہم نے اوپر بیان کی لیکن جب واقعات و منطق کمزور ہوں تو کج بحثی کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے تاکہ اصل معاملہ لوگوں کی آنکھوں سے پنہاں رہے جب حکومت کے حامیوں نے دیکھا کہ یہ قصہ تو بہت ٹیڑھا نکلا اس سے تو ہمارا قصر حکومت ہی متزلزل ہوتا ہے تو اب ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے ان کی کج بحثی کا نمونہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام بھی تو موجود ہوں گے انہوں نے جلدی سے دوڑ کر کیوں نہ قلم

دوات پیش کر دی۔ رسول تو امی تھے وہ لکھتے کس طرح۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن زندہ رہے یہ جمعرات کا ذکر ہے۔ پیر کے دن آپ نے رحلت فرمائی اس عرصہ میں پھر دوبارہ کوشش کیوں نہ کی گئی اور آپ اب لکھتے بھی کیا۔ لکھنے کو اب کیا باقی رہا تھا۔ آپ کی تبلیغ رسالت پر **اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** کی مہر تو لگ ہی چکی تھی پھر اب نجات کے لئے کس مزید شرط کی ضرورت تھی واقعی کتاب خدا کافی تھی۔ اگر ۲۳ سال کی ہدایت کے باوجود گمراہی میں پڑنے کا امکان تھا تو تین چار سطریں آخر وقت کی کیا کر سکتی تھیں حضرت عمر نے تو خیال کیا کہ اب ایسے وقت میں آپ کو تکلیف ہوگی لہٰذا تکلیف سے باز رکھا اور واقعی انہوں نے ٹھیک فرمایا۔ **حسبنا کتاب اللہ۔**

مانعین قرطاس و قلم کے حامیوں کی بحث کا یہ لب لباب ہے اور اگر اس بحث کا اور اختصار کیا جاوے تو یہ صرف ایک جملہ میں ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرطاس و قلم و دوات مانگنے میں غلطی کی۔ واقعہ تو ثابت ہے یہ کہ وہ غیر ضروری تھا غیر مفید ہوتا۔ اس کا اعادہ کیوں نہ کیا گیا۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ معترض کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلطی کی اس مختصر بحث کا مختصر جواب تو یہ ہے۔ کہ جب واقعہ ثابت ہوگیا تو یہ کہنا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلطی تھی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں اور لہٰذا اس سے زیادہ اس کا جواب دینا ہمارا فرض نہیں لیکن ناظرین کی تسلی کے لئے ہم تفصیلی جواب دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ غلطی تھی جس وصیت کی تحریر کے لئے قرطاس و قلم طلب کیا گیا تھا وہ تو کوئی نئی بات نہ تھی جب سے آپ کا زمانہ تبلیغ شروع ہوا تھا اس وقت سے تعلیم وحدانیت و نبوت کے ساتھ ساتھ ہی ولایت و خلافت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تلقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے تھے تبلیغ عام کا سب سے پہلا موقعہ دعوت ذی العشیرہ پر ہوا تھا اور وہاں بھی خلافت و وزارت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دی تھی ابھی پورے تین مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ تمام امت کے سامنے بحکم خداوند حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت کا اعلان فرما چکے تھے لہٰذا جہاں تک مضمون کی تحریر کا تعلق ہے وہ کوئی نئی بات نہ تھی اور نہ اس کو بیماری کا غلبہ و ہذیان کہنا مناسب ہوگا۔ اور

Presented by www.ziyaraat.net/

نہ قلم و دوات کا طلب کرنا کوئی نئی بات تھی کیونکہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہمیشہ قلم و دوات رہتے تھے یہاں تک کہ ہجرت کے سفر میں بھی یہ آپ کے ساتھ تھے دیکھو مولوی شبلی کی سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ اول تقطیع کلاں ص ۲۰۰ نیز فٹ نوٹ نمبر ۳

ایک سوال موقع و محل کا ہے تو وصیت کی تحریر کا وقت ہی وہ تھا عموماً بستر اگر ہی پر وصیت کی جاتی ہے اس سے پہلے یہ اعلان خلافت تھا۔ اب امت کے لئے ایک وصیت چھوڑنے کا وقت آیا تھا۔ علاوہ اس کے ایسے وقت پر لوگ رقیق القلب ہو جاتے ہیں اور مرنے والے کی وصیت پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں آپ نے خیال کیا کہ میری امت کو میری اتنی تو محبت ہوگی کہ میری اس آخری خواہش کو پورا کریں لہٰذا آپ نے وہ وقت اسی وصیت کے لئے منتخب کیا جب دشمنوں کی دشمنی زائل ہو جاتی ہے اور دوستوں کی محبت بڑھ جاتی ہے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والے حبیب کو خوش کر لیں لیکن فقرہ ان **الرجل لیھجر** نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتا دیا کہ ان لوگوں کو آپ سے کتنی محبت تھی۔

یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ تحریر کی کیا ضرورت تھی اور اگر ضرورت تھی تو اس سے پہلے تحریر ہو سکتی تھی یہ سب اعتراضات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ تبلیغ رسالتؐ کے لئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں آپ نے غدیر خم پر ایک اعلان عام فرما دیا۔ دستار بندی کی رسم بھی ادا کر دی۔ علیؑ کی بیعت بھی کرا دی لیکن تحریر نہ کی۔ رسولؐ اور اس کی امت کے درمیان جو تعلقات ہوتے ہیں اور رسولؐ کے اوامر و نواہی کی اطاعت یا اس سے سر تابی کے مقدمات کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ایک ایسے حاکم کے رو برو ہوتے ہیں کہ جس کے نزدیک زبانی حکم بھی ایسا ہی ہے کہ جیسا تحریری حکم۔ اگر رسولؐ نے حکم خداوندی کھلے الفاظ میں اعلانیہ طور پر امت تک پہنچا دیا ہے تو پھر خداوند تعالیٰ رسولؐ سے تحریری ثبوت اس تبلیغ کا نہیں مانگے گا۔ خدا جانتا ہے کہ حکم پہنچا دیا گیا اور امت کو معلوم ہے کہ پہنچا دیا۔ جائے انکار خداوند تعالیٰ کے سامنے کسی کو نہیں۔ اسی وجہ سے جناب رسول خدا نے اب تک خلافت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے لئے کوئی نوشتہ تحریر نہیں کیا تھا خلافت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام تو علیحدہ رہی آپ نے کسی شعبہ رسالت کی کوئی تحریر نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کو جمع کرا کر

اس پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت نہیں کی تھی۔ قرآن شریف نازل ہوتا گیا آپ لوگوں کو تعلیم فرماتے رہے اور بس۔ اگر امور رسالت میں تحریر کو دخل ہوتا تو سب سے پہلے قرآن شریف جمع کرا کر اس پر مہر نبوت ثبت کی جاتی۔ آپ جانتے تھے کہ اپنے پیچھے اپنی عترت کو چھوڑے جاتا ہوں جو بہترین محافظ قرآن ہیں اور یہ کافی ہے=

ہماری اس بحث کے بعد قدرتی طور سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اب کیوں قلم و دوات برائے تحریر طلب کئے گئے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت یہ امر بطور وصیت کے بیان کیا جا رہا تھا اور وصیت تحریری ہی ہوا کرتی ہے جہاں تک اس کا تعلق عام تبلیغ رسالتؐ سے تھا وہ ہو چکا تھا اور اس وقت کوئی تحریر نہیں ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و حکومت کے اعلان عام کے بعد جو لوگوں کے دلوں کی کیفیت کا اظہار آنحضرت پر ہوا اس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ علی علیہ السلام کی حکومت کو ٹھنڈے دل سے قبول نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ امر ان کی دلی خواہش کے خلاف تھا لہٰذا اس میں یہ لوگ روڑے اٹکائینگے اور اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔ لوگوں کے بدلے ہوئے تیور بتا رہے تھے کہ معاملہ کا انجام کیا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس امر پر امت میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ جو جماعت علیؑ کے خلاف ہے وہ تعداد میں بوجہ منظم ہونے کے غالب رہے لہٰذا خداوند تعالیٰ کے سامنے تحریری ثبوت پیش کرنے کے لئے نہیں بلکہ خود امت پر اس امر کو واضح کرنے اور جماعت حقہ کو تقویت پہنچانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تحریر کا ارادہ فرمایا تھا۔ تجہیز جیش اسامہ کا بھی مقصد اولیٰ یہی تھا۔

اب رہا یہ سوال کہ وفات سے پہلے پھر کیوں نہ اس خواہش کا اعادہ فرمایا اس کا جواب بہت آسان ہے ممکن ہے کہ اس صدمے کے بعد جو صحابہ کے اس رویہ سے آپ کے دل پر ہوا آپ کے مرض کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی گئی ہو اور آپ کے جسم میں پھر اتنی طاقت ہی نہ آئی ہو کہ اس تحریر کو مکمل کراتے۔ یہ بھی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جمعرات ہی کے دن انتقال فرمایا۔ اور صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب قرطاس و قلم کا واقعہ آپ کی حیات کے آخری گھنٹوں میں ہوا تھا علاوہ اس کے یہ ثابت نہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی اتنا

Presented by www.ziyaraat.net/

مجمع آنحضرتؐ کے گرد ہوا ہو۔ فریق مخالفت بھی چوکنا ہوگیا تھا کہ اگر ہم پھر آنحضرت ﷺ کے گرد جا کر جمع ہوئے تو کہیں پھر نہ اس خواہش کا اعادہ ہو جائے۔ لہٰذا ایک وقت میں اتنے اجماع کا موقعہ ہی نہ آنے دیا۔ اس سے بھی تو ڈرتے تھے کہ اگر رسول خداؐ کے سامنے گئے تو وہ فرمائیں گے کہ کیا ہوا جیش اسامہ نے کوچ نہیں کیا۔ ان سب وجوہات کے علاوہ ایک اور وجہ بھی تھی اس آخری واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے "صحابہ کرام" کی دلی حالت کا اندازہ بہت اچھی طرح ہوگیا تھا۔ جب یہ کہہ دیا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے تو اب کیا رہا۔ معلوم ہوگیا کہ ان کے دل میں آپ کی کس قدر توقیر و منزلت ہے اس مخالف جماعت کی اتنی کثرت تھی کہ کسی نے کاغذ و دوات لا کر نہ دیا۔ چند ازواج محترمہ نے اس طرف توجہ بھی دلائی تب بھی حضرت عمر نے ڈانٹ کر سب کو روک دیا۔ ایسے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی تھی۔ آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر میں نے تحریر کر بھی دی تو یہ لوگ اس پر عمل نہیں کریں گے بلکہ ایک تنازعہ پیدا ہو جائے گا۔ جناب رسول خداؐ کو اپنے صحابہ کا یہ آخری و نہایت تلخ تجربہ ہوا تھا۔ ایمان بھی مکمل نہ ہو اس سے پہلے علیؑ کی مخالفت کا اظہار بھی ہو چکا ہو۔ لیکن جناب رسول خداؐ یہ امید نہیں کرتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے پاس بیٹھنے والے صحابہ اس طرح میری توہین کریں گے اور میرے احکام کو بکواس سمجھیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دل ٹوٹ گیا اور پھر تحریر وصیت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

معترض کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کیوں نہ لا کر قلم دوات حاضر کر دیا اول تو یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے کسی روایت میں آپ کا نام نہیں ملتا اگر بحث کی خاطر فرض کر لیا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام موجود تھے تو موقعہ ایسا تھا اور حضرت عمر کے اس بکواسی کلمہ سے جوش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر یہ قلم و دوات لے کر آگے بڑھتے تو چھینا جھپٹی شروع ہو جاتی اور ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو جاتا جو آنحضرت ﷺ کے حضور میں شایاں نہ تھا اور پھر لکھتا کون۔ کہہ دو کہ حضرت علیؑ ہی لکھ لیتے پھر تو مخالفین کو بہت اچھا حربہ ہاتھ لگ جاتا کہ رسول خدا کی بے ہوشی کی حالت میں علیؑ نے جو چاہا لکھ لیا۔ غرضکہ ان صحابہ کرام کے طرز عمل سے ایک ایسی صورت حالات پیدا ہوگئی تھی کہ جس نے وصیت کا مقصد ہی فوت کر دیا تھا

جب یہ لوگ کہ جن کو وصیت کی جا رہی ہے اس کے معلوم کرنے تک کے روادار نہیں اس کو سننا تک نہیں چاہتے تو پھر وصیت کیوں اور کس کو کی جائے اگر کوئی تحریر بھی ہوتی تو کیا فائدہ ہوتا۔ بلکہ نقصان ہوتا۔ اسلام کے مخالفین کو ہمیشہ کے لئے ایک حربہ مل جاتا کہ دیکھو جبرئیل و وحی و قرآن تو ایک آڑ تھی۔ محمد (صلعم) تو محض دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر ان کا وہی انجام ہوا جو دنیا حاصل کرنے والوں کا ہوتا ہے ان کے بستر مرگ کے ارد گرد انکے صحابہ میں اس حکومت دنیاوی کے لئے تلوار چل گئی اگر واقعی ان کا مقصد تبلیغ رسالت و نشر ہدایت ہوتا تو ان کا اصلی جانشین ضرور اس موقعہ پر صبر کرتا اور محض دنیا کے لئے تلوار کی نہ نوبت آنے دیتا۔ علیؑ نے اس موقعہ پر صبر کر کے اپنے طرز عمل سے اچھی طرح ثابت کر دیا۔ کہ دنیا کا حصول نہ ان کا مقصد تھا اور نہ ان کے پیغمبر کا۔

اب رہا فقرہ **حسبنا کتاب اللہ** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ہدایت کے لئے محض کتاب اللہ کافی ہے کسی اور رہنما یا ہادی کی ضرورت نہیں اس فقرہ کے کہنے والے حضرت عمر تھے اس کے معارض ایک اور تاریخی فقرہ ہے **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی لن یفترقا حتی یرد علی الحوض ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا**" جس کے معنی یہ ہیں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر دونوں میرے پاس حاضر ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تو میرے بعد قیامت تک تم گمراہ نہ ہو گے۔ اس فقرے کے کہنے والے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے آپ کا مطلب یہ تھا کہ محض قرآن تمہاری ہدایت کے لئے کافی نہیں قرآن صامت ہے۔ جب تک اس کے صحیح معانی و تاویلات کا علم نہ ہو اس سے ہدایت نہیں مل سکتی اور یہ صحیح علم صرف میری عترت کو حاصل ہے یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ لہٰذا تمہاری ہدایت اس وقت ہی مکمل ہوگی کہ جب تم ان دونوں کے احکام کی اطاعت کرو گے یہ دونوں فقرے ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ہم معلوم کریں کہ ان میں سے کون سا فقرہ صحیح اور قابل عمل ہے اور کونسا غلط ہے اور واقعات نے کس کی

Presented by www.ziyaraat.net/

تصدیق کی ہے اور کس کی تردید۔

پہلے ہم فقرہ **حسبنا کتاب اللہ** کو لیتے ہیں معلوم نہیں کس گھڑی یہ فقرہ منہ سے نکلا تھا کہ کارکنان قضا و قدر کو بھی ضد ہوگئی کہ اس کی تکذیب و تردید اس کے کہنے والے ہی سے کرا کر چھوڑی۔ اس کی تکذیب کی ابتدا خود اس کے طرز عمل سے ہوتی ہے جناب رسول خدا کا انتقال ہوتا ہے۔ حضرت عمر آپ کی میت کو پڑا ہوا دیکھتے ہیں لیکن چونکہ اس وقت ان کے منصوبوں کے رکن ثانی حضرت ابوبکر موجود نہ تھے آپ فوراً" قرآن شریف کو طاق نسیان پر رکھ کر کسی مصلحت کے ماتحت فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے تو رحلت نہیں فرمائی وہ مرنے والے نہیں ہیں جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تلوار کے زور سے حق کو چھپانے کی پالیسی جو آپ نے اپنی حکومت کے سارے زمانہ میں جاری رکھی یہ اس کی ابتدا تھی۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ اب اس اخفائے حال کی ضرورت نہ رہی لہٰذا قرآن شریف کی آیت یاد آگئی اور تسلیم کرلیا کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیگر رسولوں کی طرح رحلت فرما گئے۔ آگے چلو تجہیز و تکفین رسول کی طرف سے اعراض کرکے خلافت کی جستجو میں حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچتے ہیں کیونکہ ہدایت امت کے لئے ایک راہنما جانشین رسول کی سخت ضرورت ہے ایسی سخت کہ اس کے آگے تجہیز و تکفین رسول بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی دیکھئے کس طرح خود ہی اپنے اس قول **حسبنا کتاب اللہ** کی تکذیب کرتے ہیں جب رسول نے فرمایا تھا کہ کاغذ و دوات لاؤ۔ میں ہادی امت و جانشین رسولؐ کا نام لکھ کر امت کو اس کی اطاعت کی تحریری وصیت لکھ دوں تو یہ فرمایا کہ یہ تو ہذیان ہے اب کسی ہادی کی ضرورت ہی کیا ہے **حسبنا کتاب اللہ** آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ہی فوراً" کیوں اس ہادی کی ایسی ضرورت محسوس ہوئی کہ تجہیز و تکفین رسول بھی اس کے مقابلے میں ہیچ سمجھی گئی جناب رسول خداؐ کی مخالفت میں تو کہہ دیا کہ **حسبنا کتاب اللہ** جانتے تھے کہ رسول تو علیؑ کو مقرر کریں گے اور یہ منظور نہ تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی محفل میں نہ کہا کہ خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ **حسبنا کتاب اللہ** وجہ یہ ہے کہ جانتے تھے کہ یہاں ہم اپنے آدمی کو کرالیں گے آگے چلئے۔ وہاں اتنی بحثیں ہوئیں۔ اپنے اپنے حقوق جتائے گئے۔ یہ کیوں نہ کہا

کہ آؤ ہم سب مل کر کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اس میں اس کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے اور اس کے مطابق کس کو خلیفہ مقرر ہونا چاہئے نصب خلیفہ ہدایت امت کی شرط اول ہے قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ مجھ میں ہر ایک ضروری شے موجود ہے قرآن شریف نے کیا بتایا اور کیا ہدایت کی۔ اگر یہ ہی نہ بتایا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منبع ہدایت کون ہوگا ان کا جانشین اور ولی امور مسلمین ان کے بعد کون ہونا چاہئے اگر **حسبنا کتاب اللہ** سچے دل سے کہا تھا تو اس خلیفہ و حاکم کے تعین کے لئے کیوں نہ قرآن شریف کی طرف رجوع کیا گیا اور اس کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی تجویز کیوں مناسب سمجھی گئی۔ جواب صاف ہے قول رسولؐ سے اس وجہ سے اعراض کیا کہ جانتے تھے کہ وہ علیؑ کو مقرر کریں گے اب قرآن سے اس وجہ سے اعراض کیا کہ اس سے بھی علیؑ ہی کی خلافت نکلتی ہے۔ قرآن کو چھوڑ کر سقیفہ کی طرف گئے اور وہاں بھی قرآن کا ذکر نہیں۔ رسول خدا ہی کا قول پیش کرتے ہیں کہ **الائمہ من قریش** ایک قول کی تو مخالفت کی جاتی ہے یہ کہہ کر کہ **حسبنا کتاب اللہ** ویسے ہی دوسرے قول رسول پر انحصار کیا جاتا ہے اور کتاب اللہ کا ذکر تک نہیں۔ حضرت ابوبکر کا وقت پورا ہوتا ہے وہ اپنی جانشینی کا نوشتہ حضرت عمر کے حق میں لکھتے ہیں۔ اس وقت حضرت عمر نہیں فرماتے کہ اس نوشتہ کی ضرورت نہیں۔ **حسبنا کتاب اللہ** اس وقت تو اس نوشتہ کو ساتھ لے کر لوگوں میں پڑھواتے پھرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ سنو خلیفہ رسول نے کیا لکھا ہے اس کی اطاعت کرو اور درہ عمری لوگوں کو ڈرانے کے لئے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ کنزالعمال علی متقی الجزء الثالث ص ۱۴۵ حدیث نمبر ۲۳۶۱۴، ۱۴۱ حدیث نمبر ۲۳۴۶ اور خود حضرت عمر اپنے جانشین کے تقرر کے لئے ایک انوکھی مجلس شوریٰ قائم کرتے ہیں **حسبنا کتاب اللہ** کہنے والا ممبران شوریٰ کو ہر ایک قسم کی ہدایت دیتا ہے یہاں تک کہتا ہے کہ تم سب اس طرف ہونا جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں لیکن یہ نہیں کہتا کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا اور تم سب اس طرف ہونا جدھر کتاب اللہ ہو۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اس سے بھی زیادہ کوئی اور موثر طریقہ اس مشہور قول عمر کی تردید و تکذیب کا ہوسکتا تھا۔

دربار خلافت قائم ہوتا ہے اور اس میں پہلا مقدمہ دختر رسولؐ کی طرف سے اپنے باپ کی

Presented by www.ziyaraat.net/

طلب میراث کے لئے جانشین رسولؐ کے سامنے دائر ہوتا ہے آپ خود تشریف لاتی ہیں اور اپنے دعوے کی بناء قرآن شریف پر رکھ کر فرماتی ہیں کہ اس میں احکام میراث عام ہیں انبیاء مستثنیٰ نہیں اس ہی قرآن سے ان انبیاء کا ذکر سناتی ہیں جن کے صلبی وارثوں نے ان کا ورثہ پایا تھا **حسبنا کتاب اللہ** کہنے والے اور سننے والے سب موجود ہیں لیکن خاموش ہیں۔ کتاب اللہ تو کافی ہے اب کیوں اس کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا کیا بری طرح خود اس فقرہ کی مٹی خراب کرتے ہیں دل تو یہ چاہتا ہے کہ فدک واپس نہ کیا جاوے لیکن قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دعویٰ مدعیہ کی تصدیق ہوتی ہے مجبوراً اور دیدہ و دانستہ کتاب اللہ سے اعراض کرکے اس رسول کی مفروضہ قول کی طرف پناہ لی جاتی ہے کہ جس رسول کو ہدایت نامہ لکھنے سے یہ کہہ کر روکا گیا تھا کہ آپ کے کسی حکم و قول کی ضرورت نہیں **حسبنا کتاب اللہ** جناب فاطمہ علیہا السلام کو بہت رنج ہوا۔ سمجھ گئیں کہ ارکان حکومت نہ تو قرآن شریف کی پیروی کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی قول رسول سے ہدایت لینے کی کوشش کرتے ہیں جس میں اپنا دنیاوی فائدہ دیکھتے ہیں وہ ہی بات کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تک زندہ رہیں ان دونوں سے غضبناک رہیں اور گفتگو تک نہ کی۔

ان دونوں اعتقادات کی آپس میں مطابقت تو کرو ایک طرف تو یہ اعتقاد ہے کہ **حسبنا کتاب اللہ** دوسری طرف ایمان یہ ہے کہ تقرر خلیفہ کے لئے کوئی نص قرآنی نہیں کیا خلافت و ولایت امور مسلمین ایسی غیر ضروری اور کم اہمیت والی شے تھی کہ جس کا ذکر کتاب اللہ میں ضروری نہ سمجھا گیا علاوہ اس کے فقرہ **حسبنا کتاب اللہ** عقل کی کسوٹی پر بھی پورا نہیں اترتا۔ جہاں تک اعتقادیات کا تعلق ہے وہ واقعی کافی ہے لیکن انسانی طرز عمل محض کتاب پڑھنے سے قائم نہیں ہو سکتا یہ تو کامل انسان کو عمل کرتے ہوئے دیکھ کر پیدا ہوتا ہے مذہب کے دو ارکان ہوتے ہیں اعتقاد اور عمل۔ اعتقادیات کے لئے قرآن کریم کافی ہے عمل کیلئے ہادیوں کی ضرورت ہے

واقعات نے ثابت کر دیا کہ فقرہ **حسبنا کتاب اللہ** محض غلط ہے اگر اس کے وہ معنی لیے جائیں جو حضرت عمر نے اس فقرہ کو تصنیف کرتے وقت اپنے ذہن میں رکھے تھے یعنی یہ کہ

اس کی موجودگی میں کسی ہادی و عالم علم قرآن کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت کی رحلت کے وقت ہی اس دعوے کو زیر عمل دیکھ لیا۔ خود حضرت عمر نے امور مہمہ میں اس کی طرف رجوع نہیں کیا اگر آگے چل کر بھی دعوے حسبنا کتاب اللہ کو زیر عمل دیکھنا ہے تو حضرت عثمان کے محصور و قتل ہونے میں دیکھو۔ محاربات جمل و صفین میں دیکھو کعبے کے منہدم ہونے میں دیکھو۔ کربلا کے مظلوم میں دیکھو حسبنا کتاب اللہ پر اعتقاد رکھنے والی امت کو اپنے محسن اعظم کے احسانوں کا بدلہ اس کے پیارے نواسوں کو زہر و تیغ کی صورت میں آیہ کریمہ **قُل لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی** کی عملی تفسیر کرتے ہوئے دیکھو۔ ان واقعات نے حضرت عمر کے اس دعوے کی حقیقت کھول کر رکھ دی تمام صحابہ رسول پر ایمان رکھنا اور ان کو ہر ایک عیب سے بری سمجھنا عقیدتمندی کی آخری انتہا ہے لیکن اگر عقیدت مندی کی پشت پر واقعیت کا ہاتھ نہیں ہے تو پھر وہ کس کام کی اگر صرف عقیدت مندی ہی قابل فخر ہے تو وہ عقیدت مندی لائق صد گونہ ستائش ہے جو پتھر کے آگے سجدہ کراتی ہے اور سورج کی کرنوں کے آگے ہاتھ بند ہواتی ہے غور کرنے والی بات ہے کیا وجہ تھی کہ ابھی جناب رسول خدا کا آخری سانس باقی ہی تھا کہ ان بدنما واقعات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور برابر جاری رہتا ہے یہاں تک کہ وہ نظام اسلام جس کو آنحضرتؐ نے اتنی جدوجہد سے قائم کیا تھا منہدم ہو جاتا ہے وجہ صرف ایک تھی وہ یہ کہ امت نے جناب رسو خدا کی وصیت آخری پر عمل نہ کیا اور ان کی عزت کا دامن نہ پکڑا۔ امت اسلامیہ کو ایک مغالطۂ عظیم میں ڈال دیا گیا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے اصلی حاکم و والی کو شناخت نہ کر سکی۔ ایسا حاکم و والی جو معصیت سے پاک ہو اور جس کے **اوا** مرونواہی ایسے ہی صحیح و مطابق قرآن کے ہوں جیسے کہ جناب رسول خدا کے تھے تاکہ اس کے ہر ایک حکم کی اطاعت کی جاسکے اور آیہ شریفہ **یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ** پر عمل ہو سکے اس آیت کے غلط معنے سمجھنے ہی کا نتیجہ سانحہ کربلا ہے یزیدی مسلمانوں نے سمجھا کہ جو شخص حکومت حاصل کر سکے وہی صاحب امر ہے اور اس کی اطاعت واجب و لازم ہے لہٰذا یزید واجب الاطاعت اور حسینؑ نواسہ رسولؐ باغی جس کو قتل کر کے وہ ثواب کے متمنی تھے کہتے تھے کہ حسینؑ کو نماز عصر سے پہلے قتل کر دو تاکہ نماز عصر قضا نہ ہو جائے۔ یہ ہے قرآن کریم کی

Presented by www.ziyaraat.net/

تفسیر بغیر ہادی کے۔ اولو الامر کے متعلق ان یزیدیوں کا اعتقاد سلیم اور قرآن کریم کے تو مخالف ضرور تھا لیکن سقیفہ بنی ساعدہ والوں کے عین مطابق تھا اگر صاحبان امر سقیفہ بنی ساعدہ میں بن سکتے ہیں تو کیا وجہ کہ وہ دمشق میں نہ تیار ہو سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اصلی ہادی اسلام کو نہ پا سکے کیونکہ وہ نقلی ہادیوں کے ساتھ مخلوط کر دیئے گئے تھے۔ اور **حسبنا کتاب اللّٰہ** کہنے والے تتر بتر ہو کر تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے یہ تہتر فرقے کیوں ہوئے۔ صرف ہادی حقیقی و رہبر حق کی تلاش میں۔ ہر ایک کا زعم ہے کہ جس کو میں ہادی سمجھتا ہوں وہ ہی اسلام کا ہادی برحق ہے۔ حنیفہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اسحاقیہ، یزیدیہ، اسماعیلیہ، یونسیہ، ضحاکیہ، عبیدیہ، اصغریہ، حفصیہ، حارثیہ، جنابیہ، غلانیہ، شمریہ، شبیہ، معاذیہ، صالحیہ، جسانیہ، وغیرہ وغیرہ سب فرقے جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے ان آدمیوں کی طرف منسوب ہیں جن کو وہ اپنا ہادی و رہبر سمجھتے تھے۔ ہادی کی ضرورت ہر زمانہ میں محسوس ہوتی رہی کوئی ایک اصلی ہادی نظر نہ آیا جس کو ذرا دوسروں سے زیادہ سرگرم پایا اسی پر ہادی کا گمان ہونے لگا مسلمانوں کی اس حالت کو غالب مرحوم نے اپنے انداز میں خوب بیان کیا ہے۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کیساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہم نے جماعت حکومت کے ایک نامور مناظر شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب میں لکھا دیکھا کہ حضرت عمر نے کمال رافعت و محبت و شفقت کی وجہ سے آنحضرت کو وصیت لکھنے کی تکلیف سے بچا لیا ایسے بڑے عالم کی یہ بحث ان کی مجبوری و کمزوری کی صاف دلیل ہے واقعی فقرہ **ان الرجل لیھجر** کے ایک ایک حرف سے محبت و رافت و الفت ٹپکتی ہے اس عالم مرض میں اس محبت آمیز فقرہ سے جناب رسولخدا بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت محبت و الفت سے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو پیغمبروں کے پاس یہ تنازعہ نازیبا ہے جن ازواج مطہرات نے کہا کہ دوات و قلم و کاغذ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کرو ان تو کو حضرت عمر نے صواحبات یوسف یعنی گمراہ کرنے والی کہا۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ تم سے بہتر ہیں۔ واہ واہ۔ کیا کہنے۔ خوب محبت و الفت کی باتیں ہو رہی ہیں یہی حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بڑے دوست تھے ان کو اس تکلیف سے کیوں نہ بچایا وہ تو بے ہوش ہو کر خلافت کا پرچہ تحریر کراتے رہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ فقرہ **حسبنا کتاب اللّٰہ** آنحضرتؐ کے مسلمہ ارشاد **من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتة جاهلية** کے معارض ہے اور اس وجہ سے بھی غلط ہے۔

حضرت عمر نے تو کہہ دیا کہ **حسبنا کتاب اللّٰہ** دیکھنا یہ ہے کہ خود کتاب اللہ کیا کہتی ہے ہم یہاں صرف تین آیتیں نقل کرتے ہیں جن کے محض اردو ترجمہ سے اصلی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

(۱) **یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا** (پارہ ۱ سورۃ البقرہ ۳)

(۲) **وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ** (پارہ ۳ سورہ آل الانبیاء)

(۳) **فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء)

یعنی

(۱) اس قرآن ہی سے خدا تعالیٰ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ گمراہ تو ان کو کرتا ہے جو مفسد ہوتے ہیں اور خدا کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے۔

(۲) قرآن شریف میں متشابہات آیات بھی ہیں اور ممکنات بھی ہیں منافقین ان متشابہات کی تاویل فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے غلط اور اپنے دل سے کرتے ہیں درآنحالیکہ ان کی صحیح تاویل سوائے خدا اور رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلم کے اور کوئی نہیں جانتا۔

(۳) جہاں جہاں تم صحیح معنی و مطالب قرآن شریف کے نہ سمجھو تو ان کو اہل الذکر سے پوچھو۔ (البلاغ المبین جلد ا ص ۲۳۳)

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

جناب سید امیر حسین تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے امت کو نجات دلانے کی غرض سے بطور وصیت آخری تحریر فرمانے کی غرض سے دوات و قلم طلب فرمایا' اور آپ کے پکے مومن' مسلمان' صحابی نے نبوت و رسالت کی بات کو ہذیان کہہ دیا۔ چنانچہ علامہ محمد عبدالکریم صاحب شہرستانی اپنی مشہور کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان اول شبهة وقعت فی الخلیفة شبهة ابلیس لعنة اللّٰه علیه مصدرها استبدا ده بالرائی فی مقابلة النص و واختیاره بالهوی فی معارضة الامر تکباره بالمادة التی خلق وهی النار علی مادة آدم علیه السلام وهی الطین الی آخره

یقین کرو کہ پہلا شبہہ جو مخلوق میں واقع ہوا۔ وہ ابلیس ملعون کا شبہہ ہے اور شبہہ اس وجہ سے صادر ہوا کہ نص کے مقابلہ میں وہ اپنی رائے پر شدت سے باقی رہا۔ اور حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہش کو اختیار کئے رہا۔ اور ابلیس نے تکبر اس مادہ کی وجہ سے کیا جس سے پیدا ہوا تھا۔ یعنی آگ کے بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ مٹی پر۔

فاول تنازع و قع فی مرضه علیه السلام ماروا ه محمد بن اسماعیل البخاری باسناده عن عبداللّٰه بن عباس' قال لما اشتد بالنبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم مرضه الذی مات فیه قال ائتونی بدوات و قرطاس اکتب لکم کتابالن تضلوا بعدی فقال عمران رسول اللّٰه قد غلبه الوجع حسبنا کتاب اللّٰه و کثر اللغط فقال النبیؐ علیه السلام قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع ملل و نحل

پہلا اختلاف جو اسلام میں واقع ہوا آنحضرتؐ کے مرض موت میں واقع ہوا۔ جس کو محمد بن اسماعیل بخاری نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عباس کی سند سے ہے کہ (ابن عباس نے) کہا کہ جب آنحضرتؐ کا مرض الموت بہت سخت ہوگیا' حضرت نے فرمایا۔ کاغذ دوات لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگئے۔ لیکن عمر نے کہا کہ رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے (معاذ اللہ بک رہے ہیں) "ہمارے لئے تو خدا کی کتاب کافی ہے۔

اس پر حاضرین میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ میرے پاس جھگڑا اچھا نہیں۔"

اسی روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس طرح لکھتے ہیں۔

درکتب صحاح مذکور است که آن حضرت درحین اشتداد مرض که اصحاب درحجرهٔ شریف مجتمع بودند فرمود که دوات و صحیفه برائے من بیارید تابرائے شماوحیتے نوشتم که بعد از من هرگز گمراه نشوید پس اصحاب اختلاف کردند' بعض گفتند آنچه فرمود عمل باید کرد و دوات و صحیفه باید داد' هرچه خواهد بنو یسد' بعضی گفتند مناسب نیست آن سرور را دریں محل مشغول به کتابت داریم که وقت وے تنگ ست۔ عمر دریں جانب بود' گفت درد و الم ○ حضرت، مستولی ست و قرآن مجید درمیان ماهست مارا بس است و دربعضی روایات ایں نیز آمده است که ازدائره اختیار او بیروں ست' شاید که ایں سخن ازاں سخنان باشد' بعضے مردم خیال کنند که هزیان می گونید' دیگر' نیز موافق عمر بودن جمعے از مخالف نااختلاف افتاده آواز ہا بلند شد آنحضرت فرمود برخیز یداز پیش من که اصوات بحضور رسول خدا جائز نیست' مدارج النبوة جلد ۲ ص ۵۴۲

کتب صحاح میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرتؐ پر مرض کی شدت طاری ہوئی اور اصحاب حجرہ شریف میں جمع تھے' آنحضرت نے فرمایا کہ میرے لئے دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ تم لوگوں کے واسطے ایک وصیت نامہ لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ ہرگز گمراہ نہ ہو (یہ سن کر اصحاب نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے حضرت جو کچھ فرماتے ہین اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور دوات اور کاغذ دینا چاہئے جو کچھ چاہئیں تحریر فرما دیں اور بعض کہتے تھے مناسب نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کو اس وقت ہم کچھ لکھنے دیں آپ کا وقت نازک ہے' عمر اسی دوسرے خیال والوں کی طرف تھے' کہنے لگے' حضرت پر درد و الم کا غلبہ ہے قرآن ہمارے پاس ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضور اپنے اختیار سے باہر ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ بات بھی انہیں باتوں

Presented by www.ziyaraat.net/

میں ہو۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں۔ نیز دوسرے لوگ بھی عمر کے موافق تھے۔ اور کچھ لوگ ان کے مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ایک اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں' آنحضرت نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ کہ رسولخدا کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں۔"

شمس العلماء مولوی نذید احمد صاحب کتاب الفرائض والحقوق اور امہات الامتہ میں لکھتے ہیں۔ "جن لوگوں کے دل میں خلافت کی کھچڑی پک رہی تھی' اس کا بھانڈا دوات قلم طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا' پیغمبر صاحب نے بھی وصیت کی کچھ صراحت نہ فرمائی کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے' مگر جن کے دلوں میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی' انہوں نے دھینگا مشتی سے منصوبہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر صاحب کے اگرچہ مذکورہ بیانات کافی ہیں مگر چونکہ اہل سنت کو شمس العلماء شبلی نعمانی پر بڑا اعتبار ہے اس لئے اس جگہ ان کا قول بھی درج کرتے ہیں۔

واقعہ قرطاس (رسول اللہ کی) بیماری کا بڑا مشہور واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین دن پہلے قلم دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو' اس پر حضرت عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ روایت میں "ہجر" کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔ یہ واقعہ بظاہر تعجب خیز ہے' ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی اور کیا ہوگی۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر مبارک پر ہیں اور امت کے درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اس میں سہو خطاء کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اس کے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرفہ یہ کہ بعض روایت میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا ہے (نعوذ باللہ منھا) یہ اعتراض ایک

مدت سے چلا آتا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہ نے اس پر بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ چھیڑا گیا کہ پیغمبرؐ سے ہذیان ہونا ممکن ہے' کیونکہ ہذیان انسانی عوارض سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی عوارض سے بری نہ تھے۔ الفاروق حصہ اول ص ۴۸'۴۹

شبلی صاحب کی اس تحریر سے پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے ص ۲۹۶ پر جو پردہ پوشی حضرت عمر کی مندرجہ ذیل لفظوں میں کی اس کا پردہ چاک ہوگیا۔

از کجا بہ یقین ثابت شد کہ گو بندہ ایں لفظ (ہجر) عمر بود در اکثر روایات والوا واقع است

یقینی طور پر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ لفظ ہجر کا کہنے والا عمر ہی تھا' اکثر' روایت میں قالوا کا لفظ آیا ہے۔ کیونکہ شبلی صاحب کے قول سے معلوم ہوگیا کہ "قالوا" نہیں تھا بلکہ قَالَ تھا اور کہنے والے حضرت عمر ہی تھے جن کی شان میں شبلی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی کیا ہوگی۔" شبلی صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کی اور اپنے "ہیرو" کو بچانے کے لئے صاحب **وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ** کی نسبت اپنا یہ فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ "پیغمبرؐ سے ہذیان ہونا ممکن ہے۔" اس کے بعد تو شبلی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اور ہی گل کھلتا ہے یعنی جس واقعہ کی صحت پر امام بخاری' مسلم اور تمام محققین محدثین اور متکلمین اہل سنت متفق ہیں' اور صاحب ملل و نحل حضرت عمر کی اس خطا کو شیطان کی مخالفت سے مثال دیتے ہیں۔ موصوف حضرت عمر کی خاطر اس واقعہ سے صاف انکار کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

یہ روایت اگر خواہ صحیح بھی سمجھی جائے تب بھی بہرحال اس قدر تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں جن سے لوگوں کو خیال ہو کہ آنحضرت ہوش میں نہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم دوات طلب فرما رہے ہیں' پس ایسی روایت سے کہ جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیت چھوڑ دی کسی واقعہ پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ میں صرف عبداللہ بن عباس اس کے راوی ہیں اور ان کی عمر اس وقت کل تیرہ چودہ برس کی تھی اور سب

Presented by www.ziyaraat.net/

سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے' تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری اور مسلم کی کسی راوی کی نسبت یہ شبہہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری حیثیت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ تر آسان ہے کہ رسول اللہؐ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ الفاروق حصہ اول ص ۵۰۔ ۵۱۔

اگرچہ شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس کو واقعہ کے وقت غیر حاضر بتایا ہے لیکن خود ہی اسی کتاب کا ص ۴۹ پر ان کا واقعہ کے وقت موجود ہونا ان الفاظ میں لکھا ہے۔"

"بخاری باب کتابتہ العلم میں جو حدیث مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔

غرض شبلی صاحب نے فتح الباری کی سند سے حضرت عبداللہ ابن عباس کی عدم موجودگی پر زور دیا ہے' اس سے بہ مصداق "مطلب سعدی دیگراست" ایک صحیح واقعہ سے اپنے مذہب والوں کے خیالات کا پھیرنا مقصود ہے اور چونکہ بخاری سے ابن عباس کا موجود ہونا اور حضرت عمر کا ہذیان کہنا بخوبی ثابت ہے اس لئے انہوں نے فتح الباری سے بخاری کی روایت کو جھوٹی ٹھہرانے کی ساری کوشش کی مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے ہماری "اصح الکتب" کی بنیاد منہدم ہو جائے گی۔ پھر جس واقعہ کو بخاری اور جملہ محققین نے تسلیم کر لیا ہے' ایک شبلی کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے" البتہ ان بیجا تاویلات سے ان کا مبلغ علم معلوم ہوگیا' اگر اس پر بھی ہمارے سنی بھائی شبلی صاحب کی تحریر کو قرآنی آیت کے برابر سمجھیں تو لازم ہے کہ بجائے بخاری کے فتح الباری کو اصح الکتب بعد کلام الباری قرار نہ دیں۔ یاد رکھیں شبلی صاحب نے بخاری کی روایت کو صرف اس خیال سے غیر معتبر بتایا ہے کہ اس سے جناب عمر کے ایمان و اسلام پر حرف آتا ہے۔ حالانکہ سیرۃ النبی ﷺ میں بخاری کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے۔

اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث روایت میں بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا' رسول اللہؐ کے ساتھ جو ان کو عقیدت اور خلوص و شیفتگی تھی اس کے لحاظ سے وہ تمام محدثین پر ممتاز تھے' باوجود اس کے فضائل و

مناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روائیتیں بیہقی' طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں' بخاری اور مسلم میں ان کا پتہ نہیں لگتا۔

نیز شبلی صاحب نے اس روایت میں حضرت عمر کے لحاظ سے جناب عبداللہ بن عباس کی موجودگی سے جو انکار کیا ہے وہ صریحاً کتابتہ العلم بخاری اور اہل سنت کے دوسرے راویوں کے بیان کے مخالف ہے' کیونکہ اول تو خود انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی تسلیم کی ہے اور یہ زمانہ عمر رشد کا زمانہ ہے' عرب میں اس عمر کے لڑکے بالغ ہو جاتے ہیں۔ نیز مستند روایتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی جوانی اور بڑھاپے کے زمانہ میں بھی اس غمناک واقعہ کو فراموش نہیں کیا ہمیشہ یاد کرکے روتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کی آخری وصیت کو ہذیان کہہ کر روک دینا ان پر عمر بھر شاق رہا۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب "منقول از تشیید المطاعن جلد اول ص ۳۶۹

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا بن عباس وما یوم الخمیسی' قال اشتد برسول اللّٰہؐ وجعہ فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابالن تضلو ابعدی ابدا' فتناز عوا لو ولا ینبغی عند نبیؐ تنازع فقالو اماستانہ اھجرا اسفحصوہ موہ وقد ھبو ایردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ۔

سلیمان بن ابو مسلم الاحول کی روایت میں ہے کہ ابن عباس ہائے پنجشنہ کتنی مصیبت کا دن تھا (یہ کہہ کر) خوب روئے' یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے (وہاں کے سنگریزے) تر ہوگئے۔ میں نے پوچھا ابن عباس یہ پنجشنہ کیا ہے اور (معاملہ کیا ہے؟) کہنے لگے کیا پوچھتے ہو' اس دن آنحضرت پر سخت تکلیف تھی اسی دن آنحضرت نے فرمایا میرے پاس سامان تحریر (قلم دوات) لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یہ سن کر اصحاب آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس لڑنا سزاوار نہیں اصحاب نے اس کلام کو ہذیان سمجھ کر پوچھا کہ حضور کیا چاہتے ہیں؟ اور سب آنحضرت سے سوال و جواب کرنے لگے۔ اس پر حضرت نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں اس حال میں بہتر ہوں اس سے جس کی

Presented by www.ziyaraat.net/

طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان عبداللہ ابن عباس کے مذکورہ بیان سے ہوا ہو گیا مگر مزا تو جب ہے کہ خود شبلی ہی کی تحریر سے ان کا بیان غلط ثابت کر دیا جائے۔ اس لئے کہ موصوف نے اس جگہ تو عمر کی پاسداری کے لئے حضرت عبداللہ کو صغیر سن کہہ کر فرطاس کی روایت کو غیر معتبر کہہ دیا، مگر دوسری عام روایتوں میں انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو باوجود کمسنی کے ان کی قابلیت اور فہم و فراست کی بناء پر کبیر السن صحابہ پر فضیلت دی۔ اور دوسرے اصحاب شیوخ کے مقابلہ میں معتبر بتایا، جیسا کہ الفاروق حصہ اول ص ۱۸۴ پر لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس کو حضرت عمر نے گویا اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، خود حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نو عمر لڑکے کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جو ان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے، حضرت عمر نے فرمایا یہ وہ شخص ہے کہ جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔"

اور علامہ عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے۔

کان عمر یحب (ابن عباس) ویدینه و یقربه و یشاوره مع اجلة الصحابه

حضرت عمر ابن عباس کو دوست رکھتے تھے اور ان کو ہمنشینی اور تقریب کا مرتبہ دیتے تھے، تھے اور جلیل القدر صحابہ کے ساتھ ان کو مشوروں میں شریک کرتے تھے۔

"اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب حضرت عمر کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو عبد اللہ بن عباس اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمران کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقف نہیں۔"

سبحان اللہ! خود ہی تو شبلی صاحب حضرت عمر کی زبان سے جناب عبداللہ بن عباس کے اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"علم سن کی کمی و بیشی پر موقوف نہیں ہے، اور ان کے اقوال کو صحابہ شیوخ کے اقوال پر فوقیت دیتے ہیں۔"

اس پر بھی جناب عمر کی خاطر بدیہات سے انکار کرتے ہیں، اور خدا کے اس ارشاد پر عمل نہیں کرتے۔

لَاتَلبِسُو الحَقَّ بِالبَاطِلِ وَ تَکتُمُوا الحَقَّ وَاَنتُم تَعلَمُونَ۔ "(بقرہ۔ آیت ۴۲)

حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور حق بات کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔"

یہ حضرت عمر کے ساتھ شبلی کے عشق کا حال تھا، اب خاتم المحدثین شاہ صاحب اور حضرت عمر کی محبت کا حال سنئے اور سیکھئے۔

وہ ہذیان کا انکار تو نہیں کرتے مگر محبت فاروقی میں ڈوب کر عمر کی دانش مندی پر صد آفریں اور ہزار تحسین کہتے ہیں کہ اس وقت اگر رسولؐ کو قلم و دوات دے دیا گیا ہوتا تو آنحضرت کوئی ایسی نئی بات لکھ جاتے کہ آیت الٰہی کی صریح تکذیب ہوتی، ان کے الفاظ پڑھیئے۔

نزد عقلاصد آفریں و ہزار تحسین بروقت نظر عمر ست زیرا که قبل ازیں واقعه سه ماه آیه کریمه الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا نازل شده و ابواب تنسیخ و تبدیل و زیاده نقصان رادرد مین مطلقا مسدود ساخته مهر ختم برآن نموده گذاشته درہمیں آیه اشارت کرد عمر دریں عبارت حسبنا کتاب اللّٰه اگر آنحضرتؐ دریں حالت چیزے جدید که سابق درکتاب شریعت نیامده بودنبو یسامد موجب تکنیب ایں آیته خواہد شد" تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ فخر المطابع ص ۲۹۴۔

عقل مندوں کے نزدیک حضرت عمر کی باریک بینی پر صد آفریں اور ہزار تحسین ہے اس لئے کہ اس کے تین مہینے قبل آیہ کریمہ اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم (آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا۔ اور تمہارے دین اسلام سے خوش ہوا) نازل ہو چکی تھی۔ اور منسوخ اور تبدیلی نیز کمی اور زیادتی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، اور آیتہ کے ذریعہ مہر کر دی گئی تھی، اس بنا پر عمر نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے کیونکہ اگر ایسی حالت میں آنحضرتؐ کی جدید بات جو کتاب شریعت میں پہلے نہ رہی ہو۔ لکھا دیتے تو اس آیتہ کی تکذیب ہوتی۔"

Presented by www.ziyaraat.net/

غور کیجئے شاہ صاحب نے عمر کی حمایت میں رسالت و نبوت پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے حالانکہ خود ہی تحفہ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حالت غشی اور بیہوشی میں بھی ہذیان وغیرہ سے پاک ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حق تعالٰی انبیاء را بجہت کرامت و بزرگی ایشان درحالت غشی و بے ہوشی نیز از آنچہ خلاف مرضی تعالٰی باشد معصوم ہی دارد قولا و فعلا ہرچہ مرضی حق ست ازایشاں صادرمی شود درخواب نیز دل این بزرگان آگاہ وخبر داری باشد تحفہ ص ۲۱۰

خداوند عالم نے انبیاءؑ کو ان کی بزرگی اور مرتبہ کی وجہ سے بے ہوشی و غشی کی حالت میں ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو' قولاً" فعلاً" ان سے وہی امور صادر ہوتے ہیں جو حق تعالٰی کی مرضی کے مطابق ہوں۔ خواب میں بھی ان بزرگوں کے دل ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں۔

اب آپ علماء اہلسنت کی دیانت اور صداقت کو دیکھئے کہ اپنی غرض کی خاطر رسالت اور نبوت کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ قلم و دوات نہ دینے میں جو راز پنہاں تھا وہ فاش نہ ہو' مگر حضرت عمر نے خود ہی اپنا راز فاش کر دیا۔ ابن ابی الحدید کا بیان دیکھئے حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ حضرت علیؑ کی محبت میں اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرما جاتے تھے اور اپنی وفات کے وقت قلم و دوات اس غرض سے طلب کی تھی کہ علیؑ کے نام خلافت لکھ دیں مگر میں نے نہ لکھنے دیا۔

اصل روایت کا ترجمہ ہم اس جگہ تشیید المطاعن ص ۳۷۱-۳۷۲ سے ناظرین کی دلچسپی کے لئے نقل کر رہے ہیں ابن ابی الحدید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ابن عباس ایک بار مقام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تنہا کہیں جا رہے ہیں میں بھی ان کے پیچھے ہوگیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس میں تم سے تمہارے بھائی (علیؑ) کی شکایت کرتا ہوں میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں؟

مجھ سے فرمائیے۔ انہوں نے کہا میں نے علیؑ سے کہا تھا کہ میرے ہمراہ آئیں مگر نہ آئے اور میں ہمیشہ ان کو اپنی طرف سے ناراض پاتا ہوں' اس غصہ اور ناراضگی کا سبب مجھے تم بتاؤ۔ میں نے جواب دیا اس کا سبب آپ بھی جانتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں سمجھتا ہوں کہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے میں نے کہا یہی وجہ ہی ان کا خیال ہے کہ جناب رسول خداؐ ان کو خلیفہ کرنا چاہتے تھے۔ عمر نے کہا خدا نے نہ چاہا کہ علیؑ خلیفہ ہوں تو پیغمبرؐ خدا کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ رسولؐ نے جس امر کو چاہا اس کو خدا نے کچھ اور چاہا پس پیغمبر کا چاہا کچھ نہ ہوا۔ پیغمبر خداؐ نے بہت چاہا کہ ان کے چچا ابو طالبؑ مسلمان ہو جائیں مگر چونکہ خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول خدا اپنے مرض موت میں ان کو (حضرت علیؑ) خلیفہ کرنا چاہتے تھے مگر میں یہ خیال کرکے کہ (ان کی خلافت میں فتنہ و فساد برپا ہوں گے اور اسلام برباد ہو جائے گا) مانع ہوا۔ رسول اللہ میرے خیال کو سمجھ گئے اور جو منظور خدا تھا وہی ہوا۔ ابن ابی الحدید سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عباس نے کہا میں حضرت عمر کے پاس ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں گیا' اس وقت وہ ایک حصیر پر بیٹھے ہوئے اور ان کے کھانے کے لئے ایک صاع سوا تین سیر خرمے رکھے ہوئے تھے اور وہ کھاتے جا رہے تھے مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے ایک دانہ اٹھا لیا اور وہ سب کا سب کھا گئے۔ اور گھڑے میں جو پانی رکھا ہوا تھا اسے بھی پی گئے پھر تکیہ پر ٹیک لگا کر اللہ کی حمد کی اور مجھ سے پوچھنے لگے کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا مسجد سے کہنے لگے اپنے بھائی کو کہاں اور کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو' ابن عباس کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں' میں نے کہا اپنے ہم سنوں میں کھیل رہے ہیں' کہنے لگے ان کو نہیں پوچھ رہا ہوں' تم سے اہل بیت کے بزرگ کو دریافت کر رہا ہوں میں نے کہا باغ میں پانی دے رہے ہیں اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں' یہ سن کر کہنے لگے عبد اللہ تم کو قسم دیتا ہوں کہ خون شتر پیو اگر سچ نہ بتاؤ۔ کہ حضرت علیؑ کے دل میں اب بھی خلافت کا دعویٰ ہے؟ میں نے (برجستہ) کہا ہاں۔ حضرت عمر نے کہا حضرت علیؑ کا خیال ہے کہ حضرت رسول خداؐ ان کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے' میں نے کہا واقعی سچ ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ میں نے اپنے باپ سے اس معاملہ میں دریافت کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اس پر حضرت عمر کہنے لگے حضرت رسول خداؐ سے کبھی کبھی ایسے امور صادر ہو جاتے تھے جو ٹھیک نہیں ہوتے تھے اور کبھی علیؑ کی محبت میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جاتے تھے، چنانچہ مرض موت میں وہ حضرت علیؑ کے نام خلافت کرنا چاہتے تھے مگر میں اہل اسلام کی محبت اور شفقت کی بناء پر اس امر سے مانع ہوا، کعبہ کی قسم کہ قریش حضرت علیؑ کی خلافت پر متفق نہ ہوتے، اور اگر وہ خلیفہ ہوتے تو چاروں طرف سے ان پر یورش کرتے، رسول اللہؐ نے یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے اس سے واقف ہوگیا ہوں خاموش ہوگئے، اور حضرت علیؑ کے نام کی تصریح نہیں فرمائی، پس جو کچھ خدا کی مشیت میں تھا وہی ہوا۔ ابن ابی الحدید اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ **ذکر هذا الخبر احمد بن طاهر صاحبکتاب تاریخ بغداد فی کتاب مسند**" یعنی اس روایت کو احمد بن طاہر صاحب تاریخ بغداد نے اپنی کتاب "مسند" میں درج کیا ہے۔

مختصر یہ کہ جناب رسول خداؐ کی اس وصیت میں مزاحمت کی گئی، اور جو بے وحی کے کلام نہ کرے اس پیغمبر کو "ہذیان" سے نسبت دی گئی۔ جس وصیت پر قیامت تک کل امت کی ہدایت اور گمراہی کا دار و مدار ہے۔ آخر یہی مخالفت بہتر فرقوں کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ نیز صرف عمر نے نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ آداب رسالت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ طٰہٰ، یاسین، مدثر، مزمل وغیرہ القاب سے خدا جن کو پکارے، جناب عمر "**هذا الرجل لیهجر**" کہیں، حالانکہ آنحضرتؐ کے سامنے آواز بلند کرنے کو خداوند عالم نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایها الذین امنو الا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهر واله بالقول کجهر بعضکم لبعض، ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون ○ سورہ حجرات پ ۲۶ آیت ۲

اے ایمان دار و (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور (زور) سے بولا کرتے ہو ان کے رو برو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اور اپنی باتوں سے جناب رسول خداؐ کو اذیت پہنچانے والے ہیں، ایسے لوگ ظالم بھی ہیں جو

خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، ارشاد ہوتا ہے۔

قد نعلم انه لیحزنک الذی یقولون فانهم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایٰت اللّٰه یجحدون ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتٰهم نصرنا۔ سورہ انعام۔ آیت ۳۴/۳۲

ہم خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی بک بک تم کو صدمہ پہنچاتی ہے تو (تم کو سمجھنا چاہئے کہ) یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم حقیقتاً خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور کچھ تم ہی پر انحصار نہیں تم سے پہلے بھی بہتیرے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں تو انہوں نے اس جھٹلائے جانے اور اذیت و تکلیف پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آئی۔

اصحاب کی اس گستاخی پر حضور کو صبر کا حکم تھا، مگر اس گستاخی کرنے والوں کا انجام اس آیت میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

الم یعلموا انه من یحادد اللّٰه ورسوله فان له نار جهنم خالدا فیها ذلک الخزی العظیم" پ۔ ۱۰ سورہ توبہ۔ آیت ۶۳

کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار رکھی ہے) جس میں وہ ہمیشہ جلتا بھنتا رہے گا۔ یہی تو بڑی رسوائی ہے۔

پس ایسے لوگوں کو ایمان و اسلام میں کامل کہنا حکم خدا و رسول کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے، ملاحظہ ہو قرآنی بیان ہے۔

فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اهواءهم ومن اضل ممن اتبع هواه بغیر هدی من اللّٰه ان اللّٰه لا یهدی القوم الظلمین۔ پ۲۰ سورہ قصص آیت ۵۰

اگر یہ لوگ (اس پر بھی) نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ بس اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں اور جو شخص خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا، بے شک خدا سرکش لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔ (آیات محکمات ص ۸۰)

Presented by www.ziyaraat.net/

جیش اسامہ

پیغمبر اکرمؐ نے دعوت اسلام کے سلسلہ میں حارث ابن عمیر ازدی کو اپنا سفیر بنا کر حاکم بصرہ کے پاس بھیجا تھا مگر راستے میں حاکم بلقاء شرجیل ابن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے قتل کروا دیا آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے تین ہزار کا ایک لشکر زید ابن حارثہ، جعفر ابن ابی طالبؑ اور عبداللہ ابن رواحہ کی زیر سرکردگی ترتیب دیا اور فرمایا کہ اگر زید کام آجائے تو جعفر ابن ابی طالب سردار لشکر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو جائے تو عبداللہ ابن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔ جب یہ لشکر معان میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ہرقل روم، روم و شام کی فوجوں کے ساتھ بلقاء میں چھاؤنی ڈالے پڑا ہے۔ مسلمانوں کو دشمن کی کثرت و قوت کا پتا چلا تو ہراساں ہو کر معان میں رک گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں مدینہ سے مزید کمک طلب کرنا چاہئے مگر عبداللہ ابن رواحہ نے لشکر کا حوصلہ بڑھایا اور کہا کہ ہمیں دشمن کی ٹڈی دل فوجوں کو خاطر میں نہ لانا چاہئے اور آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کی ہمت بندھی اور انہوں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ جب بلقاء کے قریوں میں سے ایک قریہ مشارف میں پہنچے تو دشمن کی نقل و حرکت کو دیکھ کر موتہ کی طرف مڑ گئے تاکہ کسی مناسب جگہ پر پڑاؤ ڈال کر دشمن سے نمٹیں۔ جب موتہ میں پہنچے تو ایک میدان میں صف بندی کی اور میمنہ و میسرہ ترتیب دیا۔ دشمن نے بھی وہاں پہنچ کر صفیں جما دیں۔ زید ابن حارثہ ہاتھوں میں علم لے کر لڑنے کے لئے نکلے اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اب جعفر ابن ابی طالب نے علم لے لیا اور میدان میں اتر آئے دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اب جعفر ابن ابی طالب نے بائیں ہاتھ سے علم سنبھالا اور جب بایاں ہاتھ بھی قطع ہوگیا تو علم کو سینہ سے لگا لیا اور اسی سے زیادہ تیر و تلوار کے زخم کھا کر شرف شہادت سے ہمکنار ہوئے اور پیغمبرؐ نے انہیں **ذوالجناحین** (دو پروں والا) اور **الطیار فی الجنۃ** (جنت میں پرواز کرنے والا) کے لقب سے یاد کیا۔ پھر عبداللہ ابن رواحہ نے علم سنبھالا اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ان جلیل القدر علمبرداروں کے بعد کوئی نامزد علمبردار نہ رہا تھا ایک انصاری ثابت ابن ارقم نے علم اٹھا لیا اور کہا کہ اپنے میں سے کسی ایک کو علمبردار منتخب کر لو لوگوں نے کہا کہ اب تم ہی علم لئے رہو کہا کہ میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں کسی اور کو منتخب کرو۔ چنانچہ خالد

ابن ولید نے علم لے کر سپہ سالاری کا منصب سنبھال لیا۔ انہوں نے کچھ دیر لڑائی کو جاری رکھا [illegible] کو اندھیرا پھیلنے لگا۔ اندھیرے کی وجہ سے جنگ رک گئی خالد نے اسے غنیمت سمجھا راتوں رات لشکر کو لیکر میدان سے ہٹ گئے اور مدینہ کا رخ کر لیا۔ جب یہ شکست خوردہ لشکر مدینہ میں پہنچا اور لوگوں کو لشکریوں کے روبفرار ہونے کا پتا چلا تو مٹی اٹھا اٹھا کر ان کے چہروں پر پھینکنا شروع کی اور انہیں بھگوڑوں کے نام سے یاد کیا۔ یہ لوگ شرمندگی سے منہ چھپائے پھرتے تھے اور سلمہ ابن ہشام نے جو اس لشکر میں شریک تھے نماز جماعت میں آنا چھوڑ دیا اس لئے کہ جب مسجد میں آتے تھے تو لوگ یہ کہنے لگتے تھے۔

افراتم فی سبیل اللّٰہ (تاریخ طبری ج ص ۳۲۳)

کیا تم وہی ہو جو اللہ کی راہ سے بھاگ نکلے تھے۔

یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں رونما ہوا تھا مگر ابھی تک شہدا موتہ کے قصاص کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کسی مصلحت کی بناء پر اسے اپنی زندگی کے آخری دنوں کے لئے اٹھا رکھنا چاہتے تھے چنانچہ اپنی بیماری کے ایام میں ایک اٹھارہ انیس سالہ نوجوان اسامہ ابن زید کی زیر سرکردگی ایک لشکر ترتیب دیا اور مہاجرین و انصار کو ان کی ماتحتی میں جانے پر مامور کیا۔ ابن سعد نے تحریر کیا ہے:۔

فلم یبق من وجوہ المہاجرین الاولین و الانصار الاانتدب فی تلک الغزوۃ فیہم ابوبکر و عمر ابن الخطاب و ابو عبیدۃ ابن الجراح و سعد ابن ابی وقاص و سعید ابن زید وقتادہ ابن النعمان و سلمۃ ابن اسلم ابن حریش۔ (طبقات ج ۲ ص ۱۹۰)

انصار و مہاجرین اولین میں سے کوئی نمایاں فرد ایسی نہ تھی جسے اس غزوہ میں شرکت کے لئے نہ کہا گیا ہو ان لوگوں میں ابوبکر [illegible] عمر ابن خطاب عبیدہ ابن الجراح سعد ابن ابی وقاص سعید ابن زید قتادہ ابن نعمان اور سلمہ ابن اسلم ابن حریش بھی شامل تھے۔"

جب پیغمبرؐ نے علالت کے باوجود اپنے ہاتھ سے علم سجا کر اسامہ کو دیا تو مسلمانوں نے ان کے پرچم کے نیچے جانے کے بجائے ان کی افسری پر لے دے شروع کر دی اور کھلے خزانوں اعتراضات کرنے لگے۔ کبھی یہ کہا کہ یہ نو عمر اور ناتجربہ کار ہے اور کبھی یہ کہا کہ یہ ایک آزاد کردہ

Presented by www.ziyaraat.net/

غلام کا بیٹا ہی تو ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے کانوں میں یہ نکتہ چینی کی آوازیں پہنچیں تو بخار کی حالت میں لپٹے لپٹائے سر پر پٹی باندھے باہر تشریف لائے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

ان تطعنوا فی امرته فقد کنتم تطعنون فی امرة ابیه من قبل وایم اللّٰه انه کان لخلیقا للامرة وانه کان لمن احب الناس الی وان هذا احب الناس الی بعده

(صحیح مسلم۔ ج ۲ ص ۲۸۳)

اگر تم اس کی امارت پر معترض ہو تو اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی طعنہ زنی کر چکے ہو خدا کی قسم وہ امارت کا سزاوار تھا اور میری نظروں میں دوسروں سے زیادہ پسندیدہ تھا اور اس کے بعد یہ بھی مجھے دوسروں سے زیادہ عزیز ہے۔"

اس کے بعد آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور مرض نے شدت کی صورت اختیار کر لی مگر اس حالت میں بھی بار بار یہی فرماتے رہے۔ **جهزوا جیش اسامه انفذ واجیش اسامة ارسلوا جیش اسامة** "لشکر اسامہ کو جلدی بھیجو، لشکر اسامہ کو فوراً بھیجو، لشکر اسامہ کو فوراً روانہ کرو۔" اسامہ پیغمبرؐ کو دیکھنے کے لئے آئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ کی صحت یاب ہونے کے بعد لشکر کی روانگی ہو۔ فرمایا نہیں تم لشکر کو لے کر فوراً چلے جاؤ اور اس میں ذرا تاخیر نہ کرو۔ اسامہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے کی تیاری میں لگ گئے۔ ادھر پیغمبرؐ پر مرض کا دباؤ بڑھ گیا اور غش کی کیفیت طاری ہوگئی جب ذرا سنبھالا لیا تو دریافت فرمایا کیا لشکر روانہ ہوگیا ہے بتایا گیا کہ ابھی جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں آنحضرتؐ کی تیوریوں پر بل آئے اور فرمایا:۔

جهزوا جیش اسامة لعن اللّٰه من تخلف عنها (کتاب الملل و النحل ص ۸)

اسامہ کے لشکر کو فوراً روانہ کرو خدا کی لعنت ہو اس پر جو لشکر میں شریک نہ ہو۔"

آنحضرتؐ کے بار بار کہنے اور زور دینے سے نکل تو کھڑے ہوئے مگر مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر وادی جرف میں جا کر رک گئے۔ اتنے میں کسی نے خبر بھجوائی کہ پیغمبرؐ کا دم واپسیں ہے یہ سن کر اسامہ ابو عبیدہ اور حضرت عمر مدینہ میں چلے آئے۔ یہ دن رسولؐ اللہ کی زندگی کا آخری دن تھا۔ جب آپؐ جوار حق میں پہنچ گئے تو دوسرے لوگ بھی واپس پلٹ آئے۔

اہل اسلام کے نزدیک پیغمبر اکرمؐ کا ہر حکم، حکم الٰہی کا آئینہ دار اور وحی الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے اور اس کی مخالفت حکم خدا کی مخالفت ہے مگر اس کے باوجود پیغمبرؐ کا یہ تاکیدی فرمان ٹالم ٹول کی نذر ہو جاتا ہے اور مامورین میں سے کوئی اس پر عمل پیرا ہوتا نظر نہیں آتا۔ کاغذ و قلم کے طلب کرنے پر تو ہذیان کی آڑ میں خلاف ورزی کا جواز پیدا کر لیا گیا تھا مگر خدا جانے کہ اس حکم کی خلاف ورزی کے لئے کیا جواز ڈھونڈا جائے گا۔

اس تجہیز جیش کی مصلحت اور اس کی خلاف ورزی کے دواعی و اسباب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کا جائزہ لیا جائے اور ان حالات پر نظر کی جائے جن حالات کے ماتحت رسول خداؐ نے مہاجرین و انصار کو اسامہ کی زیر قیادت لشکر کشی کا حکم دیا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حجتہ الوداع کے بعد سے پیغمبرؐ کی طبیعت پژمردہ رہنے لگی تھی اس طبیعت کے اضمحلال نے بیماری کی صورت اختیار کر لی اور یہی بیماری موت کا پیش خیمہ بن گئی۔ آنحضرتؐ حجتہ الوداع اور غدیر خم کے خطبوں میں یہ خبر دے چکے تھے کہ میری موت کی ساعت قریب ہے اور میں جلد اس جہان فانی سے رخصت ہو جانے والا ہوں اور حجتہ الوداع سے پلٹنے کے بعد بھی آپؐ کی زبان سے ایسے کلمات سنے گئے جو ایک طرح سے موت کا واضح اعلان تھے اور صحابہ بھی سمجھ رہے تھے کہ یہ رحمت و رافت کا آسمان جو تیئس برس سے ان کے سروں پر سایہ فگن تھا پیوند زمین ہونے والا ہے عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں:۔

نعی الینا نبینا و حبیبنا نفسه قبل موت بشهر۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۳۵)

"ہمارے پیغمبرؐ نے رحلت سے ایک مہینہ پہلے اپنی موت کی خبر دے دی تھی۔"

پیغمبرؐ ایک طرف سفر آخرت کے قرب کی خبر دے رہے تھے اور دوسری طرف ایسے فتنوں کے ابھرنے کی پیشن گوئیاں بھی فرما رہے تھے جن کے مہیب سائے افق عالم پر چھائے جا رہے تھے اور شب تاریک کے مانند فضا کو تیرہ و تار بنانے کے لئے امنڈ آئے تھے چنانچہ آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک رات لڑکھڑاتے سنبھلتے جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اہل قبور کے حق میں دعائے مغفرت اور ان پر سلام کرنے کے بعد فرمایا:۔

لیهن لکم ما اصبحتم فیه مما اصبح الناس فیه قد اقبلت الفتن کقطع

Presented by www.ziyaraat.net/

اللیل والمظلم یتبع اخرھا اولھا والاخرۃ شرمن الاولٰی۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۳۲)

"جس حال میں زندہ لوگ ہیں اسے دیکھتے ہوئے یہ حال تمہیں گوارا اور مبارک ہو اب تو کالی راتوں کی طرح کے فتنے پے درپے بڑھتے چلے آرہے ہیں اور جو فتنہ اٹھے گا وہ پہلے فتنہ سے بدتر ہوگا۔"

ان حالات میں کہ ایک طرف دم واپسیں ہے اور دوسری طرف تباہ کن فتنے سر اٹھاتے نظر آرہے ہیں کیا ان فتنوں کا انسداد زیادہ ضروری تھا یا موتہ کے ان شہیدوں کا قصاص زیادہ لازمی تھا۔ جنہیں شہید ہوئے دو ڈھائی سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس عرصہ میں نہ ادھر کوئی توجہ دی گئی اور نہ کوئی عملی اقدام کیا گیا اگر دشمن کی طرف سے چڑھائی کا اندیشہ ہوتا یا غنیم حملہ آور ہوتا تو اس صورت میں فوج کشی بہرحال لازمی تھی مگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ تھی نہ دشمن چڑھ آیا تھا نہ غنیم حملہ آور تھا اور نہ ہوس ملک گیری کا سوال پیدا ہوتا ہے پھر اچانک اس کی اہمیت کا اتنا احساس کیوں کہ جب غشی سے آنکھیں کھلتی ہیں بار بار یہی فرماتے ہیں کہ جس طرح بن پڑے لشکر کو بھیج دو اور میں اپنی زندگی میں سن لوں کہ لشکر جا چکا ہے۔ اور پھر اس تاکید نے تہدید کی صورت اختیار کرلی اور فرمایا کہ جو لشکر میں شریک ہو کر جانے سے گریز کرے وہ اللہ کی لعنت کا سزاوار ہے۔ اس سے پہلے کبھی پیغمبرؐ نے یہ تہدیدی لہجہ اختیار نہیں کیا تھا بلکہ جنگ وجہاد میں جانے سے کسی نے عذر کیا تو اس کا عذر منظور کرلیا کسی نے کوئی مجبوری ظاہر کی تو اسے رخصت دے دی مگر یہاں نہ کوئی عذر مسموع ہوتا ہے اور نہ جھوٹی سچی مجبوری کو مجبوری سمجھا جاتا ہے بس ایک ہی اٹل فیصلہ ہے کہ یہاں سے چل دو جس میں نہ رد و بدل کی گنجائش ہے اور نہ ترمیم کی حالانکہ زندگی کے آخری لمحات میں انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یار و انصار اس کے گردو پیش جمع رہیں تجہیز و تکفین میں حصہ لیں نماز جنازہ میں شریک ہوں اس کے قریبیوں اور عزیزوں کا غم بٹائیں اور انہیں تسلی و تسکین دیں۔ اور پھر ان لوگوں کے لئے تو اس میں اور زیادہ الجھاؤ ہے جن کا نظریہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی نیابت و جانشینی کا کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا بلکہ اسے امت کے ارباب حل و عقد پر چھوڑ دیا تھا اور اب جبکہ مستقبل قریب میں ان کے سر جوڑ کر بیٹھنے کا وقت آرہا تھا انہیں مدینہ سے کوسوں دور چلے جانے کا حکم دینا کیا معنی رکھتا ہے ظاہر ہے

کہ اگر خلافت کا مسئلہ اہل شوریٰ ورائے کی صوابدید سے وابستہ ہوتا تو انہیں جانے کا حکم قطعاً نہ دیا جاتا تاکہ وہ آپؐ کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ طے کریں اور امت کو فتنہ و انتشار سے بچا سکیں۔ پھر کیا وجہ تھی کہ پیغمبرؐ ان کے جانے پر زور دیتے رہے کیا وہ مرکز میں رہ کر ان فتنوں کا سدباب نہ کرتے جن فتنوں کے سر اٹھانے کی پیشگوئی فرما رہے تھے یا یہ کہ خود انہی سے کسی فتنہ کا اندیشہ تھا جس کے انسداد کے لئے ان سے مدینہ خالی کرایا جا رہا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ اپنے گردو پیش والوں سے مطمئن نہ تھے چنانچہ کچھ لوگ تو آپؐ کی خبر علالت سن کر اسلام سے منحرف ہو رہے تھے اور کچھ لوگوں کے طور طریقے یہ بتا رہے تھے کہ وہ اقتدار کی راہیں ہموار کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جس کے لئے معیار گڑھے جائیں گے اصول بنائے جائیں گے اور ان خود ساختہ اصولوں کے نتیجہ میں مسلمان بٹ جائیں گے اور اسلام پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اسلام کے تحفظ کی واحد ضمانت پیغمبرؐ کے ہدایات پر عمل پیرا ہونے میں مضمر تھی۔ آنحضرتؐ مختلف مواقع پر اور خصوصاً" غدیر خم کے موقع پر ہدایت فرما چکے تھے کہ ان کے بعد علیؑ خلیفہ ولی امر ہونگے مگر اس کے ساتھ کچھ مشکلات بھی نظر آرہی تھیں آپ دیکھ چکے تھے کہ بعض لوگوں کی نظروں میں علیؑ کا معمولی سے معمولی امتیاز بھی کھٹکتا ہے اور وہ بات بات پر شکایات کا طومار باندھنے لگتے ہیں۔ وہ یقیناً دعوت عشیرہ کے عہد و پیمان اور غدیر خم کے اعلان کو عملی جامہ پہنائے جانے میں مزاحم ہوں گے اور جنہوں نے آپؐ کے جیتے جی اسامہ کی امارت کو تسلیم نہ کیا ہو اور ان کی نوعمری کی وجہ سے انہیں قیادت کا اہل نہ سمجھا ہو وہ علیؑ کو بلا چون و چرا کس طرح نمائندہ اسلام اور خلیفہ رسول تسلیم کرلیں گے اور کیا ان کی کم عمری پر بھی اعتراض نہ ہوگا اگرچہ پیغمبرؐ نے ایک نوجوان کو امارت دے کر اس اعتراض کو اعتراض نہیں رہنے دیا تھا پھر بھی حضرت علیؑ اس اعتراض سے بچ نہ سکے اور یہ کہا گیا کہ وہ ابھی جوان ہیں اور خلافت و امارت کے لئے کوئی عمر رسیدہ آدمی ہی موزوں ہو سکتا ہے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا کہ اس تجہیز جیش میں جہاں یہ مقصد کارفرما تھا کہ شہداء موتہ کا قصاص لیا جائے وہاں یہ اہم مقصد بھی اس میں مضمر تھا کہ جن جن سے یہ اندیشہ ہو سکتا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کی خلافت کی عملی تکمیل میں مزاحم ہوں گے انہیں اتنے عرصہ کے لئے مدینہ سے باہر بھیج دیا جائے کہ جب

Presented by www.ziyaraat.net/

وہ پلٹ کر آئیں تو خلافت اپنے مرکز پر قائم ہو چکی ہو اور رخنہ اندازیوں کا سدباب ہو چکا ہو۔ اگرچہ پیغمبر اکرمؐ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ جانے والے نہیں ہیں مگر پیغمبرؐ کا پیغمبرؐ ہونے کی حیثیت سے بہرحال یہ فرض تھا کہ وہ خاموش بیٹھنے کے بجائے پیہم جدوجہد کرتے رہیں اور لوگوں کی نافرمانی و خلاف ورزی سے گھبرا کر سپر انداختہ نہ ہوں۔ اس لئے کہ پیغمبرؐ کا کام ادائے فرائض ہے خواہ ان کی آواز پر کان دھرا جائے یا نہ دھرا جائے۔ اور پھر یہ اصرار رائیگاں بھی تو نہیں گیا اس سے کوئی اور مقصد حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر اتنا تو ہوا کہ جنہوں نے حکم پیغمبرؐ کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں اقتدار حاصل کیا ان کے دلوں کے نہاں خانوں میں چھپی ہوئی ہوس اقتدار بے نقاب ہو کر سامنے آگئی اور ان کے اقتدار کی شرعی حیثیت بھی واضح ہوگئی۔ بہرحال اس خلاف ورزی کا مقصد ہی یہ تھا کہ اگر چلے جانے کی صورت میں یہ بیل منڈھے چڑھ گئی اور اقتدار کا رخ دوسری سمت مڑگیا تو اسے اپنی طرف موڑنے میں کامیاب نہ ہوسکے گی اس طرح یہ ایک اعصابی جنگ تھی جو اندر ہی اندر لڑی جا رہی تھی۔ ادھر پیغمبرؐ جانے کے لئے کہتے ادھر جاتے اور پھر پلٹ آتے۔ کبھی مزاج پرسی کے حیلہ سے اور کبھی سامان کی فراہمی کے بہانہ سے کچھ کن سوئیاں لینے کے لئے یہیں رہ جاتے اور کچھ لشکر گاہ کی طرف پلٹ جاتے۔ غرض پیغمبرؐ نے لاکھ لاکھ کہا سنا مگر نہ جانا تھا نہ گئے یہاں تک کہ پیغمبرؐ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تو ان کا حکم ہوس حکمرانی کے بوجھ کے نیچے دب کر رہ جاتا اور پیغمبرؐ کے بار بار کہنے کے باوجود بوجھل قدموں میں جنبش پیدا نہیں ہوتی مگر جب خلافت قائم کرلی جاتی ہے تو سب سے پہلے لشکر اسامہ کی روانگی کا بندوبست کیا جاتا ہے تاکہ اس طرح حکم رسولؐ کی نافرمانی کا دھبا بھی دھل جائے اور یہ تاثر بھی دیا جاسکے کہ اللہ اللہ حکم رسولؐ کا کتنا پاس و لحاظ تھا کہ اقتدار کی باگ ڈور ہاتھ میں لیتے ہی فوراً" لشکر روانہ کر دیا۔ اگرچہ ایک کثیر تعداد نے اس کی مخالفت کی تھی مگر حضرت ابوبکر کو اصرار تھا کہ اسامہ کی زیر نگرانی لشکر کی روانگی ضرور عمل میں لائی جائے اور جسے چند دن پیشتر امارت کا اہل تصور نہ کیا گیا تھا اب اسے اہل سمجھ لیا گیا۔ انصار کی رائے یہ تھی کہ لشکر کی روانگی ملتوی کر دی جائے اور اگر ملتوی نہ کی جائے تو اسامہ کے بجائے کسی معمر و سن رسیدہ شخص کو لشکر کی امارت سپرد کی جائے۔ چنانچہ حضرت عمر نے انصار کی

ترجمانی کرتے ہوئے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اسامہ کو امارت سے برطرف کر دیا جائے جس پر حضرت ابوبکر بہت بگڑے اور حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا۔

ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعملہ رسولؐ اللہ وتامرنی ان انزعہ۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۶۲)

"تم مرجاؤ اور تمہاری ماں تمہارے سوگ میں بیٹھے اے خطاب کے بیٹے اسے رسول اللہؐ نے امیر مقرر کیا تھا اور تم مجھے یہ کہتے ہو کہ میں اسے علیحدہ کر دوں۔"

اگر لشکر کی روانگی میں حکم رسولؐ کا احترام ملحوظ تھا تو اس احترام کا تقاضا یہ بھی تھا کہ اسامہ کی معزولی کا مطالبہ نہ کیا جاتا اس لئے کہ وہ رسولؐ کے منتخب کردہ تھے اور رسول نے ان لوگوں سے خفگی کا بھی اظہار کیا تھا جنہوں نے ان کی امارت پر نکتہ چینی کی تھی اگرچہ حضرت عمر انصار کے پیغامبر تھے مگر ان کی معزولی میں ان کے ہمنوا تھے۔ اگر وہ انصار کے ہمنوا نہ ہوتے تو وہ ان کی طرف سے پیغامبر بن کر آنے کے بجائے انہیں کہہ دیتے کہ اسامہ رسولؐ کے مقرر کردہ ہیں تم ان کی معزولی کا مطالبہ کرنے والے کون ہوتے ہو یا یہ کہتے کہ تم خود ہی حضرت ابوبکر کے پاس چلے جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ اسامہ کو برطرف کر دیں اور حضرت ابوبکر بھی حضرت عمر پر بگڑنے کے بجائے انصار پر بگڑتے۔ ظاہر ہے کہ یہ خفگی اسی بنا پر ہوگی کہ انہیں انصار کا ہمنوا پایا ہوگا۔ بہرحال حضرت ابوبکر کے کہنے سننے سے اسامہ کی امارت تو گوارا کرلی گئی مگر پھر بھی کچھ لوگوں نے عملاً ان کی امارت کو تسلیم نہ کیا اور لشکر میں شریک ہونے سے کنارہ کش رہے۔ حضرت ابوبکر تو حکومت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے نہ گئے ہوں گے حضرت عمر بھی اسامہ سے اجازت لے کر رہ گئے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسامہ کو یہ حق پہنچتا تھا کہ جنہیں رسولؐ اللہ نے نام لے لے کر مامور فرمایا ہو وہ انہیں اجازت دے کر رخصت کر دیں؟ ظاہر ہے کہ ان کی حیثیت ایک سپہ سالار کی تھی اور وہ قطعاً" اس کے مجاز نہ تھے کہ جسے چاہیں ساتھ رکھیں اور جسے چاہیں چھوڑ جائیں۔ پھر اس اجازت طلب کرنے اور اجازت دینے کے معنی ہی کیا ہیں۔ اور اگر وہ مجاز بھی فرض کر لئے جائیں تو حکومت کی سطوت و ہیبت کے سامنے اجازت دینے سے انکار بھی کیسے کر سکتے تھے۔

(سیرت امیرالمومنینؑ ص ۳۰۸)

Presented by www.ziyaraat.net/

جناب جسٹس آغا محمد سلطان مرزا تحریر فرماتے ہیں۔

وحی الٰہی سے آنحضرتؐ کو معلوم ہو چکا تھا کہ رفیق اعلیٰ کی طرف سے پیغام وصال آگیا ہے۔ حکم **یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ** کے بموجب آپؐ نے بمقام غدیر خم یہ آخری پیغام الٰہی اپنی امت کی طرف پہنچا دیا اور اس کے بعد جو آیہ شریفہ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** نازل ہوئی اس سے سب لوگوں پر واضح ہوگیا کہ اب عنقریب ہمارا رسولؐ ہم سے جدا ہونے والا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر اس آیہ کو سن کر آنحضرتؐ کی رحلت کا تصور کرکے رونے لگے۔ معلوم نہیں وہ رونا آنحضرتؐ کی محبت کی وجہ سے تھا یا اس عظیم الشان مہم اور اسکے نتائج کے تصور سے تھا کہ جس میں سے گزرنا حضرت عمر کی صلاح کے بموجب ناگزیر ہو چکا تھا یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ کے اصحاب میں ایک ایسی جماعت موجود تھی جو حضرت علیؑ کی طرف حکومت کے جانے کو پسند نہیں کرتی تھی اس جماعت نے منافقین کو اپنے ساتھ ملا کر ایک اچھی اکثریت پیدا کر لی تھی اپنے اس ماحول کی کیفیت سے ایک معمولی فہم و ذکا کا آدمی بہت آسانی سے آگاہ ہو سکتا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فراست و ذکاوت تو تمام لوگوں سے بالا تر تھی علاوہ اس کے جس ہستی نے آنحضرتؐ کو منافقین کی موجودگی سے آگاہ کر دیا۔ اسی ہستی نے منافقین کے ان دوستوں سے بھی آنحضرتؐ کو آگاہ کر دیا۔

جب حالات یہاں تک پہنچ گئے اور زمانہ رحلت رسولؐ نزدیک آگیا تو آنحضرتؐ کو خیال آیا کہ اگر اس مخالف جماعت کے بڑے بڑے اراکین میری رحلت کے وقت مدینہ سے دور ہوں گے اور بوجہ دوری کے اپنے منصوبوں کو عمل میں نہ لاسکیں گے تو ممکن ہے کہ علیؑ کی حکومت و خلافت قائم ہو جائے اور اس طرح امت کو صراط مستقیم پر چلانے والا ہادی بغیر رکاوٹ کے مل جاوے۔ لہٰذا جس دن مرض الموت شروع ہونے والا تھا اس سے ایک دن پہلے آپؐ نے جیش اسامہ مرتب فرمایا اور اس میں تمام صحابہ کو باستثناء حضرت علیؑ و بنو ہاشم شامل ہونے کا حکم دیا۔ مدعا یہ تھا کہ زید کی موت اور واقعہ موتہ کی شکست کا بدلہ بھی پورا ہو جائے اور جب آپؐ رحلت فرمائیں اور خلافت کے قیام کا وقت آئے تو وہ لوگ جو حضرت علیؑ کے مخالفت تھے اور وہ جو خود

مسند حکومت کی خواہش رکھتے تھے مدینہ میں موجود نہ ہوں لیکن وہ لوگ تو پہلے ہی سے اس وقت کی امید میں بیٹھے تھے وہ کیونکر مدینہ چھوڑ سکتے تھے آنحضرتؐ کی بار بار کی تاکید اور اصرار کے باوجود وہ نہ گئے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا ایسی تدابیر اختیار کرنا جناب رسول خداؐ کی شان کے منافی نہ تھا مدعا تو وہی ہدایت خلق تھا یہ سنت الٰہی تھی کہ مخالفین کی تجویزوں کو اپنی تجویزوں سے توڑا جائے۔ ارشاد خداوندی یاد کرو۔ **مَکَرُوْا وَ مَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن** جب علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر اور اس طرح کفار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر وہاں سے اپنے رسولؐ کو نکالنے میں خداوند تعالیٰ کی کچھ تنقیص شان نہ ہوئی تو مخالفین کو اس طرح مدینہ سے نکالنے میں جناب رسول خداؐ کی کونسی کسر شان تھی۔ اب اس اجمال کی ہم تفصیل کرتے ہیں۔

آغاز ۸ ہجری تھا کہ آنحضرتؐ نے تین ہزار مہاجرین و انصار کا لشکر زیر سرداری زید ابن حارثہ شام کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ حارث بن عمیر کی موت کا بدلہ لیں جو حدود شام کے اندر بمقام موتہ شرجیل بن عمر غسانی کے حکم سے قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی زید بن حارثہ کی ماتحتی میں تھے۔ لیکن حضرت علیؑ اس لشکر میں بھی نہ تھے آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ اگر زید بن حارثہ قتل ہو جائیں تو امیر لشکر جعفر بن ابی طالب ہوں اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر لشکر کی سرداری عبد اللہ بن رواحہ کریں گے مسلمانوں کا لشکر چلا ادھر سے قیصر روم یعنی ہرقل کا لشکر آیا۔ دونوں کا مقابلہ حدود شام کے اندر بمقام موتہ ہوا آنحضرتؐ کے مقرر کردہ سردار یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کام آئے پھر لشکر نے یہ سرداری ثابت بن خرم کے سپرد کی۔ انہوں نے علم تو لے لیا لیکن یہ فرمایا کہ مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس پر خالد بن ولید نے علم خود لے لیا ان کو کسی نے سردار مقرر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہیں:۔

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم یکن من الامراء وھو امیر نفسہ۔ (شرح علی المواہب اللدنیہ الجزء الثانی ص ۲۷۲) ترجمہ۔ پھر خالد بن ولید نے علم لے لیا وہ آنحضرتؐ کے مقرر شدہ امیروں میں سے نہ تھے۔ انہوں نے اپنے جی سے امارت لی تھی۔ یہی فقرہ تاریخ طبری

Presented by www.ziyaraat.net/

میں ہے (محمد بن جریر الطبری تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۰۹) خالد بن ولید نے اچھی داد شجاعت دی۔ لیکن جب رنگ بگڑتا ہوا دیکھا تو لشکر سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر نے صلاح دی کہ جان بچا کر بھاگ چلنا مناسب ہے یہاں تو سوائے موت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ لشکر نہایت شاندار پسپائی کے ساتھ واپس ہوا۔ اس ہزیمت خوردہ لشکر کے مدینہ پہنچنے کا نقشہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جب یہ ہزیمت خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہنچی اور اہل شہر اس کی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمواری کی بجائے ان کے چہروں پر خاک ڈالتے تھے کہ او فرار یوم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔" سیرۃ النبی جلد دوم ص ۳۶۶۔

دیگر کتب تواریخ میں بھی ان لوگوں کی اسی طرح گت بننے کی حالت لکھی ہے۔

تاریخ طبری الجزء الثالث ص ۱۱۰ و تاریخ کامل ابن الاثیر الجزء الثانی ص ۶۰ و تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی ۷۹ ام المومنین ام سلمہ نے اپنے بیٹے سلمہ کی زوجہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نماز میں سلمہ کو آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں دیکھتی اس نے جواب دیا کہ سلمہ پر باہر نکلنا شاق گزرتا ہے کیونکہ جب وہ باہر جاتا ہے تو لوگ اس کو جنگ سے فرار کرنے کا طعنہ دیتے ہیں اور اس کی حیا اس کو برداشت نہیں کرتی۔ ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۸۰ شرم کا حصہ بھی خداوند تعالیٰ نے ہر ایک کو برابر نہیں دیا۔ ایسے بھی لوگ تھے جو ایک نہیں کئی لڑائیوں میں سے بھاگے اور پھر پانچوں سواروں میں شامل ہیں۔

اس عالم علم لدنی وواقف اسرار خفی وجلی نے مناسب نہ سمجھا کہ اس شکست کا بدلہ اسی وقت لیا جائے بلکہ اس کو ایک خاص وقت کے لئے ایک خاص مقصد کے ماتحت ملتوی کر دیا چنانچہ اس شکست کے بعد فتح مکہ ہوئی، حرم کعبہ سے بت نکالے گئے غزوہ حنین ہوا، محاصرہ طائف ہوا، غزوہ تبوک ہوا، نصارائے نجران نے معاہدہ کیا۔ چاروں طرف وفود بھیجے گئے۔ یمن و بحرین و شام میں اشاعت اسلام ہوئی۔ حجتہ الوداع ہوا۔ آنحضرتؐ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں امت کو اپنی جلد آنے والی رحلت سے مطلع کیا۔ اپنے جانشین کا اعلان فرمایا۔ جب یہ سب امور ہو چکے اور آپ کا مرض الموت شروع ہونے والا ہوا تو ایک دن پہلے آپ نے حکم دیا کہ موتہ کی شکست کا

انتقام لینے کے لئے ایک لشکر تیار کیا جائے۔ اور فوراً ہی بغیر توقف کے کوچ کر جائے ان واقعات کی ترتیب صاف بتا رہی ہے کہ عام حالات میں تو موتہ کی شکست کا بدلہ لینے والا لشکر فوراً ہی اس کے بعد بھیجا جاتا۔ لیکن اس کا التوئے ایک خاص مقصد کی غرض سے خاص و مناسب وقت کے لئے کر دیا گیا۔ اس لشکر کی سرداری زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ کے سپرد کی گئی۔ جن کا سن مشکل سے اٹھارہ انیس سال کا تھا اور اس کی ماتحتی میں ساٹھ اور پچپن برس کے معمر لوگ کر دیئے گئے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بوجہ کبر سنی خلافت کے زیادہ مستحق تھے بہ نسبت حضرت علی علیہ السلام کے۔ غور کریں جبکہ حضرات شیخین اس قابل تھے کہ اٹھارہ برس کے لڑکے کے نیچے رہ سکیں تو حضرت علیؑ کے ماتحت رہنے میں انہیں کیا عار ہو سکتا تھا علامہ شبلی اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

غزوات میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ آغاز علالت سے ایک روز آپؐ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لے کر اہل شام کی طرف جائیں اور شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لیں ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ ہجری آدھی رات کو جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا سیرۃ النبی جلد دوم حصہ اول ص ۱۳۴۔

روضۃ الاحباب جلد اول ص ۳۸۲۔ اس واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ ہم اس کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

"از عائشہ مروی است کہ گفت شبے از خواب بر آمدم و رسول صلعم را درجامہ خواب نیافتم۔ از عقب آن سرور بیرون رفتم۔ دیدم کہ دربقیع آمد و گفت۔ **السلام علیکم دار قوم مومنین۔ انتم بها فرط ونا بکم لاحقون۔ اللهم لا تحرمنا اجرهم و تفتنا بعدهم اللهم اغفر لا هل البقیع اتفرقد۔** در روایتے آنکہ عائشہ گفت در اول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامہ خواب برجست دراں شد۔ گفتم پدر و مادرم فدائے تو باویکجا میروی۔ گفت مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع و ابو رافع و بروایتے ابو مویہہ و بروایتے

Presented by www.ziyaraat.net/

ہر دوکہ آزاد کردہ دوے بودند باخود- ببرو- ابو موبیہہ گوید- آمد بہ بقیع و بجہت اہل آں مقبرہ زمانے طویل استغفار نمود وچنداں دعائی خیر کرد برایشاں کہ آرزو کردم کہ کاشکے من ہم از اہل آں گورستان بو دمے تاثرف آں دعا را یافتمے- آنگاہ فرمود گورا بادتا آں نعیم کہ در آید در و در آید از فتنہا کہ مردم در آیند نجات دادہ است خداوند تعالٰی شمارا از آنکہ رویمردم عرض کردند و مرامخیر ساختند میان آنکہ در دنیا باقی باشم و بعد از آن بہشت را اختیار بکنم میاں لقائے پرودگار خود و بعد از آں بہ بہشت- گفتم یا رسولؐ اللہ پدر و مادرم فدائے تو باد خزائن دنیا و بقائے آن و بعد از آں بہشت را اختیار بکن فرمودند بتحقیق کہ لقائے پروردگار خویش بہشت را اختیار کر دم و چوں از آنجا بازگشت مریض شد منقول ست از عطاء بن یسار کہ گفت رسولؐ اللہ را شبسے گفتند بردبہ بقیع وجہت اہل آں مقبرہ استغفار کن- حضرت رفت و استغفار نمود و باز گشت ودر خواب شد باز بادے گفتند برد برائے اہل بقیع استغفار برو برائے شہدائے احد دعائے خیر تبقدیم رساں- حضرت صلعم بکوہ احد رفت ودر شان شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسانید ومر آں حضرت را صداع گشتہ سر خودرا بعصابہ بربستہ بود-" روضۃ الاحباب جلد اول ص ۳۸۲ و تاریخ طبری الجزء الثالث ص ۱۹۰ و تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۲۱ مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس واقعہ کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں-

"آخر غزوات و سرایا سریہ اسامہ بن زید بن حارثہ است کہ اور ادر روز دو شنبہ بست و ششم ماہ صفر سنہ یاز دہم از ہجرت بجانب ابتے بضم ہمزہ و سکون موحدہ کہ از دیار روم است و مقتل پدر اوبود در سریہ موتیہ امیر ساخت کہ برسر آنجماعت تاختین آرو و آتش درخانمان ایشاں زندہ ورد رفتن تعجیل نماید کہ پیش از وصول خبر برسر آں قوم رود- و پیش از

رفتین جواسیس و طلائع بفرستد اورؐ رہبران باخود ببرو و در ہمیں فکر بودند کہ روز چہار شنبہ بست وہشتم ماہ مذکور آنحضرتؐ را مرض فاری شد و تپ درد سر عارض گشت و روز دیگر باوجود مرض بدست مبارک لوائے برائے او عقد نمود فرمود **اغز بسم اللہ و فی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ** پس اسامہ بیروں رفت و لوارا ببریدہ بن لخصیب و داد تادراں لشکر صاحب لوا اوباشند و قریب بمدینہ مطہرہ منزل ساخت تاسپاہ آنجا جمع شود و حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر و عمر و عثمان وسعد بن وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح وغیر ہم الا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم اجمعین کہ ہمراہ نکرد دراں لشکر ہمراہ اسامہ باشند و این معنی برخاطر بعضے مردم گراں آمد کہ غلامے را بر اکابر مہاجرین و انصار گردانید ودر مجلس ازیں جماعت سخنان ازیں باب بظہور مے آید دورے یافت چوں ایں اخبار بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیدہ شدو بغضب در آمد باوجود تپ دورد سر از خانہ مبارک بعصابہ بربستہ بیروں آمد و برسر منبر رفت و خطبہ خواند و فرمودائے معشر الناس این چہ سخن است کہ درباب امیر ساختن اسامہ را از شما سر بر منیر نند در باب امارت پدرش در غزوہ موتہ نیز مے کردند بخدا سوگندوے سزادار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود و زید از دست تریں مردم بود پسرش اسامہ نیز سزاوار امات بود و زید از دست تریں مردم بود پسرش اسامہ نیز از دوست تریں مردم است نزدمن بعد از وے و ہر دو مظنہ خیر اند اکنوں وصیت من درشان وے بینکی قبول کنید کہ وے از جملہ خیار شمار است پس از منبر فرود آمدو بخانہ مبارک دروں رفت و آمدہ است کہ چوں عمر بن الخطاب در زمان خلافتش اسامہ را میدید مے گفت **السلام علیکم ایہا الامیر** اسامہ **می گفت ظفر اللہ لک یا امیر المومنینؐ** مے گوئی تو مرا امیر پس گفت عمر ہمیشہ بستم کہ

Presented by www.ziyaraat.net/

مے خوانم ترا امیر تا زندہ ام و میگفت رفت رسولؐ خدا ازیں عالم و تو بر ما امیر بودی اسامہ تر دوفات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیزدہ یا نوزدہ سال و بعضے بست گفتہ اند و گویند این واقعہ درد ہم ربیع الاول بود و دریں روز طوائف مردم کہ مامور بودند برفتین نزد اسامہ فوج فوج می آمدند و آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را وداع کو بہ بلشکر گاہ می تافتند۔ و در آں روز مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیشتر بودومی فرمود جیش اسامہ را روان کنند و روز یاز دہم اسامہ از معسکر خود بعزم و داع آنحضرتؐ آمد و بربالین شریف حاضر شدو سر مبارک را پیش برد دسرد دست مبارکش را تقبیل نمود۔ ثقل مرض بر آنحضرتؐ چناں غلبہ داشت کہ مجال تکلم نہ داشت داما دستہائے مبارک آنحضرتؐ بجانب آسمان بر آوردہ براسامہ فرودمی آورد و اسامہ گفت چناں دانستم کہ مراد عامیکر و پس اسامہ از حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیرون آمدہ بلشکر گاہ آمد وقت صباح روز شنبہ باز آمد و آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم راخفتی حاصل شدہ بود اسامہ را وداع نمودہ فرمود آخذ علی برکتہ اللہ واسامہ بنا بر فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہ لشکر گاہ رفت و فرمان داد تالشکر کوچ کنند و چوں خواست کہ خود سوار شور مادرش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسولؐ خدا درنزع است اسامہ باز گشت و اشرف صحابہ رضی اللہ عنہم نیز مراجعت نمودند۔ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و امثال الیشاں رضوان اللہ علیہم خود در مدینہ مطہرہ بودند۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۱ د ۵۳۹ مطبوعہ مطبع ونلکشو واقع کانپور ۱۹۰۴ء

نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی ص ۱۷۱ و تاریخ الطبری الجزء الثالث ص ۱۸۸، ۱۸۹ اور تاریخ الکامل ابن الاثیر الجزء الثانی ص ۱۲۰ و تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء و سوم ص ۷۷،

ابن حجر مکی اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔

فیہ جواز امارۃ المولٰی وتولیتہ الصغار علی الکبار و المفضول علی الفاضل لانہ کان فی الجیش الذی کان علیہم اسامہ ابوبکر و عمر فتح الباری الجزء السابع ص ۶۹ مناقب زید بن حارثہ اس واقعہ سے غلام کی امارت اور چھوٹے کی حکومت بڑے لوگوں پر اور مفضول کی حکومت فاضل پر جائز ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس لشکر میں جس کا امیر اسامہ بن زید تھا ابوبکرو عمر بھی تھے۔

ابن حجر کی اس تحریر سے ہمارے دو دعوے ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت ابوبکرو عمر ماتحت تھے اسامہ کے اس لشکر میں اور دوسرے یہ کہ وکلائے گروہ حکومت یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کی ذہنیت یہ ہے کہ یہ بزرگوار واقعات کی بنا پر اپنے اعتقاد کی درستی نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ اپنے اعتقاد کی بنا پر واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔ یا ان کی توجیہ کرتے ہیں آپ نے اس مبحث کے منطق کی کمزوری کو ملاحظہ کیا بغیر یہ ثابت کئے ہوئے کہ حضرت ابوبکرو عمر افضل تھے اسامہ سے انہوں نے اپنا ایک عقیدہ قائم کرلیا۔ ابھی تو یہ امر ہی ثابت نہیں کہ حضرات شیخین حضرت اسامہ بن زید سے افضل تھے۔ تو پھر اس ماتحتی کی بنا پر یہ کلیہ کیونکر ثابت ہوا کہ اسلام جو دین فطرت ہے اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ اعلیٰ محکوم ہو اور ادنیٰ حاکم۔ ابن حجر نے اسامہ کو حضرات شیخین سے کمتر ہونے کی دو وجوہات کی طرف اشارہ کیا ہے ایک تو یہ کہ وہ غلام زادہ تھا اور دوسرے یہ کہ وہ عمرؓ ان سے چھوٹا تھا ابن حجر جیسا عالم فاضل منطقی اور یہ اسکی بحث معلوم ہوا کہ مضمون ہی میں کوئی جان نہیں تو بیان کرنے والا کیا کرے زید آزاد کردہ تھا اور اسامہ ایک آزاد شخص اس آزاد شدہ غلام کا لڑکا اور غلام بھی کس کا رسولؐ عربی کا۔ اسلام میں آزاد شدہ غلام کا آزاد لڑکا کسی طرح درجہ میں دوسرے آزاد لوگوں سے کمتر نہیں ہوتا۔ یہ اسلام دین فطرت ہے ذات پات کی زنجیروں سے جکڑا ہوا برہمنی مذہب نہیں۔ خداوند تعالیٰ تو یہ کہے کہ **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ** تم میں سے خدا کے نزدیک وہی افضل و بہتر ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے ابن حجر کہتے ہیں بہتر وہ ہے جو امیر گھرانے میں پیدا ہوا ہے کمتر وہ ہے جو غریب ہے

Presented by www.ziyaraat.net/

اگر اصلی فضائل کو دیکھا جائے تو اسامہ بن زید نے کبھی اصنام پرستی نہیں کی تھی۔ اور اس بدترین و ذلیل ترین نجاست سے کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا۔ یہ بزرگوار اس کفر کی نجاست میں جو بدترین قسم کی نجاست ہے بچپن سے اپنی عمر کے بڑے حصہ تک لتھڑے رہے اسامہ کا باپ شہید راہ خدا تھا ان بزرگواروں کے والد اس نعمت سے محروم تھے۔ ساری بحث کو جانے دو جب رسولخدا نے خود صاف صاف فرما دیا کہ زید امارت کے لائق تھا اور اسامہ ان سب سے افضل اور بہتر ہے جو اس کے ماتحت اس لشکر میں ہیں تو سارا قصہ ہی ختم ہوگیا۔ اگر حضرات شیخین ان سے افضل ہوتے تو آنحضرتؐ یہ مختصر سی بات فرما دیتے کہ واقعی تم اسامہ اور اس کے باپ سے افضل ہو مگر میرا اسلام ایسا دین فطرت ہے کہ اس معقول دین میں اعلیٰ کے اوپر اسکے ادنیٰ کی حکومت و امارت جائز ہے۔ لہٰذا تم کو درجہ اعتراض نہ ہونا چاہئے اس سے وہ لوگ بھی خوش ہو جاتے۔ دین کا ایک اصول بھی معلوم ہو جاتا۔ لیکن جب آنحضرتؐ نے یہ کلیہ قائم نہیں کیا تو اب ابن حجر کی اس کج بحثی کو کون جائز رکھ سکتا ہے اور وہ جو صغر سنی و کبر سنی کی بحث ہے وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے کیا سو برس کا کھوسٹ جو ان رعنا سے بہتر ہے کیا ایک معمر جاہل ایک کم عمر والے عالم سے بہتر ہے یہ تو معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ع بزرگی .بعقل است نہ بہ سال

علامہ ذہبی تذہیب التہذیب میں اسامہ کے حال میں لکھتے ہیں۔

امرہ النبی علی جیش فیہ ابوبکر و عمر فلم ینفذ حتی مات رسولؐ اللّٰہ

یعنی رسول خداؐ نے اسامہ کو اس لشکر پر امیر مقرر کیا تھا۔ جس میں ابوبکر و عمر تھے لیکن وہ نہیں گئے۔ یہاں تک کہ جناب رسولخداؐ نے رحلت فرمائی۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی تہذیب التہذیب میں اسامہ کے حال کے نیچے لکھتے ہیں:۔

استعملہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علی جیش فیہ ابوبکر و عمر فلم ینفذ حتی توفی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الجزء الاول ص ۲۰۸ تاریخ ابن

عساکر الجلد الاول ص ۱۱۷۔

آنحضرتؐ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے لئے نہایت تہدید شدید کے ساتھ بار بار تاکید فرمائی۔ جب آپ کو معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ لوگ نہیں گئے تو آپ کو نہایت رنج ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی جوش رنج و غضب بحالت مرض شدید آپ نے باہر آکر منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے حکم کی تاکید اس جملہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو آپ نے بار بار فرمایا۔ یعنی یہ کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو باوجود مامور ہونے کے لشکر اسامہ کے ساتھ نہیں جاتے۔ اصلی فقرہ یہ ہے۔

جھز و اجیش اسامۃ لعن اللّٰہ من تخلف عنہا۔ چنانچہ ملل و نحل شہرستانی میں دربیان اختلافات صحابہ درج ہے:۔

الخلاف ثانی فی مرضہ انہ قال جھز و اجیش اسامہ لعن اللّٰہ من تخلف عنہا فقال قوم یجب علینا امتثال امرہ واسامہ برزمن المدینتہ وقال قوم قد اشتد مرض النبی فلا تسع قلو بنا لمفار قتہ والحالتہ ھذہ حتی بنصر ای شئی یکون من امرہ الملل و النحل الجزءالاول ص ۱۴

"دوسرا اختلاف صحابہ آپ کے مرض کے دوران میں تھا وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جیش اسامہ تیار کرو خدا کی لعنت ہو اس پر جو باوجود مامور ہونے کے اس کے ساتھ شامل نہ ہو صحابہ میں سے ایک فریق نے کہا کہ ہمارے اوپر آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل واجب ہے اور اسامہ مدینہ سے باہر چلے گئے اور ایک فریق نے کہا کہ آنحضرتؐ کا مرض شدید ہوگیا ہے ہمارا دل نہیں چاہتا کہ آنحضرتؐ کو اس حالت میں چھوڑ دیں ہم کو چاہئے کہ ہم ٹھہر جائیں اور دیکھیں کہ آنحضرتؐ کے مرض کا انجام کیا ہوتا ہے۔

شرح مواقف میں ہم کو مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے۔

قال الأمدی کان المسلمون عند وفاتہ علی عقیدۃ واحدۃ وطریقۃ واحدۃ الا من کان یبطن النفاق ویظھر الوفاق ثم نشاء الخلاف فیما بینھم فی امور اجتھادیہ لا توجب کفرا ولا ایمانا وکان غرضھم منھا اقامۃ مراسم الدین

Presented by www.ziyaraat.net/

وادامت مناهج الشرع القویم و ذالک کاختلافهم عند قول فی مرض موته ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتاب لاتضلوا بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبه الوجع حسبنا کتاب اللّٰه و کثر اللغط فی ذالک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع و کاختلافهم بعد ذالک فی التخلف عن جیش اسامه۔ فقال قوم قد وجب الاتباع لقوله جهزوا جیش اسامه لعن اللّٰه من تخلف عنها قال قوم بالتخلف انتظارا" لما یکون من رسول اللّٰه فی مرضه

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے مرض موت تک تمام مسلمان ایک عقیدہ و طریقہ واحدہ پر تھے سوائے ان کے کہ جو اپنے دلوں میں نفاق کو پنہاں رکھتے تھے اور ظاہر میں یگانگت دکھاتے تھے پھر صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے اولا" تو وہ ایسے اختلافات تھے جن سے کفر یا ایمان پر اثر نہیں پڑتا تھا اور ان اختلافات کی غرض محض اقامت وادامت دین و شرع تھی اور یہ ایسے اختلافات تھے کہ جیسے اپنے مرض موت میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قلم و دوات لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھدوں کہ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو لیکن حضرت عمر نے کہا کہ نبیؐ کے اوپر مرض نے غلبہ کر لیا ہے ہمارے لئے تو کتاب خدا ہی کافی ہے آپس میں بیہودہ گوئی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس تنازعہ کرنا مناسب نہیں یا مثلا" وہ اختلاف جو جیش اسامہ سے تخلف کرنے میں واقع ہوا ایک فریق نے تو کہا کہ آنحضرتؐ کے حکم کی اطاعت لازم ہے کیونکہ جناب رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ جیش اسامہ میں شامل ہو جاؤ۔ خدا لعنت کرے اس پر جو باوجود مامور ہونے کے اس سے کنارہ کشی کرتا ہے اور دوسرے فریق نے جو تخلف کا حامی تھا یہ کہا کہ ہمیں انتظار کرنا ضروری ہے دیکھیں کہ آنحضرتؐ کے مرض کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

کتاب ملل و نحل شہرستانی اور شرح مواقف کی یہ عبارتیں بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں یہ ہمارے اس دعویٰ کی قطعی دلیل ہیں کہ اسلام میں اختلاف ان لوگوں نے پیدا کیا جو اپنے اغراض و مفاد کے لئے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکام کی پابندی کرنے سے اعراض کرنے لگے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان عبارتوں کے لکھنے والے کون ہیں۔ یہ

وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ ان اختلافات کے موجد اور ان اختلافات سے فائدہ اٹھانے والے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جائز و برحق جانشین تھے۔ لہٰذا اختلافات کی دو قسمیں کی گئیں ایک وہ جن سے کفر واجب ہوتا ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ وہ کون سے اختلافات تھے۔ دوسرے وہ جو صرف تقویت و حفاظت اسلام کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ان کی مثالیں بتا دیں کیونکہ انہی کی خاطر تو یہ قسمیں مقرر کی گئی تھیں غرض کہ تخلف از جیش اسامہ و منع کتابت کو اجتہادی اختلافات کا نام دے کر ان کے سر تحفظ اسلام کا سہرا باندھا گیا۔ رسول خداؐ تو فرمائیں کہ جو جیش اسامہ سے باوجود مامور ہونے کے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت۔ ہمارے شارحین فرماتے ہیں کہ نہیں یہ تخلف بغرض اسلام تھا۔ رسول خداؐ تو فرمائیں کہ اس ہدایت آمیز کتابت کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگئے۔ ہمارے شارحین فرماتے ہیں کہ نہیں منع از کتابت اسلام کے تحفظ کا باعث تھا۔ اب تک تو ہم اجتہادی غلطی کے یہ معنی سمجھے تھے کہ جناب رسول خداؐ کے بعد امت میں آپس میں کسی اصول فقہ یا تاویل آیت پر اختلاف ہو وہ اجتہادی اختلاف سمجھا جا سکتا ہے بشرطیکہ اختلاف کرنے والے علم دین میں کافی مہارت رکھتے ہوں اب یہ معلوم ہوا کہ نہیں خود رسول خداؐ سے اختلاف کرنے کو بھی اجتہادی اختلاف کہتے ہیں پھر تو کام بہت آسان ہوگیا رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ جہاد میں ثابت قدم رہو میدان جنگ سے بھاگنا برا ہے بھاگنے والے کہیں۔ نہیں۔ ثابت قدم رہنا باعث ہلاکت ہوتا ہے لہٰذا جان بچا کر بھاگنے میں ثواب ملتا ہے رسول خداؐ فرماتے ہیں جنگ کے لئے باہر نکلو آپ کہیں یہ موسم باہر جانے کا نہیں ہے رسول خداؐ کہیں کہ دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھو۔ اسلام کو ترمیم کرنے والے کہیں۔ نہیں۔ ایک ہی شے کو پانچ دفعہ دہرانا تضیع اوقات ہے ایک دفعہ کافی ہے اجتہادی اختلاف تو خوب ہوا اس نے راحت و آرام دنیاوی کا دائرہ بہت وسیع کر دیا پھر کافر کیا برا کرتے تھے رسولؐ خدا سے ان کا بھی تو اختلاف ہی تھا پھر تو یہ اجتہادی اختلاف کرنے والے اور کفاران قریش ایک ہی کیمپ میں چلے گئے۔

ابن ابی الحدید معتزلی اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

جب رسول خداؐ کو مرض الموت لاحق ہوا تو آپ نے اسامہ بن زید بن حارثہ کو بلایا اور کہا کہ لشکر تیار کرکے اپنے باپ کے مقتل کی طرف لیجاؤ میں نے تم کو اس لشکر پر امیر و سردار مقرر

Presented by www.ziyaraat.net/

کیا اگر خداوند تعالیٰ تم کو فتح دے تو وہاں کم ٹھہرنا اپنے دستے اور ہراول دشمن کے ملک میں آگئے بھیج دینا۔ مہاجرین وانصار کے بڑے بڑے عمائد اس لشکر میں اسامہ کے ماتحت تھے۔ ابوبکر و عمر بھی اس میں مامور کئے گئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس لڑکے کو بڑے بڑے مہاجر و انصار پر جناب رسولؐ خدا نے سردار بنایا جب آنحضرتؐ نے ان کا یہ اعتراض سنا تو آپ بہت غضبناک ہوئے اور بیت الشرف سے باہر تشریف لائے آپ کے سر پر کپڑا بندھا ہوا تھا منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو! یہ تمہارا کیا اعتراض ہے جو مجھ تک پہنچا ہے تم اس بات پر طعنہ زنی کرتے ہو کہ میں نے تم پر اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے بے شک تم نے اس وقت بھی طعنہ زنی کی تھی جب میں نے اس کے باپ زید کو تم پر امیر مقرر کیا تھا اور قسم بخدا زید امیری کے لئے تم سے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ امیری و سرداری کے لئے تم سے زیادہ لائق ہے یہ دونوں میرے بہت عزیز و محبوب ترین اشخاص میں سے ہیں پس تم اسامہ سے نیکی چاہو یہ تمہارے اچھے لوگوں میں سے ہے پھر آپ منبر سے تشریف لے آئے اور داخل بیت الشرف ہوئے اب لوگ آنحضرتؐ سے وداع ہوتے تھے اور لشکر کی طرف جاتے تھے جو بمقام جرف تھا پس اس کے بعد رسول خداؐ کا مرض شدید ہوگیا۔ آنحضرتؐ کی ازواج میں سے چند نے اسامہ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ واپس آجائے اور جو لوگ اسامہ کے ساتھ تھے ان میں سے چند کچھ اور زیادہ ان پیغام لانے والوں کو پڑھا دیتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسامہ اپنے لشکر سے واپس مدینہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آگیا اور یہ وہ دن تھا جس دن ان لوگوں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی مرضی کے خلاف دوا پلائی آپ بے ہوش تھے اسامہ آپ پر جھکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوش میں آئے اور اسامہ کو بوسہ دیا لیکن آپ بول نہیں سکتے تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے پھر ان کو اسامہ پر رکھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دعا دے رہے ہیں۔ پھر آپ نے اشارہ کیا کہ تم اپنے لشکر کی طرف جاؤ اور اس مہم پر فوراً" چلے جاؤ جو تمہارے سپرد کی گئی ہے پس اسامہ اپنے لشکر میں آگئے پھر چند ازواج رسولؐ نے اسامہ کی طرف حکم بھیجا کہ تم چلے آؤ رسول خداؐ کی حالت بہتر ہے پس اسامہ اپنے لشکر سے بروز دو شنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول واپس ہوئے دیکھا کہ رسول خداؐ کچھ بول سکتے ہیں آنحضرتؐ نے اس کو دیکھ کر حکم دیا کہ تم

فوراً" چلے جاؤ اور لشکر کو لیجانے میں جلدی کرو اور یہ بھی فرمایا کہ جاؤ جہاد کرو خدا برکت دے اور آپ بار بار کہہ رہے تھے کہ اسامہ اور اس کے لشکر کو فوراً" روانہ کرو پس اسامہ نے آنحضرتؐ کو وداع کیا اور باہر آئے اور حضرت ابوبکر و عمر ان کے ساتھ تھے پس لشکر میں پہنچ کر آگے چلنے کے لئے تیار ہوئے تو ام ایمن کا قاصد آیا کہ رسول خداؐ پر حالت نزع ہے پس وہ واپس آئے اور ان کے ساتھ ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بھی تھے رسول خداؐ کے در دولت پر اسوقت پہنچے کہ جب سورج زوال پر تھا اور اس وقت آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا تھا علم فوج بریدہ بن الخصیب کے پاس تھا وہ علم لیکر آئے اور جناب رسول خداؐ کے دروازے پر علم کو حرکت دینے لگے دروازہ بند تھا اور اندر حضرت علی علیہ السلام اور بعض بنو ہاشم آپؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۵۳ بشرح خطبہ شقشقیہ۔

اپنی شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے ایک اور جگہ ابوبکر جوہری سے نقل کیا ہے۔

جناب رسول خداؐ نے اپنے مرض موت میں ایک لشکر مرتب کیا جس پر اسامہؓ بن زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں اکابر، مہاجرین، انصار مثل ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بن الجراح و عبدالرحمٰن بن عوف و طلحہ و زبیر تھے اور حکم دیا کہ وہ موتہ پر جہاں اس کا باپ قتل ہوا تھا جنگ کرے اور نیز وادی فلسطین میں جنگ کرے پس اسامہ نے تیاری کی اور اس کی تیار کے ساتھ لشکر بھی تیار ہوا۔ جناب رسول خداؐ کا مرض کبھی بڑھتا تھا اور کبھی گھٹتا تھا اور آنحضرتؐ بار بار اس لشکر کی روانگی کی تاکید فرماتے تھے یہاں تک کہ اسامہ سے آپ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ مجھے اتنی اجازت دیں کہ میں اس وقت تک ٹھہر جاؤں کہ خداوند تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں تو فوراً" جاؤ اور خدا کی برکت پر بھروسہ رکھو پھر اسامہ نے کہا کہ اگر میں اس حالت میں آپؐ کو چھوڑ کر جاؤں گا تو میرے دل میں سخت رنج و غم رہے گا لیکن پھر بھی آپؐ نے توقف کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تم چلے ہی جاؤ پھر اسامہ نے عرض کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ سے شتر سوار مانگوں (جو روز خبر لے آیا کریں) آنحضرتؐ نے پھر تاکید فرمائی اور کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں تم اس مہم پر فوراً" روانہ ہو جاؤ اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اسامہ اٹھے اور جانے کی تیاری کرنے لگے۔ جب جناب رسولخدا کو

Presented by www.ziyaraat.net/

افاقہ ہوا تو پھر اسامہ اور اسکے روانہ ہو جانے کی بابت سوال کیا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تیاری کر رہے ہیں پھر آپ بار بار یہی کہتے رہے کہ لشکر اسامہ فوراً" چلا جائے۔ خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے۔ آپ اس لعنت کے فقرے کی تکرار کرتے رہے پس اسامہ مدینہ سے باہر چلے۔ ان کے سر پر علم تھا اور صحابہ ان کے اردگرد تھے حتیٰ کہ جرف تک پہنچے جو مدینہ کی حوالی میں ہے اور وہاں پر ٹھہر گئے۔ ابوبکر و عمر و اکثر مہاجرین ان کے ساتھ تھے اور انصار میں سے بھی لوگ ساتھ مثلاً" اسید بن حضیر و بشیر بن سعد وغیرہ اتنے میں ام ایمن کا قاصد آیا اور خبر دی کہ جناب رسولؐ خدا پر حالت نزع طاری ہوگئی ہے اسامہ فوراً" اٹھ کھڑے ہوئے مدینہ آئے اور علم ان کے سر پر تھا جوں ہی علم لاکر دروازہ رسولؐ پر رکھا۔ آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی اور ابوبکر و عمر جب تک زندہ رہے اسامہ کو امیر کہہ کر پکارتے رہے۔ (ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ۔ الجزء الثانی ۲۰)

حج الکرامہ نواب صدیق حسن خاں میں ہے۔ **انه قال صلعم جهز و ابعث اسامه لعن الله من تخلف عنها** (ترجمہ) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لشکر اسامہ میں شامل ہو اور اسے تیار کرو۔ خدا کی لعنت اس پر ہو جو باوجود مامور ہونے کے اس سے تخلف کرے۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

اتوار کی رات کو لوگ لشکر میں رہے اتوار کو اسامہ پھر آنحضرتؐ کے پاس آئے مرض زیادہ تھا آنحضرتؐ بول نہ سکتے تھے اشارہ سے کہا واپس لشکر میں جاؤ اسامہ لشکر میں چلے آئے دو شنبہ کی صبح کو پھر اسامہ آنحضرتؐ کے پاس آئے آنحضرتؐ نے کہا تم فوراً" لشکر میں چلے جاؤ۔ اسامہ لشکر میں آگئے۔ دوپہر کے وقت مہم پر روانہ ہونے کو تھے کہ ام ایمن کا قاصد آیا کہ نہ جاؤ آنحضرتؐ نزع میں ہیں۔ اسامہ آئے۔ سہ پہر کو اسی دن انتقال فرمایا۔ تاریخ ابن عساکر جلد اول میں ۱۲۱۔

ان روایت پر ناظرین خوب غور کریں۔ ہم ان کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلاتے ہیں۔

۱۔ اسامہ کی جنگ موتہ کی شکست اور زید کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تھی۔

۲۔ جنگ موتہ اس سے تقریباً تین سال قبل واقعہ ہوچکی تھی۔ اور اب نصرانیوں کی طرف

سے کوئی پیش قدمی بھی نہ تھی۔

۳۔ لیکن اب اتنی تعجیل تھی کہ ایک ایک لمحہ کی تاخیر ناگوار خاطر اقدس تھی۔ اسامہ نے آپ کے مرض کا عذر پیش کیا۔ جو بظاہر معقول تھا لیکن نامنظور ہوا۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کتاب کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا وہ نامنظور ہوا۔ زبان سے نہ بولا گیا تو ہاتھ ہی سے اشارہ کیا کہ تم جاؤ جب غشی سے ذرا بھی افاقہ ہوتا تھا تو آپؐ یہی فرماتے تھے کہ اسامہ اور اس کے لشکر کو روانہ کرو ام ایمن نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ اسامہ کو جانے سے روک دیا جائے لیکن آنحضرتؐ نے نہ مانا اور فرمایا کہ انفذو بعث اسامہ تاریخ ابن عساکر جلد اول ص ۱۲۱ قریب المرگ پیغمبرؐ کے پاس جو آخری حربہ لعنت خدا کا ہوسکتا ہے وہ بھی استعمال کر لیا۔ صاحبان بصیرت غور کریں یا تو وہ تاخیر کہ تین سال تک اس پر توجہ نہ فرمائی۔ یا اب یہ تعجیل۔ آخر کچھ تو باعث اس تاخیر اور اس تعجیل کا تھا۔

۴۔ حضرت علیؑ اور بنو ہاشم میں سے کسی کو بھی جیش اسامہ میں جانے کے لئے مامور نہ کیا بلکہ حضرت علیؑ کے جو خاص دوست تھے ان کا بھی نام نظر نہیں آتا مثلاً" عمار یاسر مقداد۔ ابوذر وغیرہ۔

۵۔ برعکس اس کے حضرت ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ بن الجراح، طلحہ، زبیر عبد الرحمٰن بن عوف کے نام صریحاً" کتب تواریخ میں درج ہیں۔ کہ وہ اسامہ کے ماتحت اس لشکر میں جانے کے لئے مامور کئے گئے۔

۶۔ آنحضرتؐ نے صریحاً" فرمایا کہ جو مامور شدہ شخص جیش اسامہ سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت۔

۷۔ ان لوگوں نے ملعون خدا اور رسول ہونا منظور کیا۔ لیکن گئے نہیں تواریخ میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔ **لم ینفذ حتی مات رسولُ اللّٰه** یہ لشکر نہ گیا۔ یہاں تک کہ جناب رسول خداؐ کا انتقال ہوگیا۔

۸۔ دوسرے فریق کا تخلف و اعراض بھی بغیر مقصد کے نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اس وقت ہم نے مدینہ چھوڑا تو خلافت ہاتھ سے گئی اور مدتوں کی امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

باوجود آنحضرتؐ کی اس تاکید اور اس لعنت کے نہ گئے ۱۷ صفر کو تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا گیا۔ اور ان اصحاب کبار کو جو اس لشکر میں جانے کے لئے مامور تھے۔ نامزد کر دیا گیا۔ دس ربیع الاول تک یہ صحابہ لیت و لعل کرتے رہے اور لشکر روانہ نہ ہوا اور جب روانہ ہوا تو باہر مدینہ کے پاس ہی ٹھہر گیا۔

۹۔ اور وہاں سے بھی برابر یہ کوشش جاری تھی کہ آگے نہ جائیں۔ صاحب اغراض معمر بزرگ، کمسن اور ناتجربہ کار اسامہ کو ٹھہرانے پر مجبور کرتے اور بار بار کسی نہ کسی عذر کے ساتھ ان کو واپس بھیجتے تھے لیکن آنحضرتؐ سمجھتے تھے ہر ایک درخواست نامنظور فرمائی۔

۱۰۔ کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ چند ازواج رسولؐ حضرت علیؑ کی مخالف جماعت کی ہمدرد تھیں اور ان کی تجاویز میں شامل رہتی تھیں چنانچہ یہاں بھی وہ چند ازواج اس جماعت کو مدد کرتی ہوئی نظر آرہی ہیں اسامہ کے پاس رسول خداؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف اپنا حکم بھیجتی ہیں کہ تم نہ جاؤ بچاری سیدھی سادھی ام ایمن ان باتوں کو کیا جانے۔ جب اپنے احکام بھیج چکیں تو ام ایمن کو لگا دیا کہ ماں کے کہنے سے تو ٹھہر جائے گا انہوں نے قاصد بھیج دیا کہ رسول خداؐ نزع میں ہیں تم نہ جانا۔ اسامہ کے پاس یہ بھی ہدایت بھیجی تھی کہ عمر سے مشورہ کرتے رہنا اور جو عمر صلاح دیں اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ اسامہ نے ایسا ہی کیا۔ دیکھو تاریخ ابن عساکر جلد اول ص ۱۱۹۔

۱۱۔ یہ بھی معمہ غور کے قابل ہے آنحضرتؐ اپنی حالت کو اچھی طرح دیکھتے ہوئے اسامہ کو باہر جانے کی تاکید فرما چکے تھے اب اگر حالت نزع میں بھی تھے تو اسامہ کو بلانے سے کیا فائدہ جو ہونا تھا۔ وہ تو ہو گیا۔ اب تو اپنے پیارے نبیؐ کی یہی سب سے بہتر خدمت تھی کہ ان کے آخری حکم کی تعمیل کی جاتی۔ بہت ممکن ہے یہ کہا جائے کہ محبت کے جوش نے چادر صبر کو چاک کر کے واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ قربان جایئے اس سیاسی محبت و عشق کے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ شمع نبوت کے گرد چند پروانے تو ہیں جو اسی طرح عشق کی آگ میں جل رہے ہیں۔ جیسے اس کی زندگی میں جلتے تھے باقی محفل تو خالی نظر آتی ہے رونق تو کہیں اور ہی ہے جہاں انعام اکرام کی امید میں بیعت کا سلسلہ جاری ہے وہ محبت جو جرف سے کھینچ کر لائی

تھی کہیں اور ہی لے گئی۔

۱۲۔ حضرت اسامہ والے معاملہ میں چند ازواج رسولؐ کا ہاتھ اسی طرح نمایاں نظر آتا ہے جس طرح ابوبکر کی امامت نماز کے قضیہ میں جب ہی تو آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ عائشہ! کیا اچھا ہوتا جو تم مجھ سے پہلے مر جاتیں۔

۱۳۔ ابن ابی الحدید کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ازواج کے پیغام و احکام جو قاصد لائے تھے ان کو اسامہ کے ارد گرد رہنے والے لوگ اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتے تھے پھر اسامہ کی خدمت میں حاضر کرتے تھے۔ سازش کی ہر ایک کڑی موجود ہے۔

۱۴۔ بقول علامہ شہرستانی کے یہ دوسرا اختلاف تھا جو صحابہ رسولؐ نے آنحضرتؐ سے کیا۔ ان اختلافات کی وجہ سے صحابہ رسولؐ یا یوں کہئے کہ امت محمدیہ دو بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک وہ جماعت جو آنحضرتؐ کے احکام کی اطاعت میں حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل ماننے کے لئے تیار تھی دوسری وہ جماعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام سے اختلاف و اعراض کر رہی تھی اور یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح خاندان نبوت سے حکومت نکل جائے یہ ہے اصلی وجہ شیعہ و سنی کی تفریق کی۔

۱۵۔ جس وقت آنحضرتؐ نے تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا تو آپ کو بذریعہ وحی علم ہو چکا تھا کہ اب وقت رحلت آن پہنچا ہے جو دعا آپ نے جنت البقیع میں فرمائی اس سے یہ صاف عیاں ہے۔

۱۶۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم و والی نہیں ہو سکتا۔ اس ہی بناء پر صحابہ نے اعتراض کیا۔ اور اس ہی اصول کو صحیح جان کر آپ نے کہا کہ اسامہ تم سے بہتر ہے۔

۱۷۔ اصحاب رسولؐ میں کثرت ایسے لوگوں کی تھی جو آپ کے احکام پر اعتراض و نکتہ چینی کرتے رہتے تھے اور ان احکام کی تعمیل سے اعراض و اغماض کرتے تھے یہ تو آنحضرتؐ کی موجودگی کی بات ہے ان لوگوں سے کیا بعید تھا کہ آنحضرتؐ کے اس حکم کی نافرمانی کریں جو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی و حکومت کے متعلق دیا تھا خصوصاً جبکہ یہ نافرمانی آپ کی رحلت کے بعد ہوئی تھی رسولؐ خدا کی آنکھ سے جو ذرا شرم و حیا تھی وہ بھی

Presented by www.ziyaraat.net/

راز کی باتیں

ہمیشہ امور رسالت و ریاست میں چند راز ہائے سربستہ ہوا کرتے ہیں جو عوام الناس سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن خلیفہ و جانشین سے ان راز ہائے سربستہ کا ذکر نہایت ضروری ہوتا ہے تا کہ وہ بھی امور مہمہ کو اسی نہج پر چلائے جس طرح وہ پہلے ہوتے آئے ہیں چنانچہ جناب رسول خداؐ علیؑ مرتضیٰ سے اکثر راز کی باتیں تخلیہ میں بحکم خداوندی بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اس پر حسد ہوا کرتا تھا۔ اور وہ اعتراض کیا کرتے تھے۔

اخرج الترمذی عن جابر قال دعا رسول اللّٰہ ﷺ یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللّٰہ ﷺ ما اتجیتہ ولکن اللّٰہ انتجاہ۔ (صحیح ترمذی)

ترمذی نے جابر سے روایت کی ہے کہ محاصرہ طائف کے زمانہ میں جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر تخلیہ میں بصیغہ راز سرگوشی فرمائی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیغمبر ﷺ نے بہت دیر تک اپنے ابن عم سے راز کی گفتگو کی۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ سے میں نے راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا نے کی ہیں۔

سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص العرب باب الثانی ص ۲۵، عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۵

اس حدیث کو نسائی نے خصائص میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے بھی مروی ہے۔

عن انس قال دعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ طویلا فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ قال فذکرہ من حسد علیا فقد حسد نی ومن حسد نی فقد کفر اخرجہ ابن مردویہ (عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب اباچہارم ص ۶۹۵۔

ابن مردویہ نے انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے طائف کے روز جناب علی مرتضیٰؑ کو بلا کر دیر تک راز کی گفتگو کی لوگ کہنے لگے کہ آپؐ نے اپنے ابن عم

سے بڑی طویل سرگوشی فرمائی جب اس کا چرچا آنحضرتؐ تک پہنچا تو آپؐ نے فرمایا کہ جس نے علی سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں ہے۔

آں حضرت شاہ ولایت منقبت را طلب داشت و مدتے ممتد با آنجناب راز گفت و اسرار درمیان نہادہ ایں معنی موجب تعجب اصحاب گشت و عمر بن الخطاب با حضرت رسالت گفت یا رسول بے حضور ما باابن عم خویش خلوت گزیدہ راز مے گوئی ففال یا عمر ما نتجیتہ ولکن اللّٰہ انتجاہ یعنی بنا بر اقتضائے رائے خود با او راز نہ گفتم بلکہ

بفرمان دانائے راز نہاں کشادم بایں راز با اوزباں

حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۶۶۔

ترجمہ :۔ جناب رسول خداؐ نے علی مرتضیٰؑ کو طلب کیا اور بہت دیر تک ان سے خلوت میں راز کی باتیں کرتے رہے یہ امر صحابہ کے لئے تعجب کا باعث ہوا حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے شکایت کی یا رسولؐ اللہ آپؐ ہم سے علیحدہ ابن عم سے خلوت میں راز کی باتیں کرتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اپنی رائے سے اس سے راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے یہ راز کی باتیں اس سے کی ہیں۔"

تعجب کی وجہ سے نہیں بلکہ حسد کی وجہ سے یہ اعتراض کیا گیا تھا اپنے مذہب سے مجبور ہو کر صاحب حبیب السیر نے تعجب کا لفظ لکھا ہے ورنہ اوپر کی انس کی روایت ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس کو حسد پر محمول کیا اور نیز حضرت عمر کے فقرے حسد کا آئینہ ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو آپؐ نے پوچھا تک نہیں۔ اپنے ابن عم سے راز کی باتیں اتنے عرصہ تک کرتے رہے۔ ابن عم کا لفظ ان روایات میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں یہ اعتراض مضمر ہے کہ آپؐ اتنی مہربانیاں علیؑ پر محض اپنے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ملا معین معارج النبوۃ رکن چہارم باب یازدہم دربیان وقائع سال ہشتم از ہجرت ۱۸۴۔ اس میں بھی یہی تحریر ہے کہ معترض حضرت عمر تھے محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں **ولکن اللّٰہ**

Presented by www.ziyaraat.net/

انتجاہ کے معنی اس طرح لکھتے ہیں۔

یعنی خدائے تعالیٰ امر کردہ است مرا کہ رز گویم با او پس راز گفتم بجہت فامان برداری کر دن امر حق تعالیٰ راد تواند کہ معنی آن باشد کہ من ابتدائے گفتن بادے نہ کر دہ ام ولیکن خدائے تعالیٰ راد تواند کہ معنی آں باشد کہ من ابتدائے گفتن بادے نہ کر دہ ام ولیکن خدائے تعالیٰ راز می گوید باوے والقائے اسرار میکند در دل دے ومن نیز راز می گویم باوے از جہت موافقت و متابعت فعل الٰہی۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع نول کشور الجزء الرابع ص ۶۶۶

جناب رسول خداؐ کی حیات کے آخری لمحوں میں حضرت علیؑ ہی ان کے پاس تھے اور آنحضرتؐ کا سر مبارک آغوش علیؑ میں تھا کہ آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی۔ جماعت حکومت نے چاہا کہ یہ شرف ان سے لیکر حضرت عائشہ کو دیں اور احادیث و روایات وضع کی گئیں حضرت عائشہ کی زبانی کہ آنحضرتؐ کا سر مبارک بوقت وفات میری گود میں تھا آخر کار خود ہی ان کتابوں سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عائشہ والی روایت بناوٹی ہے دراصل آنحضرتؐ نے رحلت کی در آں حالیکہ آپؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن علیؑ بن حسین قال قبض رسول اللّٰہؐ و راسہ فی حجر علیؑ وفیہ ایضا عن ابی عطفان قال سالت ابن عباس ارأیت رسول اللّٰہ توفی رسول اللّٰہ و راسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللّٰہ صلعم و ھو مستند الی صدر علیؑ قلت فان عروہ حد ثنی عن عائشۃ انھا قالت توفی رسول اللّٰہ صلعم بین سحری و نحری فقال ابن عباس تعقل واللّٰہ لتوفی رسول اللّٰہ صلعم و ھو مستند الٰی صدر علیؑ وھو الذی اغسلہ طبقات ابن سعد ق ۲ ج ۲ ص ۵۱

ابن سعد نے طبقات میں علیؑ بن حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ان کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا۔ نیز کتاب مذکور میں ابو عطفان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسولؐ اللہ کا سر مبارک وقتِ وفات کس کی گود میں تھا انہوں نے کہا کہ جب رسولؐ

اللہ نے انتقال فرمایا تو آنحضرتؐ کا سر مبارک علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے سینے سے لگا ہوا تھا میں نے کہا کہ عروہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ بات بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو آنحضرتؐ ان کی گود میں تھے۔ عبد اللہ ابن عباس نے کہا کہ تم کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسول اللہ نے وفات پائی تو وہ علیؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علیؑ ہی نے آنحضرتؐ کو غسل بھی دیا۔

سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامتہ الباب الثانی ص ۳۶

فخر الدین رازی و دار قطنی تحریر کرتے ہیں۔

عن ام المومنین عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا قالت لما حضر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الموت قال ادعوا لی حبیبی فد عوت لہ ابابکر فنظر الیہ ثم و ضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فد عوت لہ عمرا" فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فقلت ویلکم ادعو الہ علیؑ ابن ابی طالب فو اللّٰہ ما یرید غیرہ فلما راہ اخرجہ الثوب الذی کان علیہ ثم ادخلہ فیہ فلم یزل لتحیضنہ حتی قبض ویدہ علیہ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب آگیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا۔ وہ جب آئے تو حضرتؐ نے سر اٹھا کر دیکھ اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ میں نے عمر کو بلوالیا آپؐ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ تب میں نے لوگوں سے کہا کہ تم پر افسوس ہے۔ علیؑ کو بلاؤ کیونکہ حضرت علیؑ کے علاوہ اور کسی کو آپؐ نہیں بلانا چاہتے جب علیؑ آئے اور رسول خداؐ نے ان کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپؐ اوڑھے ہوئے تھے آپؐ نے اٹھا لیا اور علیؑ کو اس میں داخل کر لیا اور علیؑ کو اپنے سینہ سے لگائے رہے یہاں تک کہ آپنے انتقال فرمایا اس وقت بھی آپؐ کا ہاتھ علیؑ کے اوپر تھا۔

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام

Presented by www.ziyaraat.net/

میرے رازوں کا رکھنے والا ہے اور ان کا امانت دار ہے۔

جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرتؐ کی تمام ازواج سے آنحضرتؐ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتی تھیں۔ روایت کرتی ہیں کہ ان کا ایک غلام تھا۔ جس نے ان کو پالا تھا وہ ہر نماز کے بعد جناب امیر کو برا کہا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے اس سے کہا کہ اے ابا تم علیؑ کو کیوں برا کہا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ علیؑ نے عثمان کے قتل میں شرکت کی ہے جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ اگر تو میرا مولا اور بجائے میرے والد کے نہ ہوتا تو میں تجھے جناب رسول خداؐ کے راز سے کبھی خبردار نہ کرتی۔ لیکن اب بیٹھ جا۔ میں تجھ کو آنحضرتؐ کے بھید سے آگاہ کئے دیتی ہوں جس کو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے میری باری والے دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے گھر میں علیؑ کو ہمراہ لئے ہوئے تشریف لائے۔ علیؑ کے پنجہ میں پنجہ ڈالے ہوئے تھے۔ میری باری نویں دن آتی تھی جب گھر میں داخل ہوئے تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ام سلمہ تم حجرہ خالی کرکے باہر چلی جاؤ۔ میں باہر گئی اور دونوں صاحبان سرگوشی کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ مجھے ان کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی میں نے بڑھ کر السلام علیک کہا اور عرض کی کہ کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اندر مت آنا اور اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ پھر آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے دیر تک سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میری باری کا دن تو چلا گیا۔ علیؑ نے آنحضرتؐ کو باتوں میں لگا رکھا ہے۔ میں نے دروازے پر جا کر سلام علیک کہا اور اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اندر مت آنا۔ میں پھر ہٹ کر اپنے مقام پر آ بیٹھی جب آفتاب ڈوبنے لگا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضرتؐ نماز کے لئے باہر تشریف لے جائیں گے اور میرا دن یونہی نکل جائے گا۔ میں نے اس دن سے زیادہ طولانی اور کوئی دن نہیں دیکھا تھا میں نے بڑھ کر سلام کیا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی حضرتؐ نے فرمایا ہاں اندر جاؤ میں حجرہ میں گئی میں نے علیؑ کو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے زانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی اور علیؑ کے کان پر جناب رسول خداؐ کا منہ تھا باتیں کر رہے تھے اور علیؑ کہہ رہے تھے کہ میں اسی طرح کرونگا جب میں اندر گئی تو جناب علیؑ منہ پھیر کر باہر چلے

گئے حضرتؐ نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور جو کچھ کہ مرد اپنی اہلیہ سے کرتا ہے وہ کیا اور نہایت مہربانی سے فرمایا اے ام سلمہ تم مجھے ملامت نہ کرنا۔ پروردگار کی طرف سے جبرئیل آئے ہوئے تھے اور یہ حکم لائے تھے کہ میں علیؑ کو اپنے پیچھے وصیت کر جاؤں۔ میں علیؑ و جبرئیل کے درمیان واسطہ تھا۔ جبرئیل میرے داہنی جانب اور علیؑ بائیں جانب تھے۔ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ میں علیؑ کو ان تمام امور سے آگاہ کردوں جو میرے بعد قیامت تک ہونے والے ہیں۔ اے سلمہ تم مجھے معذور رکھو۔ خدا نے ہر امت کے لئے ایک نبی مقرر کیا ہے اور ہر نبی کے لئے ایک وصی ہوتا چلا آیا ہے میں اس امت کا نبی ہوں اور علیؑ مرے بعد میری عترت اہل بیتؑ و میری امت میں میرا وصی ہے۔ ام سلمہ نے کہا کہ اے ابا۔ یہ امر علیؑ کا ہے جس کی کہ میں اس وقت شہادت دیتی ہوں۔ اب تم خواہ علیؑ کو برا کہو۔ خواہ چھوڑ دو اس دن سے اس نے علیؑ کو برا کہنا چھوڑ دیا۔ اور جناب الٰہی میں شب و روز دعا کرنے لگا کہ الٰہی مجھے معاف فرما جو کچھ کہ علیؑ کے حق میں میں نے جہالت سے کہا ہے خداوند علیؑ کا دوست میرا دوست ہے علیؑ کا دشمن میرا دشمن ہے پس اس غلام نے خدا کی جناب میں صالح و صحیح توبہ کی اور اپنی باقی زندگی میں استغفار کرتا رہا۔

عبید اللہ امرتسری۔ ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۳، ۶۹۴، خطیب خوارزم کتب المناقب ص ۱۱۰

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم بخدا بوقت وفات آنحضرتؐ سے قریب ترین مرزوم علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ جس دن آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اس کی صبح کو آپؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ میرا خیال ہے کہ علیؑ کو آپؐ نے کسی کام کے لئے باہر بھیجا تھا آپؐ نے تین دفعہ پوچھا کہ کیا علیؑ آگئے۔ اتنے میں قبل طلوع شمس علیؑ آگئے۔ یہ خیال کرکے کہ شاید علیؑ سے رسول اللہؐ کو کوئی خاص کام ہے ہم سب باہر چلے گئے اس دن ہم خانہ عائشہ میں تھے میں نکلنے والوں میں سب سے آخر تھی اور میں پردہ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ ان سب سے زیادہ میں دروازے کے نزدیک تھی۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ نے اپنا سر جناب رسول خداؐ کی جانب جھکایا اور آنحضرتؐ علیؑ سے بصیغہ راز سرگوشی کرتے رہے۔ پس علیؑ ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبول کے پاس سب سے

Presented by www.ziyaraat.net/

آخر تک رہے پس آنحضرتؐ نے علیؑ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی۔

الحاکم۔ مستدرک علی الصحیحین الجزاء الثالث ص ۱۳۹ نسائی۔ خصائص علویہ :۔

حضرت عمر کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ محدث شیرازی روضتہ الاحباب میں لکھتے ہیں از جابر بن عبد اللہ شیرازی منقول است کہ گفت درزمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار بزوے آمد و گفت یا امیر المومنینؑ آخر کلمہ کہ رسول اللہ باں متکلم نمودچہ بود عمر گفت از علی پرسید امر فرمود الصلواۃ الصلواۃ ۔

یہ ایک ایسا اعزاز خاص تھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے اس پر احتجاج فرمایا ہے۔ چنانچہ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں۔

عن ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات فسمعت علیا یقول یبایع الناس ابابکر فانا واللّٰہ باولی منہ واحق بہ فسمعت واطعت مخالفۃ ان یرجع الناس کفار او فیکم احدی اخر عھدہ برسول اللّٰہ حین وضعتہ فی حضرتہ غیرہ۔

ابو الطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شوریٰ کے دن دروازے کے اوپر بیٹھا تھا اتنے میں لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں میں نے حضرت علیؑ کو علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کرلی۔ حالانکہ قسم بخدا امر خلافت میں میں ان سے اولیٰ اور مستحق تر تھا۔ پس میں نے سنا اور خاموش رہا کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں۔ کیا تمہارے درمیان میرے سوا کوئی اور ایسا ہے جو سب سے آخر تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہو اور جس نے ان کو قبر میں اتارا ہو۔

یہ امر مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ جناب رسول خداؐ کو آخری غسل جناب امیر علیہ السلام نے دیا۔ اور قبر میں اتارا۔

تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۸۹، ص ۱۹۰ ابن ابن طالب محمد بن جریر الطبری تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۲۰۵، ۲۰۴ ابن سعد طبقات الکبریٰ ج ۲ ق ۲ ص ۶۰، ۱۶ و ۷۶ و ۷۸۔

(البلاغ المبین جلد ۱ ص ۲۶۰)

امامت نماز

پیغمبر اکرمؐ اپنے زمانہ علالت میں جب تک قوت و توانائی ساتھ دیتی رہی برابر مسجد میں آتے جاتے اور نماز پڑھاتے رہے لیکن جب مرض نے انتہائی شدت اختیار کرلی تو یہ سلسلہ بند کرنا پڑھا۔ چنانچہ دو شنبہ کے دن جب صبح کی اذان کے بعد بلال نے حاضر خدمت ہو کر نماز کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ میں اپنے اندر اتنی سکت نہیں پاتا کہ مسجد تک جاسکوں کسی شخص سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ میرے باپ ابوبکر سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز پڑھا دیں حضرت حفصہ نے کہا کہ میرے باپ عمر سے فرمایئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان دونوں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام سنا تو پتا چلا کہ وہ جیش اسامہ میں شامل ہونے کے بجائے مدینہ میں موجود ہیں آپؐ فوراً سختی و سنگینی کے باوجود اٹھ کھڑے ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی نماز پڑھا دے اور یہ امامت خلافت کا پیش خیمہ بن جائے اور فضل ابن عباس اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لے آئے دیکھا کہ حضرت ابوبکر محراب مسجد تک پہنچ چکے ہیں آپؐ نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے پیچھے ہٹنے کے لئے کہا اور خود آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ واقعہ تو اتنا ہی ہے مگر اسے بنیاد قرار دے کہ یہ قصہ گڑھ لیا گیا کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا اور خود ان کے عقب میں نماز پڑھی اور اسی بنا پر انہیں منصب خلافت کے لئے منتخب کیا گیا کیونکہ جسے پیغمبرؐ نماز میں اپنا نائب قرار دیں وہی ریاست عامہ یعنی حدود و احکام شرعیہ کے نفاذ و اجراء میں ان کا خلیفہ و جانشین ہو سکتا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت ابوبکر خود مصلائے رسولؐ پر کھڑے ہوگئے تھے یا رسول اللہؐ نے انہیں مامور فرمایا تھا اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ پیغمبرؐ کے حکم سے کھڑے ہوئے تھے تو کیا نماز کی امامت خلافت کی دلیل بن سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں جو روایات کتب تاریخ و احادیث میں درج ہیں وہ اس قدر متعارض و متضاد ہیں کہ ان کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایک روایت کچھ کہتی ہے اور دوسری روایت اس کے خلاف کچھ اور ہی کہتی ہے۔ اب کسے صحیح سمجھا جائے اور کسے غلط کہا جائے۔ حیرت یہ

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے کہ ان متضاد روایات میں سے اکثر حضرت عائشہ ہی سے مروی ہیں ان روایات کا تعارض ہی اصل دعویٰ کو کمزور ثابت کرنے کے لئے بہت کافی تھا چہ جائیکہ وہ نماز کے مسلمہ اصول و ضوابط کے بھی منافی ہیں۔ اس مقام پر چند روایتیں درج کی جاتی ہیں تاکہ ارباب فکر و نظر خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ان متضاد روایات سے کہاں تک اثبات مدعا میں مدد لی جا سکتی ہے۔ ابن ہشام تحریر کرتے ہیں:۔

دعاہ بلال الی الصلواۃ فقال مروا من یصلی بالناس قال فخرجت فاذا عمر فی الناس وکان ابوبکر غائبا فقلت قم یا عمر فصل بالناس قال فقام فلما کبر سمع رسول اللّٰہ صوتہ وکان عمر مجھر اقال فقال فاین ابوبکر یابی اللّٰہ ذالک والمسلمون یابی اللّٰہ ذالک والمسلمون قال فبعث الٰی ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر تلک الصلواۃ فصلی بالناس۔ (سیرت الصلواۃ ہشام۔ ج ص ۳۰۲)

بلال نے آنحضرتؐ سے نماز کے لئے عرض کیا تو عبداللہ ابن زمعہ سے فرمایا کہ کسی کو کہو کہ وہ نماز پڑھا دے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر ہیں اور ابوبکر نہیں ہیں میں نے حضرت عمر سے کہا کہ چلئے آپ نماز پڑھا دیجئے۔ جب انہوں نے تکبیر کہی اور ان کی آواز بلند تھی تو پیغمبرؐ نے ان کی آوز سن کر فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں اللہ اور مسلمانوں کو انکار ہے کہ عمر نماز پڑھائیں اللہ اور مسلمانوں کو یہ گوارا نہیں ہے پھر حضرت ابوبکر کو بلوایا مگر وہ اس وقت آئے جب حضرت عمر نماز پڑھا چکے تھے پھر حضرت ابوبکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔"

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابتداء میں کسی خاص شخص کو نماز کے لئے معین نہیں کیا تھا بلکہ عبداللہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ جسے چاہیں اسے کہہ دیں کہ وہ نماز پڑھائے اس عمومی اجازت کی بنا پر عبداللہ نے حضرت عمر کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیا اور جب وہ نماز شروع کر چکے تو آنحضرتؐ نے ابوبکر کو بلوا بھیجا کہ وہ نماز پڑھائیں مگر ان کے آنے تک حضرت عمر نماز پڑھا چکے تھے اور حضرت ابوبکر نے پھر سے نماز پڑھائی اس روایت کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے عبداللہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی سے کہیں کہ وہ نماز پڑھا دے اور ان کے کہنے پر حضرت عمر نے نماز پڑھا دی تو پھر حضرت ابوبکر کے پیچھے آدمی دوڑانے کی کیا

ضرورت تھی کہ وہ نماز پڑھائیں کیا حضرت عمر کے پیچھے نماز صحیح نہ تھی؟ اور اگر صحیح تھی تو اعادہ نماز کیوں؟ اگر پیغمبرؐ یہ چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر ہی نماز پڑھائیں تو وہ عبداللہ سے فرما دیتے کہ وہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لئے کہیں تاکہ نہ حضرت عمر کو خجالت اٹھانا پڑتی اور نہ اعادہ نماز کی ضرورت ہوتی۔

ابن سعد تحریر کرتے ہیں:۔

فلما کبر قال رسول اللّٰہ لا لا این ابن ابی قحافۃ قال فانتقضت الصفوف وانصرف عما فما برحنا حتی طلع ابن ابی قحافتہ وکان بالسنح فتقدم فصلی بالناس۔ (طبقات ج ۲ ص ۲۲۲)

"جب حضرت عمر نے تکبیر کہی تو رسولؐ اللہ نے کہا نہیں نہیں! فرزند ابو قحافہ کہاں ہیں یہ سن کر صفیں درہم و برہم ہوگئیں اور حضرت عمر نماز چھوڑ کر الگ ہوگئے۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی ہم اپنی اپنی جگہ پر تھے کہ حضرت ابوبکر سنح سے آگئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔"

پہلی روایت میں یہ تھا کہ حضرت ابوبکر کے پیچھے آدمی بھیجا گیا اور اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود سے آگئے۔ پہلی روایت میں یہ تھا کہ وہ نماز ختم ہونے کے بعد آئے اور اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوران نماز ہی میں آگئے۔ پہلی روایت میں یہ تھا کہ نماز ختم ہونے کے بعد اعادہ نماز کیا گیا اور اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی نماز ہی میں آگئے۔ پہلی روایت میں یہ تھا کہ نماز ختم ہونے کے بعد اعادہ نماز کیا گیا اور اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی نماز توڑ دی گئی اور از سر نو نماز ہوئی۔ اس تضاد کے علاوہ اس میں ذہنی پریشانی کا یہ پہلو ہے کہ نماز کے توڑنے کا کیا جواز تھا۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ امام فاسق و غیر عادل تھا تو ایک گروہ کے نزدیک امامت کے لئے سرے سے عدالت کی شرط ہی نہیں ہے اور جس گروہ کے نزدیک عدالت شرط ہے ان کے نزدیک بھی قول راجح کی بنا پر نماز کے توڑنے کا جواز نہیں ہے بلکہ دوران نماز میں اگر امام کی فاسق و غیر عادل ہونے کا انکشاف ہو جائے تو ماموم جماعت کی نیت سے عدول کرکے فرادیٰ کی نیت کرلے اور نماز نہ توڑے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن جریر طبریؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

مروا ابابکر یصلی با الناس قال فخرج یهادی بین رجلین وقد ماه تخطان فی الارض فلمادنی من ابی بکر تاخر ابوبکر فاشار الیه رسولؐ اللّٰه ان قم فی مقامک فقعد رسول اللّٰه فصلی الی جنب ابی بکر جالسا قالت فکان ابوبکر یصلی بصلوٰة النبی وکان الناس یصلون بصلواة ابی بکر۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۳۹)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں پھر خود دو آدمیوں کا سہارا لے کر نکلے اس طرح کہ آپؐ کے دونوں پیر زمین پر گھسیٹے جا رہے تھے۔ جب ابوبکر کے قریب پہنچے تو ابوبکر پیچھے ہٹے آپؐ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہو اور آپؐ نے ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر نبی اکرمؐ کی اقتداء کر رہے تھے اور دوسرے نمازی ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔"

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو کہلوا بھیجا تھا کہ وہ نماز پڑھائیں اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو خود بھی ضعف و نقاہت کے باوجود دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ پیغمبر اکرمؐ کا حضرت ابوبکر کو امامت پر مامور کرنا اور پھر خود بھی بلاتوقف مسجد میں چلے آنا جبکہ خود سے چلنے پھرنے کی سکت نہ تھی ذہن میں یہ شبہ پیدا کئے بغیر نہیں رہتا کہ پیغمبرؐ نے انہیں کہلوایا تھا یا وہ از خود چلے آئے تھے۔ اگر پیغمبرؐ نے کہلوا بھیجا تھا تو پھر مرض کی شدت کے باوجود خود مسجد میں آنے کی زحمت کیوں گوارا کی اور اگر پیغمبرؐ نے نہیں کہلوایا تھا تو محراب مسجد تک کیسے پہنچ گئے۔ روایت یہ تو نہیں بتاتی کی پیغمبرؐ نے خود ان سے براہ راست کہا تھا تو پھر ایسا تو نہیں ہے کہ جس طرح عبداللہ ابن زمعہ نے حضرت عمر سے کہہ دیا تھا اسی طرح کسی پیغامبر نے آنحضرتؐ کی طرف سے انہیں بھی کہہ دیا ہو اور وہ مصلے پر آکھڑے ہوئے ہوں اور جب پیغمبرؐ کو اطلاع ہوئی ہو تو لڑکھڑاتے کانپتے اس لئے مسجد میں پہنچے ہوں تاکہ خود امامت کے فرائض انجام دیں ورنہ اس کے علاوہ مسجد میں آنے کی اور وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے۔ اس روایت کا یہ جزو کہ ابوبکر رسول اللہ کے

مقتدی تھے اور دوسرے لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے ایک بے معنی سی بات ہے اس لئے کہ اگر حضرت ابوبکر امام تھے تو وہ مامومؑ نہیں ہو سکتے اور اگر رسولؐ اللہ امام تھے تو پھر حضرت ابوبکر مقتدی و مامومؑ ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ ایک ہی نماز میں ایک شخص امام بھی ہو اور مامومؑ بھی صحیح نہیں ہے ورنہ تو ہر پچھلی صف والوں کو اگلی صف والوں کی اقتداء جائز ہونا چاہئے۔

قال رسول اللّٰه ابعثوا الی علی فادعوه فقالت عائشة لو بعثت الی ابی بکر و قالت حفصة لو بعث الٰی عمر فاجتموا عنده جمیعا فقال رسول اللّٰه انصرفو/ فان تک لی حاجة ابعث الیکم فانصرفوا و قال رسول اللّٰه ان الصلواة قیل نعم قال فامرو ابابکر لیصلی بالناس فقالت عائشة انه رجل رقیق فمر عمر فقال عمر ما کنت لا تقدم و ابوبکر شاہد فتقدم ابوبکر و وجد رسول خفة فخرج فلما سمع ابوبکر حرکته تاخرفجذب رسول اللّٰه ثوبه فاقامه و قعد رسول اللّٰه فقراء من حیث انتهی ابوبکر۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کسی کو بھیج کر علیؑ کو بلا دو حضرت عائشہ نے کہا کہ کاش آپؐ ابوبکر کو بلاتے حضرت حفصہ نے کہا کہ کاش آپؐ عمر کو بلاتے اتنے میں وہ سب پیغمبرؐ کے پاس جمع ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ اگر مجھے ضرورت ہوگی تو تمہیں بلوا بھیجوں گا چنانچہ وہ اٹھ کر چلے گئے۔ پھر رسولؐ اللہ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ بتایا گیا ہاں۔ فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھا دیں حضرت عائشہ نے کہا کہ وہ نرم دل ہیں آپؐ عمر کو حکم دیں فرمایا اچھا عمر کو کہہ دو۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں ابوبکر کے ہوتے ہوئے سبقت نہیں کر سکتا اس پر حضرت ابوبکر آگے بڑھے اتنے میں رسول نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو حجرے سے باہر آئے ابوبکر نے آپؐ کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنا چاہا آپؐ نے ان کے دامن کو کھینچا اور جہاں وہ کھڑے تھے وہیں کھڑا رہنے دیا اور خود بیٹھ گئے جہاں سے ابوبکر نے قرات تمام کی تھی وہاں سے قرات شروع کر دی۔"

(تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۳۹)

اس روایت میں چند باتیں ایسی بھی آگئی ہیں جن سے اصل واقعہ کے سمجھنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ ایک بات تو بالکل واضح و عیاں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلوانے کی خواہش

Presented by www.ziyaraat.net/

کا اظہار کیا مگر کیوں اور کس لئے اس سلسلہ میں روایت خاموش ہے لیکن روایت کے آخری حصہ کو پیغمبرؐ نے دریافت کیا کہ کیا نماز کا وقت ہو چکا ہے جس کا جواب ہاں میں دیا گیا اس سے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ حضرت علیؑ کو اس وقت بلایا گیا تھا جب نماز کا وقت ہو چکا تھا اور نماز کے وقت طلب کرنے کا مقصد اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ انہیں نماز کے لئے کہا جائے۔ یہ اتنی صاف بات تھی کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ بھی سمجھ گئیں کہ انہیں نماز کے لئے بلایا جا رہا ہے اسی بنا پر انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام لیا کہ کاش انہیں بلایا جاتا۔ اگر پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو ملاقات یا کسی ذاتی کام کے لئے بلوایا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام بیچ میں لایا جاتا نام تو اسی صورت میں لیا جاسکتا تھا جب بلوانے کا مقصد اور کام کی نوعیت ان پر واضح ہو چکی ہو اور وہ چاہتے ہوں کہ اس کام کی انجام دہی کا سہرا ان کے سر بندھے۔ یہ چیز بھی نظرانداز کئے جانے کے قابل نہیں ہے کہ ادھران کا نام لیا جاتا ہے۔ ادھر وہ پہنچ بھی جاتے ہیں۔ اس بروقت آمد سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ آنحضرتؐ کے مرض کی سنگینی دیکھ کر یہ سمجھ رہے تھے کہ آپؐ خود تو نماز کے لئے مسجد میں نہ پہنچ سکیں گے یہ خدمت کسی اور ہی کے متعلق کریں گے لہٰذا نماز کے وقت آس پاس رہنا چاہئے تاکہ حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ کی طرف سے بلاوا آئے تو فوراً پہنچ جائیں اور آنحضرتؐ ہمیں اجازت دے ہی دیں گے اور پھر اس بنیاد امامت پر قصر خلافت باآسانی تعمیر کیا جاسکے گا مگر پیغمبرؐ انہیں یہ کہہ کر رخصت کر دیتے ہیں کہ تم چلے جاؤ ضرورت ہوگی تو تمہیں بلوایا جائے گا۔ ان لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ اس وقت تخلیہ چاہتے تھے تاکہ جس مقصد کے لئے علیؑ کو بلوا بھیجا ہے اس میں دخل در اندازی نہ ہونے پائے۔ اگر پیغمبرؐ اکرم یہ چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھائیں تو اس وقت مانع ہی کیا تھا انہیں نماز کے لئے کہہ دیتے جبکہ نماز کا وقت بھی ہوچکا تھا اور وہ موجود بھی تھے مگر ان سے اشارے کنائے میں بھی کچھ نہیں کہتے اور ادھر وہ حجرے سے باہر نکلتے ہیں کہ یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھائیں۔ اس مقام پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے آنے پر انہیں کیوں نہ کہہ دیا گیا' دوسرے سے کہلوانے میں کیا مصلحت سمجھی گئی۔ اور جس سے کہلوایا گیا وہ تھا کون تو اس کا جواب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ انہیں نہ کہا گیا نہ کہلوایا گیا بلکہ جدھر

سے ان کا نام پیش ہوا تھا ادھر سے کہلوا دیا گیا۔

اس موقع پر حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کی نرم دلی کا عذر کرکے حضرت عمر کا نام لیا اور پیغمبرؐ سے کہا انہیں کہہ دیجئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اگر واقعاً" وہ یہی چاہتی تھیں کہ حضرت ابوبکر کے بجائے حضرت عمر نماز پڑھائیں تو جب پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو بلوا بھیجا تھا تو حضرت ابوبکر کا نام نہ لیا ہوتا مگر اس وقت تو یہ کہا کہ کاش ابوبکر کو بلایا ہوتا اور اب ان کی نرم دلی کا عذر کرکے حضرت عمر کا نام پیش کر دیا جاتا ہے اور اس سے زیادہ درجہ حیرت میں ڈال دینے والی بات تو یہ ہے کہ پیغمبرؐ بھی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ دیتے ہیں کہ اچھا عمر ہی سے کہہ دیا جائے کہ وہ نماز پڑھائیں حالانکہ عبداللہ ابن زمعہ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ جب آپؐ نے حضرت عمر کی صدائے تکبیر سنی تو برافروختہ ہوگئے اور فرمایا کہ ان کی امامت نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ مسلمانوں کو اور اس روایت کی رو سے بڑی خوشی کے ساتھ اجازت دی جا رہی ہے اب کس کو صحیح سمجھا جائے اور کس کو غلط۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جس کی امامت سے اللہ بھی بیزار ہو اور مسلمان بھی اس کو حضرت عائشہ کے کہنے سے اجازت دے دی جائے۔ اور جب حضرت عمر سے کہا جاتا ہے کہ آپ نماز پڑھائیں تو وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے کیسے نماز پڑھاوں یہ ایک عملی اعتراف ہے اس امر کا کہ فاضل پر مفضول کو ترجیح نہیں دی جاسکتی تو پھر امامت نماز میں اسے تسلیم کر لینے کے بعد خلافت میں اسے نظرانداز کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے۔ اس موقع پر یہ بات کسی مصلحت پر مبنی ہوگی ورنہ پہلی روایت کی بنا پر جب عبداللہ ابن زمعہ نے انہیں نماز پڑھانے کے لئے کہا تو انہوں نے یہ نہ کہا کہ حضرت ابوبکر یہیں کہیں ہوں گے انہیں دیکھ لو ایک آدھ لمحہ انتظار کر لو بلکہ فوراً" تیار ہوگئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ پڑھی پڑھائی نماز نہ پڑھنے کے برابر ہوگئی یا بیچ میں ادھوری چھوڑنا پڑی اور اس روایت کی رو سے انہوں نے حضرت ابوبکر پر سبقت مناسب نہیں سمجھی اور انہیں آگے کھڑا کر دیا مگر وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ پیغمبرؐ بھی پہنچ گئے ابھی ابھی تو انہوں نے مجبوری کا اظہار کیا تھا پھر کیوں چلے آئے۔ قرین قیاس یہ بات نظر آتی ہے کہ حضرت علیؑ کی طلبی پر کچھ لوگوں کو یہ خدشہ ہوا کہ پیغمبرؐ کہیں انہیں نماز کے لئے نہ کہہ دیں انہوں نے پیغمبرؐ کی طرف سے حضرت ابوبکر کو کہہ دیا کہ آپ نماز پڑھائیں اور جب وہ

Presented by www.ziyaraat.net/

دوسرے کے کہنے سے کھڑے ہوگئے تو پیغمبرؐ انہیں روکنے کے لئے جس طرح بن پڑا مسجد میں چلے آئے اور خود نماز پڑھائی ورنہ عذر کر دینے کے بعد پھر مسجد میں چلے آنے کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ اس روایت میں بڑی چابکدستی سے یہ جملہ بھی درج کر دیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے وہاں سے قرات شروع کی جہاں سے حضرت ابوبکر نے ختم کی تھی تاکہ ان کی نماز کا پیوند رسولؐ کی نماز سے جڑا رہے اور یہ نماز بھی حضرت عمر کی نماز کی طرح کالعدم نہ سمجھی جائے مگر اتنا نہ سوچا کہ قرات کو بیچ سے شروع کرنے سے قرات نا تمام رہے گی اور قرات کے ناقص و نا تمام ہونے کی صورت میں نماز ہی صحیح نہیں ہوتی۔

صاحب صحیح محمد ابن اسماعیل بخاری تحریر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بلال نے حاضر ہو کر نماز کے لئے عرض کیا فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں میں نے کہا کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں اگر آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اور قرات نہ کر سکیں گے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں میں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہہ چکی تھی تیسری بار یا چوتھی مرتبہ کے تکرار پر فرمایا کہ تم صواحب یوسف (یوسف والیاں) ہو۔ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ چنانچہ وہ نماز پڑھانے لگے اتنے میں پیغمبرؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر نکلے وہ منظر مجھے یاد ہے کہ آپؐ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے جب ابوبکر نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے آنحضرتؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ پڑھتے رہو۔ حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے اور پیغمبرؐ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر لوگوں کو تکبیر کی آواز سنا رہے تھے۔

اس روایت میں بھی حضرت ابوبکر کی نرم دلی کا تذکرہ اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ جب وہ محراب مسجد میں کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اس طرح حضرت عائشہ پیغمبرؐ کے یہ ذہنشین کرنا چاہتی تھیں کہ آپؐ کی بیماری کا جتنا احساس حضرت ابوبکر کو ہے وہ کسی کو نہیں ہے وہ آپؐ کے مصلے پر کھڑے ہو کر اس تصور سے کانپ اٹھیں گے کہ کیا رسول پھر اس مصلے پر کبھی رونق افروز نہ ہوں گے اور روتے روتے ان کی آواز گلوگیر ہو جائے گی اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی طرف سے معذرت چاہ رہی ہیں مگر درحقیقت یہ تاثیر دینا تھا کہ جب وہ سب سے

زیادہ ہمدرد و شریک درد اور غمگسار ہیں تو پھر ان سے بڑھ کر نماز پڑھانے کا حق کس کو ہے اس پر پیغمبرؐ نے انہیں صاحبۂ یوسف کہا۔ صاحب سیرت حلبیہ نے تحریر کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عائشہ کو صاحبۂ یوسف (زلیخا) اس بنا پر کہا کہ جس طرح زلیخا نے زنان مصر کو اپنے ہاں ضیافت کے لئے جمع کیا تھا حالانکہ مقصد ضیافت نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتی تھیں کہ زنان مصر یوسف کو دیکھ کر انہیں محبت و وارفتگی میں معذور سمجھیں اسی طرح حضرت عائشہ دل سے تو یہ چاہتی تھیں کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھائیں اور ظاہر یہ کرتی ہیں کہ وہ ان کی امامت کی ذرا خواہشمند نہیں ہیں تو جس طرح وہاں پر ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ اسی طرح یہاں پر ظاہر میں استغناؤ بے نیازی ہے اور باطن میں خواہش و طلبگاری۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کی امامت پر اصرار کیا تھا مگر حیرت ہے کہ ایک طرف تو اصرار کیا جاتا ہے اور دوسری طرف حضرت ابوبکر کے کھڑے ہوتے ہی گرتے پڑتے دو آدمیوں کے سہارے پر مسجد میں چلے آتے ہیں اور بیٹھ کر خود نماز پڑھاتے ہیں۔ پیغمبرؐ کے اس اقدام سے اصرار تو درکنار تقرر پر بھی کوئی انصاف پسند اعتماد نہیں کر سکتا۔ اگر یہ تقرر پیغمبرؐ کی طرف سے ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ نماز شروع ہوتے ہی افتاں و خیزاں محراب مسجد میں پہنچ جاتے اور فرائض امامت خود ادا کرتے البتہ حضرت ابوبکر مکبر کا فریضہ انجام دیتے رہے جیسا کہ اس روایت کے آخر میں ہے یعنی جب پیغمبرؐ رکوع یا سجدہ میں جاتے تو وہ اونچی آواز میں تکبیر کہتے جاتے تھے تاکہ نمازیوں کو پتا چلتا رہے کہ اب پیغمبرؐ رکوع میں گئے ہیں اور اب سجدہ سے سر اٹھایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مکبر کی حیثیت امام کی نہیں ہوتی کہ ان کے سر امامت کا سہرا باندھنے کی کوشش کی جائے۔

ان روایات اور ان کے باہمی تضاد کو دیکھ کر قطعاً اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا اور نہ ان کے مامور کئے جانے کا سوال پیدا ہوتا تھا اس لئے کہ انہی دنوں میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو اسامہ کی ماتحتی میں مدینہ سے باہر نکل کر لشکر کشی کا حکم دیا تھا اور زندگی کے آخری لمحوں تک تاکید پر تاکید کرتے رہے تھے۔ پھر یہ کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف مدینہ چھوڑنے کا حکم دیں اور

Presented by www.ziyaraat.net/

دوسری طرف انہیں مدینہ میں نماز پڑھانے پر مقرر فرمائیں۔ یہ امامت کا شاخسانہ اس لئے کھڑا کیا گیا ہے تاکہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی صحت پر دلیل قائم کی جاسکے اور ابن حجر مکی نے تو اس امامت کو ان کی خلافت پر نص کا درجہ دے دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

لهذا ادعى جميع العلماء ان خلافة منصوص عليها۔

اس امامت کی بناء پر تمام علماء اس کے قائل ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت نصی تھی۔"
(تطہیر الجنان ص ۴۰)

اگر واقعاً" پیغمبرؐ اس سے حضرت ابوبکر کی خلافت پر نص کرنا چاہتے تھے تو پھر اس امر کا داعی کیا تھا کہ انتہائی ضعف و نقاہت کے عالم میں دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں آئیں اور حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ کر یا انہیں پیچھے ہٹا کر خود نماز پڑھائیں کیا یہ خلافت کی اہلیت پر نص کی جا رہی تھی یا اس کے خلافت ثبوت بہم پہنچایا جا رہا تھا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ امامت نماز دلیل خلافت ہے تو جب پیغمبرؐ نے حضرت عمر کی آواز تکبیر سن کر انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا تھا تو پھر حضرت ابوبکر نے کس بنا پر انہیں اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد کیا۔ امامت نماز کو نص قرار دینے سے پہلے ضروری ہے کہ امامت نماز اور خلافت میں تلازم ثابت کیا جائے۔ اگر تلازم نہیں ہے تو پھر یہ خلافت کی دلیل کیسے اور اگر تلازم ہے تو پھر ان لوگوں کو خلافت سے محروم رکھنے کا کیا جواز ہے جنہیں پیغمبرؐ وقتاً" فوقتاً" نماز پڑھانے کا حکم دیتے رہے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو نماز کی امامت کسی نہ کسی سے تعلق کر جاتے تھے اور عموماً" اس کام کے لئے ابن ام مکتوم کو جو نابینا تھے چھوڑ جاتے تھے۔ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں

وكان رسول الله يستخلفه على المدينة يصلى بالناس فى عامة غزواته۔

رسول اللہؐ عام غزوات کے موقع پر ابن ام مکتوم کو مدینہ میں چھوڑ جاتے تھے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (المعارف ص ۱۲۶)

کیا اس امامت سے جو حضرت ابوبکر کی امامت سے ملحوظ طویل تر ہوتی تھی کسی کو یہ گمان بھی ہوا تھا کہ آنحضرتؐ ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ جانشین منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی

موجودگی میں بھی مختلف مواقع پر مختلف اشخاص کو امامت کی خدمت سپرد کر دیتے تھے جن میں ابو لبابہ، سباع ابن عرفطہ، عتاب ابن اسید، سعد ابن عبادہ، ابوذر غفاری، زید ابن حارثہ، ابو سلمہ، مخزومی، اور عبد اللہ ابن رواحہ شامل تھے۔ کیا ان لوگوں میں سے جو بحکم رسول نماز پڑھاتے رہے تھے کسی ایک نے بھی اس نماز سے اپنے استحقاق خلافت کو ثابت کرنا چاہا تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اسی نماز کو دلیل خلافت قرار دینے کے کیا معنی جبکہ اسے دلیل خلافت سمجھنے والوں کے نزدیک یہ دلیل عدالت بھی نہیں بن سکتی کیونکہ ان کے نزدیک ہر فاسق وغیر عادل کے پیچھے نماز جائز ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ پیغمبرؐ سے روایت کرتے ہیں۔

الصلواة واجبة عليكم خلف كل مسلم براكان اوفاجرا و ان عمل الكبائر
(مشکواۃ ص ۱۰۰)

نماز وہ فریضہ ہے جو ہر اچھے اور برے مسلمان کے پیچھے پڑھی جاسکتی ہے اگرچہ وہ گناہائے کبیرہ کا مرتکب کیوں نہ ہوتا ہو۔"

اگر یہ امامت نماز دلیل خلافت بن سکتی ہے تو اسامہ کی امارت بھی جن کی ماتحتی میں حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر مہاجرین و انصار تھے دلیل قرار دی جاسکتی ہے جبکہ یہ امارت اس امامت سے اہم بھی تھی اگر اہم نہ ہوتی تو انصار و مہاجرین اس پر نکتہ چینی نہ کرتے اور نہ ان کے پرچم کے نیچے جانا اپنے لئے ذلت و سبکی کا باعث سمجھتے۔ غرض اس وقتی امامت کو اگر استحقاق خلافت کے لئے پیش کیا جاسکتا ہے تو اسامہ کی قیادت و امارت کو بدرجہ اولیٰ پیش کیا جاسکتا ہے۔
(سیرت امیرالمومنینؑ ص ۳۱۴)

Presented by www.ziyaraat.net/

جناب جسٹس آغا محمد سلطان مرزا تحریر فرماتے ہیں۔

جناب رسول خداؐ کی زبان سے ملعون خدا بننا ایک بہت بڑا الزام ہے لہٰذا اہل حکومت کو اس الزام سے بچانے کی کوشش کرنا وکلائے حکومت کا فرض ہوا۔ ایک نے کہا کہ لعنت کے فقرے میں علیؑ و بنو ہاشم بھی آگئے دوسرے نے کہا کہ حضرت ابوبکر کو تو امامت نماز کا حکم مل گیا۔ لہٰذا وہ لعنت کے حلقہ سے نکل گئے۔ جب مقدمہ کمزور ہوتا ہے اور واقعات یاری نہیں کرے تو وکیل ایسی ہی کج بحثی پر اتر آتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہوگا تو حاکم کے دل میں شبہ تو پیدا ہو ہی جائے گا اور شبہہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو ہوتا ہے لہٰذا ہمارے آقا الزام سے بری ہو جائیں گے حضرت علیؑ و بنو ہاشم کو تو آنحضرتؐ نے اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے حکم ہی نہیں دیا۔ کسی روایت میں نہیں روایات صحیحہ تو یہ کہہ رہی ہیں کہ آن حضرتؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ تجہیز تکفین تم کرنا۔ جب وہ مامور ہی نہ تھے تو یہ فقرہ ان کی طرف عائد ہی نہیں ہو سکتا۔ اب رہا امامت نماز کا معاملہ تو یہ ثابت نہیں بحث میں استدلال کے لئے اس واقعہ پر انحصار کرنا کہ جو خود ثبوت کا محتاج ہے مقدمہ کی کمزوری کی خاص علامت ہے۔

حضرت ابوبکر کی امامت نماز کا واقعہ گروہ اہل حکومت کی کتابوں میں مختلف طریق پر درج ہے اور یہ اضطراب ہی اس کی تکذیب کے لئے کافی ہے سیرۃ ابن ہشام خلاصہ ہے سیرۃ ابن اسحاق کا۔ سیرۃ ابن اسحاق آج کل ناپید ہے۔ موجودہ کتابوں میں سیرۃ ابن ہشام آنحضرتؐ کی سوانح حیات میں سب سے پہلی کتاب ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جس کتاب کا وہ خلاصہ ہے یعنی سیرۃ ابن اسحاق وہ آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی سوانح حیات کی کتاب ہے سیرۃ ابن ہشام میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے۔

ترجمہ :۔ ابن اسحاق اس طرح کہتا ہے کہ ابن شہاب نے روایت کی کہ مجھ سے بیان کیا عبدالملک نے اپنے باپ ابوبکر کے حوالہ سے اور ابوبکر نے روایت کی عبداللہ بن زمعہ بن اسود سے۔ عبداللہ زمعہ کہتا ہے کہ جب جناب رسول خداؐ کا مرض شدید ہوگیا تو میں بھی اور مسلمانوں کے ساتھ آنحضرتؐ کے پاس تھا۔ اتنے میں بلال نے آنحضرتؐ کو نماز کے لئے کہا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ کسی سے کہہ دو کہ نماز پڑھا دے۔ عبداللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ یہ سن کر میں باہر

نکلا۔ دیکھا کہ عمر لوگوں میں موجود ہیں اور ابوبکر موجود نہ تھے۔ پس میں نے کہا کہ اے عمر اٹھو اور لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ پس عمر کھڑے ہوئے۔ اور تکبیر کہی انکی تکبیر کی آواز آنحضرتؐ نے سنی۔ کیونکہ عمر کی آواز بہت بلند تھی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔ خدا اور مسلمان انکار کرتے ہیں۔ خدا اور مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں۔ پس ابوبکر کو بلایا گیا ابوبکر اس وقت آئے جب عمر لوگوں کو نماز پڑھا چکے تھے لیکن پھر ابوبکر نے دوبارہ نماز پڑہائی عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ اسپر عمر نے مجھ سے کہا کہ تیرا برا ہو تو نے اے زمعہ کے بیٹے مجھ سے یہ کیا کیا۔ جب تو نے مجھ کو نماز کے لئے کہا تو میں یہ سمجھا تھا کہ جناب رسول خداؐ نے نماز کے لئے حکم دیا ہے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ جناب رسول خداؐ نے حکم نہیں دیا تو میں ہرگز نماز نہ پڑھاتا۔ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ بخدا جناب رسول خداؐ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن جب میں نے ابوبکر کو وہاں نہ دیکھا تو میں نے تم کو سب سے زیادہ اہل اس بات کا پایا کہ نماز پڑھا دو (ابو محمد عبد الملک بن ہشام۔ سیرۃ النبی الجزء الرابع ص ۳۳۰)

سب سے پہلے تو یہ روایت ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ لوگوں میں سے کسی کو کہہ دو کہ نماز پڑھائے عبداللہ بن زمعہ باہر نکلے تو عمر کو دیکھا ان سے کہہ دیا۔ آنحضرتؐ نے جب سنا کہ عمر نماز پڑھا رہے ہیں تو یہ کہا کہ ابوبکر کہاں ہیں یہ نہیں کہا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ یا ابوبکر نے کیوں نماز نہ پڑھائی اور آپؐ ابوبکر کو نماز کے لئے کیوں پوچھتے۔ آپؐ نے ابوبکر کا تو نام بھی نہیں لیا تھا کہ وہ نماز پڑھائیں یا تو یہ راوی کی اپنی ایزادی ہے۔ جہاں ایک کا نام آئے دوسرے کا ذکر کر دیتے ہیں یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ عبداللہ ابن زمعہ برادر حقیقی ہیں سودہ بنت زمعہ زوجہ رسول اکرمؐ کے اور یہ سودہ حضرت عائشہ کی پارٹی میں تھیں جیسا کہ آئندہ چل کر معلوم ہوگا۔ یا ابوبکر کو آنحضرتؐ نے اس وجہ سے یاد کیا کہ ان سے کہیں کہ دیکھو تمہارا دوست اور دینی بھائی کیسی فضول حرکت کر رہا ہے جس کام کا وہ اہل نہیں وہ اس نے اپنے ذمہ لے لیا اسے منع کردو۔ ظن غالب یہی ہے کہ اگر یہ فقرہ بعد کی ایزاد نہیں ہے تو آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اس وجہ سے یاد کیا کہ وہ عمر سے کہہ دیں کہ نماز پڑھائیں جو جواب عبداللہ بن زمعہ نے حضرت عمر کو دیا اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہی کہ آنحضرتؐ نے نماز کے لئے حضرت

Presented by www.ziyaraat.net/

ابوبکر کو حکم نہیں دیا تھا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ جب ابوبکر نے نماز پڑھانی شروع کی تو آنحضرتؐ کو اس کا علم ہی نہ ہوا۔ اور جب دوران نماز میں معلوم ہوا تو باوجود اس حالت مرض کے آپؐ باہر گئے اور ابوبکر کو نماز پڑھانے سے روک دیا۔ اس روایت سے اہل حکومت کو فائدہ تو کیا ہونا تھا۔ نقصان اتنا ہوا کہ اس کی تلافی نہیں ہوسکتی حضرت عمر کا نماز پڑھانا آنحضرتؐ کو اتنا شاق گزرا کہ بار بار فرمایا کہ خدا نہیں چاہتا کہ عمر نماز پڑھائے جس شخص میں ایک وقت کی نماز پڑھانے کی اہلیت نہیں اور جس کی ایک وقت کی نماز پڑھانے سے خدا اور رسول اتنے ناراض ہوتے ہیں تو وہ خلافت کا مطلقاً" اہل نہیں وہاں تو نماز عمر بھر پڑھانا خلیفہ پر فرض ہے حضرت عمر کی خلافت سے خدا و رسول جتنے ناراض ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے حضرت عمر نے بھی اپنی اس شدید مذمت کو دیکھا اور بہت ہی رنجیدہ ہوئے معاملہ کے تیور بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں یہ تو کچھ اور ہی بات نکلی امام احمد حنبل نے ذرا تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے:۔

ترجمہ:۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب رسول خداؐ کو وہ مرض لاحق ہوا کہ جس میں آپؐ کا انتقال ہوا۔ تو آپؐ عائشہ کے گھر میں تھے۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ۔ عائشہ نے کہا کہ ہم آپ کے لئے ابوبکر کو بلائے لیتے ہیں آپؐ نے کہا بلا لو حفصہ نے کہا کہ عمر کو کیوں نہ بلائیں آپؐ نے کہا کہ بلا لو ام الفضل نے کہا کہ عباس کو بلائیں آپؐ نے کہا کہ بلا لو جب یہ سب لوگ جمع ہوئے تو جناب رسول خداؐ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ان لوگوں میں علیؑ کو نہ پایا تو آپؐ خاموش ہو رہے حضرت عمر آنحضرتؐ کا منشا سمجھ کر بولے کہ چلو یہاں سے چلے چلیں اس کے بعد بلال آئے اور نماز کے متعلق اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہے اور جب لوگ آپؐ کو نہ دیکھیں گے تو روئیں گے بہتر ہوتا کہ آپؐ عمر کو یہ حکم دیں۔ پس ابوبکر گئے اور نماز پڑھانے میں مشغول ہوگئے جناب رسول خداؐ نے اپنے مرض میں کچھ کمی محسوس کی۔ پس دو آدمیوں کے اوپر سہارا دے کر آپؐ باہر نکلے۔ آپؐ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے جب لوگوں نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو ابوبکر کو بتایا ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے۔ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آنحضرتؐ آئے اور بیٹھ گئے۔ ابوبکر آپؐ کے داہنی طرف کھڑے ہوئے پس ابوبکر تو نماز میں آنحضرتؐ کی اقتدا کرتے جاتے تے

اور لوگ ابوبکر کی آواز پر نماز پڑھتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے وہاں سے پڑھنا شروع کیا۔ جہاں سے ابوبکر نے چھوڑا تھا۔ آپؐ نے اسی مرض میں انتقال فرمایا وکیع نے بار بار کہا کہ ابوبکر جناب رسول خداؐ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرتے جاتے تھے۔

امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الاول ص ۳۵۶)

امام احمد حنبلؒ کی یہ روایت غور سے پڑھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے

حبیب السیر کی روایت بھی ملاحظہ ہو۔

"نقل است کہ در ایام بیماری آں مقتداء انبیاء و مرسلین دردقت اداء صلواۃ یک نوبت بمسجد تشریف بردہ شرائط امامت بجائے آور دے امادر ادا اخر اوقات مرض سہ روز بیروں نتو انست آمد۔ در آں ایام بموجب اشارت آنحضرتؐ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلائق بود۔"

(حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۷۹)

ترجمہ:۔ ایام بیماری میں جناب رسول خدا صرف ایک دفعہ روزانہ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے تھے لیکن مرض کے آخر ایام میں تین دن تک مطلقاً" آنحضرتؐ باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ایام میں آنحضرتؐ کے اشارہ کے بموجب ابوبکر نماز پڑھاتے رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان تین ایام سے پہلے دوران مرض میں چار وقت کی نماز امامت کوئی اور شخص کرتا ہوگا۔ بہر صورت وہ ابوبکر نہ تھے ورنہ ان کا نام فوراً" آتا۔ اور حضرت عمر تو ہو ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کی امامت نماز سے خداوند تعالیٰ خوش نہ تھا اشارہ کا لفظ بھی قابل غور ہے زبان سے حکم نہیں دیا تھا کچھ اشارہ کیا ہوگا۔ حضرت عائشہ نے کچھ اور ہی مطلب نکال لیا۔ صحیح مسلم میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب جناب رسول خداؐ کا مرض بہت بڑھ گیا تو نماز کے لئے حکم لینے کے واسطے بلال حاضر ہوئے جناب رسول خداؐ نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو

Presented by www.ziyaraat.net/

کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ابوبکر نرم دل شخص ہیں اور جب وہ آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کی آواز اتنی نہیں نکلے گی کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپؐ عمر کو دیں آنحضرتؐ نے پھر کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس پر میں نے حفصہ سے کہا کہ تم حضرت رسول خداؐ سے عرض کرو کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہیں اور جب وہ آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کی آواز اتنی نہیں نکلے گی کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپؐ عمر کو دیں پس حفصہ نے اسی طرح کہا اس پر جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم تو زنان مصر کی طرح مکار ہو۔ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ پس لوگوں نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ پس جب جناب ابوبکر نے نماز شروع کی تو اس وقت جناب رسول خداؐ نے اپنے مرض میں کمی محسوس کی پس آپؐ کھڑے ہوگئے اور دو آدمیوں کے کندھوں پر اس طرح چلے کہ آپؐ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے جب آپؐ مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر کو آپؐ کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو وہ پیچھے ہونے لگے جناب رسول خداؐ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو پس جناب رسول خداؐ آن کر ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے جناب رسول خداؐ بیٹھے ہوئے نماز پڑھاتے تھے اور ابوبکر کھڑے ہوئے آپؐ کی اقتداء کرتے جاتے تھے اور لوگ ابوبکر سے سن کر نماز پڑھتے جاتے تھے۔

صحیح مسلم الجزء الثانی۔ کتاب الصلواۃ ۲۱، ۲۳، ۲۴، ۲۵

صحیح بخاری۔ کتاب الاذان باب حد المریض ان یشہد والجماعۃ و کتاب الاعتصام پارہ ۲۹

ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۲۲ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸

تاریخ الخمیسی۔ الجزء الثالث ص ۱۹۵

صحیح مسلم صفحہ ۲۴۔ اور سنن ابن ماجہ کی روایتیں صاف بتا رہی ہیں کہ آنحضرتؐ کا اسی دن انتقال ہوا جس دن یہ واقعہ ہوا یعنی جس دن ابوبکر کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا اور آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور یہ واقعہ اسی دن ہوا کہ جس دن اول مرتبہ امامت نماز کا قضیہ اٹھا۔ اور آنحضرتؐ نے انہیں صواحب یوسف کہا گویا صرف ایک ہی وقت نماز پڑھائی تھی۔ کہ آنحضرتؐ نے روکدیا علاوہ اس کے صحیح مسلم صفحہ ۲۵ کی روایت میں صاف لکھا ہے کہ ابوبکر پچھلی صف میں

ہٹ گئے اور رسول خدا نے اول صف کے آگے نماز پڑھائی حضرت عائشہ تو وہاں پر نہ تھیں پھر کیونکر دیکھ لیا کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا۔

تاریخ الخمیس کو جو ہم نے دیکھا تو وہاں اور ہی نقشہ نظر آیا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح وکلاء اہل حکومت یعنی مورخین و علمائے اہلسنت و جماعت اپنی کتابوں میں ایسی متنازعہ روایتوں کی کتر بیونت کرتے ہیں اور ان میں اپنے حسب منشاء تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔ فاضل مورخ حسین دیار بکری نے وہی عبداللہ بن زمعہ کی روایت کو سیرۃ ابن ہشام سے لیا ہے لیکن اس کو بالکل مسخ کرکے سیرۃ ابن ہشام ملخص ہے سیرۃ ابن اسحاق سے جس کا سنہ وفات ۱۵۰ ہجری ہے غالباً ۱۲۵ ہجری میں لکھی گئی ہوگی تاریخ الخمیس ۱۱۲۵ھ کے بعد کی تصنیف ہے اس ایک ہزار سال کے درمیان میں تغیر و تبدل کے سانچہ میں ڈھلتے ڈھلتے اس عبداللہ بن زمعہ والی روایت نے کیا سے کیا صورت اختیار کرلی۔

ترجمہ:۔ حضرت بلال نے زمانہ عرض اخیر جناب رسول خداؐ میں نماز کے لئے اجازت چاہی تو آنحضرتؐ نے عبد اللہ بن زمعہ سے کہا کہ جا اور ابوبکر سے کہدے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس وہ آیا لیکن دروازہ پر جو جماعت تھی اس میں ابوبکر کو نہ پایا عمر موجود تھے اس نے عمر سے کہا کہ اے عمر نماز پڑھا دو جب عمر نے تکبیر کہی اور آنحضرتؐ نے ان کی آواز سنی کیونکہ وہ بلند آواز تھے تو جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا و مسلمان انکار کرتے ہیں اس بات سے کہ عمر نماز پڑھائے یہ فقرہ تین بار کہا۔ تو عمر نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ بہت برا کیا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ رسول خداؐ نے تجھے حکم دیا ہے کہ مجھے نماز پڑھانے کے لئے کہے۔ عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ قسم بخدا مجھے تو آنحضرتؐ نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں۔

الجزء الثانی ص ۱۸۱

سیرۃ ابن ہشام کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اس میں کہیں حضرت ابوبکر کا نام نہیں ہے اور نہ یہ کہ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن زمعہ سے ابوبکر کا نام لے کر کہا کہ ان سے کہو کہ نماز پڑھائیں لیکن خداوند تعالیٰ کس طرح حق کو ظاہر کرتا ہے بدلنے والوں نے پہلی عبارت تو بدل دی اور حضرت

Presented by www.ziyaraat.net/

ابوبکر کا نام بڑھا دیا لیکن آخری فقرہ کا خیال نہ رہا حضرت عمر کی شکایت پر عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ قسم بخدا مجھ سے تو جناب رسول خداؐ نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں۔ اس ناجائز اضافہ کا بھانڈا کیسا پھوٹا حسین دیار بکری کی نظر وہاں تک نہ گئی یا ان کو جرأت نہ ہوئی حضرت عمر کی توہین و تحقیر اسی طرح باقی رہی لیکن گروہ اہل حکومت سے حضرت عمر کی خجالت کیونکر دیکھی جاتی یہ ناقابل برداشت صورت واقعات تھی لہٰذا ان کی مدد کو محمد بن جریر طبری پہنچے وہ اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں۔

ترجمہ :۔ جناب رسول خداؐ نے دریافت کیا کہ کیا نماز کا وقت ہوگیا لوگوں نے کہا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا کہ وہ رقیق القلب ہیں آپؐ یہ حکم عمر کو دیں اس پر جناب رسول خداؐ نے کہا کہ اچھا عمر سے کہدو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن عمر نے کہا کہ واہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے میں کیونکر نماز پڑھا سکتا ہوں پس ابوبکر نے نماز پڑھائی۔

ان مؤرخین و محدثین کو صحت واقعات کا اتنا خیال نہیں ہوتا جتنی یہ کوشش رہتی ہے کہ واقعات کو توڑ مروڑ کر اس طرح دکھایا جائے کہ کار پردازان حکومت پر کوئی اعتراض نہ باقی رہ سکے۔ یا تو آنحضرتؐ کا یہ غصہ و اصرار کہ خدا و مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں یا اب حضرت عائشہ کے حکم کی یہ اطاعت کہ اچھا عمر ہی سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں۔ روایت کا ڈھالنے والا حضرت عمر کی طبیعت کا عکس بھی لانا چاہتا تھا تاکہ نقشہ بالکل ہی صحیح نظر آئے لہٰذا حضرت عمر کی وہی عادت نکتہ چینی و نافرمانی یہاں بھی ظاہر کی گئی۔ آنحضرتؐ کی رائے میں تو ابوبکر کی موجودگی میں عمر کا نماز پڑھانا جائز تھا۔ لیکن حضرت عمر اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا خیال غلط ہے ابوبکر کی موجودگی میں میں نماز نہیں پڑھا سکتا۔ آخر اپنی **ضد** پر قائم رہے اور نماز پڑھا کر ہی نہ دی۔ جتنا اختلاف و اضطراب اس امامت نماز کی روایتوں میں ہے شاید ہی کسی اور واقعہ کی روایتوں میں ہوگا۔ بہت سا نمونہ پہلے گیا۔ کچھ اب پیش ہوتا ہے۔

عن ابن عباس قال کشف رسول اللہ عن الستارۃ والناس صفوف ابی بکر۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے پردہ جو ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ صف در صف ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۲۱۹ جزء الثالث ص ۱۹۶۔

اس میں نہ تو حضرت بلال کے آنے کا ذکر ہے اور نہ حضرت عائشہ کی ردو قدح ہے بلکہ آنحضرتؐ نے حکم بھی نہیں دیا اور خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔

عن عائشۃ لما دخل رسول اللہ بیتی قال مروا ابابکر فلیصل بالناس۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جس دن آنحضرتؐ میرے گھر میں آئے اسی دن حکم دے دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں یہ نرالی روایت ہے اور روایتوں میں تو ہے کہ آپؐ برابر امامت نماز کرتے رہے جب تک اٹھ کر مسجد میں جانے کی طاقت نہ رہی۔ صرف آخری تین دنوں میں نماز پڑھائی۔ یا فقط ایک دن نماز نہیں پڑھائی اور وہ آنحضرتؐ کی حیات کا آخری دن تھا۔

ان النبی لما سمع صوت عمر خرج حتی اطلع راسہ من حجرتہ ثم قال لا۔ لا۔ لا لیصل الناس ابن ابی قحافہ یقول ذلک ففضبا۔

محب الدین طبری ریاض النضرۃ الجزء الاول ص ۱۱۵۔

ترجمہ :۔ جب جناب رسول خداؐ نے حضرت عمر کی آواز سنی تو آپؐ نکلے یہاں تک کہ اپنا سر مقدس حجرے سے باہر کر دیا اور فرمایا نہیں نہیں نہیں چاہئے کہ لوگوں کو ابن ابی قحافہ نماز پڑھائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے امامت نماز کو ایک سہل سی تدبیر سمجھ کر پہلے سے نظر میں رکھا ہوا تھا۔ ایک واقعہ اس سے پہلے بھی ہوا تھا۔

ایک دفعہ جناب رسول خداؐ بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں نماز کا وقت آگیا تو بلال مؤذن نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ رسول خداؐ تو گئے ہوئے ہیں تم ہی نماز پڑھا دو آپؐ نے کہا کہ ہاں اگر تم لوگ راضی ہو۔ بلال نے اذان دی۔ ابوبکر آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگے اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لے آئے اور نماز جماعت کی صفوں کو چیرتے ہوئے صف اول میں تشریف لے گئے یہ دیکھ کر مسلمانوں نے زور زور سے تالیاں بجانی شروع کیں کہ ابوبکر ہٹ جائیں لیکن ابوبکر نہ ہٹے جب لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو متوجہ

Presented by www.ziyaraat.net/

ہوئے اور دیکھا کہ جناب رسول خداؐ صف اول میں ہیں رسول خداؐ نے اشارہ کیا کہ کھڑے رہیں لیکن ابوبکر نے ہاتھ اٹھا کر حمد خدا کی اور پچھلے قدم پیچھے ہٹ گئے اور جناب رسول خداؐ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

صحیح بخاری پارہ ۵، شبلی نعمانی سیرۃ النبی جلد دوم ص ۵۱، صحیح مسلم الجزء الثانی کتاب الصلواۃ ص ۲۶

کیسی تیزی اور مضبوط ارادی کے ساتھ آنحضرتؐ صف اول میں نماز پڑھانے کے لئے پہنچے۔ اگر حضرت ابوبکر کی امامت نماز میں کچھ ہرج نہ ہوتا تو آپؐ انہیں اس طرح نہ ہٹاتے اور نہ نمازیوں کی صفوں کو چیر کر آگے جاتے اور حضرت ابوبکر کا بھی شوق ملاحظہ ہو پیچھے ہی نہ ہٹے جب تک خوب تالیاں نہ بج لیں چونکہ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے لہٰذا اس میں یہ ضرور ہونا چاہئے تھا کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ کر دیا۔ لیکن یہ پیوند کیسا نمایاں ہے اگر حضرت ابوبکر کو ہٹانا مطلوب نہ تھا تو اتنی تیزی سے صف اول میں جانے کی کیا ضرورت تھی جہاں الفاظ رکھنے مناسب نہیں سمجھتے وہاں اشارہ لے آتے ہیں اور اگر صف اول میں چلے گئے تھے تو جب ابوبکر ہٹنے لگے تو منہ سے فرما دیتے کہ نہ ہٹو۔ ابوبکر نے آپؐ کے اشارہ کی کیوں تعمیل نہ کی۔

اب ہم اس واقعہ امامت نماز پر جو دوران مرض اخیر سرور کائنات میں ہونا بیان کیا جاتا ہے تنقیدی نظر ڈالتے ہیں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

۱۔ ان روایات کا اختلاف و اضطراب اس واقعہ کی تکذیب کے لئے کافی ہے کسی روایت میں ہے کہ ابوبکر خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے کسی نے ان سے نماز کے لئے نہیں کہا کسی میں ہے کہ عبد اللہ بن زمعہ نے اپنی ہی طرف سے پہلے عمر اور پھر ابوبکر کو کھڑا کر دیا کسی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے عبد اللہ بن زمعہ سے کہا تھا کہ ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے کہیں۔ کسی میں ہے کہ بلال نے آن کر نماز کا وقت یاد دلایا۔ کسی میں ہے کہ خود آنحضرتؐ کو یاد آیا۔ کسی میں حضرت عائشہ اور آنحضرتؐ کی ردو قدح ہے اور آنحضرتؐ کا ان کے فعل کو زلیخا کے مکر سے تشبیہ دینا درج ہے۔ کہیں یہ ذکر ہی نہیں۔ کئی روایتوں میں ہے کہ آنحضرتؐ جناب عمر کی امامت نماز سے خوش نہ تھے اور صاف انکار کر دیا تھا کسی میں ہے کہ حضرت عائشہ کے حکم کی اطاعت میں کہہ دیا

کہ اچھا عمر ہی نماز پڑھائیں۔

۲۔ اگر آنحضرتؐ ابوبکر کو نماز کے لئے کہنا چاہتے تھے تو خود ہی کیوں نہ کہہ دیا۔

۳۔ اگر آنحضرتؐ کا منشاء تھا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں تو کیوں جب ان کے نماز پڑھانے کا علم ہوا تو آپؐ باوجود اس ضعف و بیماری کے تشریف لے گئے اور ان کو ہٹایا۔

۴۔ سیرۃ ابن ہشام کی روایت میں موجود جو تغیر و تبدل کیا گیا ہے اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

۵۔ مسند امام احمد حنبل و تاریخ طبری کی روایتوں پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

۶۔ ہمارے اس نتیجہ کی طرف کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو امامت نماز پر کھڑا نہیں کیا تھا۔ آنحضرتؐ کا ایک اور فقرہ بھی دلالت کرتا ہے آپؐ نے فرمایا **انکن لانتن صواحب یوسف** تم زلیخائے یوسف کی مانند ہو۔ زلیخاؑ مصر اپنے مکر میں مشہور ہے جس کو قرآن شریف میں بھی بیان کیا ہے۔ یہ فقرہ جہاں روایتوں میں رکھا گیا ہے وہاں بے جوڑ پیوند کی طرف چغلی کھاتا ہے مکاری اپنے نفع کے لئے کی جاتی ہے زلیخا کی مکاریاں اس کے اپنے نفع کے لئے تھیں۔ یہاں تو حضرت عائشہ اپنے فائدے کے خلاف کہہ رہی تھیں اپنے والد کی آئی ہوئی امامت نماز کو کھو رہی تھیں اور اصرار کر رہی تھیں کہ ان کی بجائے حضرت عمر کو پیش نمازی کے لئے کہہ دیا جائے۔ یہ فقرہ یہاں بے جوڑ ہے یہ تو وہیں اچھی طرح کھپتا ہے کہ آنحضرتؐ نے تو علیؑ کو بلانے کا حکم دیا اور ان عورتوں نے ان کی بجائے اپنے اپنے آدمی بلوا بھیجے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم زلیخائے مصر کی طرح مکاریاں کر رہی ہو۔ جس طرح زلیخا نے پہلے یوسفؑ پھر اپنے خاوند کو بہکا کر انہیں حق سے ناحق کی طرف لے جانا چاہا اسی طرح تم مجھے بہکانے کی کوشش کر رہی ہو۔ کہ میں حق یعنی علیؑ کو چھوڑ کر ناحق یعنی علیؑ کے غیر کی طرف جاؤں صواحب یوسف کا لفظ بھی قابل غور ہے زلیخا کا مکر یوسف کے خلاف تھا۔ اور وہ مظلوم تھے اب ہماری اس تشریح کو مدنظر رکھ کر غور کیجئے تو یہاں یہ فقرہ کیسا مطابق و چسپاں ہے بغرض انصاف ہم یہاں اس فقرہ کی وہ تاویل بھی بیان کئے دیتے ہیں جو وکلاء حکومت نے کی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری اپنی شرح فتح الباری میں اس فقرہ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ترجمہ :۔ انکن لانتن صواحب یوسف صاحب جمع ہے صاحب کی مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں زلیخا کی مانند تھیں دلی تمنا کے خلاف ظاہر کرنے میں یہ خطاب اگرچہ لفظ جمع سے ہے مگر اس سے مراد ایک ہی فرد یعنی عائشہ ہے جس طرح یوسف کے صواحب سے بھی مراد ایک زلیخا ہی ہے اور ان دونوں یعنی عائشہ اور زلیخا میں وجہ مشابہت یہ تھی کہ زلیخا نے زنان مصر کی دعوت کی ان کا احترام و اکرام کیا لیکن اس کی اصلی مراد احترام ظاہر کرنا نہ تھا بلکہ اصلی غرض یہ تھی۔ کہ وہ عورتیں یوسفؑ کے حسن پر نظر کرکے زلیخا کو یوسف کی محبت میں معذور سمجھیں اسی طرح عائشہ نے ظاہر تو یہ کیا کہ ان کا مقصد ہے کہ ان کے باپ کو امامت نہ ملے لیکن ان کی اصلی غرض یہ تھی کہ لوگ ابوبکر کو منحوس نہ سمجھنے لگیں۔

اس منطق کو آپؑ نے ملاحظہ کیا یہ تو ہم مانتے ہیں کہ صواحب یوسفؑ اگرچہ جمع ہے لیکن مقصد ایک زلیخا تھی لیکن **انکن لانتن** سے مطلب یہ نہیں کہ مخاطب فقط ایک عورت تھی یہ صیغہ جمع مؤنث ہے اور صاف بتلا رہا ہے کہ دو سے زیادہ عورتیں تھیں اور ان کے جمع ہونے ہی کی وجہ سے صواحب یوسف کو بصیغہ جمع بیان کرنا پڑھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک زلیخائے یوسف کی طرح ہے وگرنہ ایک عائشہ ہوتیں تو صاحبہ یوسف ہی کافی ہوتا اب اس روایت پر غور کرو جو مسند احمد حنبل و تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے علیؑ کو بلایا تو عائشہ و حفصہ ام الفضل ہر ایک نے اپنے اپنے آدمی علیؑ کے بجائے بلائے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لہٰذا واحد تثنیہ' دونوں صیغے چھوڑ کر آنحضرتؐ نے جمع کا صیغہ استعمال کیا۔ اب مکر کو لیجئے زلیخا نے زنان مصر کے ساتھ کونسا مکر کیا تھا اکرام و احترام یا ضیافت کرنا مکر نہ تھا۔ اگر وہ اکرام و احترام نہ بھی کرتی اور محض ان کو بلا کر یوسف کے حسن کو دکھا دیتی تو بھی اس کا اصلی مقصد فوت نہ ہوتا کیونکہ وہ تو اسی طرح یوسفؑ کے حسن کو دیکھ کر بے قرار ہو جاتیں زلیخا کے احترام و اکرام نے ان کی بیقراری و بیخودی میں اضافہ نہیں کیا خود ہی علامہ ابن حجر عسقلانی لفظ معذرت استعمال کر رہے ہیں یعنی **یعذرو نھافی محبۃ** اسے یوسف کی محبت میں معذور سمجھیں قصہ مختصر کہ یہ اجتماع زنان مصر' ان کی دعوت' ان کا احترام' ان کے ہاتھ میں لیمو اور چھریاں دینی مکر نہ تھا۔ یہ تو عذر عشق تھا مکر و فریب نہ تھا زنان مصر کو دھوکہ دے کر ان سے کیا لے لیا یا کیا لینا مقصود ہو سکتا

تھا امر واقعہ تو یہ ہے کہ زلیخا کے تو وہی مکر تھے جو اس نے یوسف سے اور اپنے خاوند سے کئے اول تو یوسف کو بہانہ سے بلا کر اکیلے کمرہ میں لے گئی وہاں خواہش ناجائز کا اظہار کیا۔ حضرت یوسف مڑ کر واپس آنے لگے تو جلدی سے ان کی قمیص پھاڑ دی اور پھر اپنے خاوند سے جھوٹی شکایت کر دی کہ اس نے مجھ سے زنا کرنا چاہا تھا مکر تو یہ ہے نہ کہ زنان مصر کی دعوت یا ان کا اکرام و احترام کرنا زنان مصر کے ساتھ تو سہیلیوں کی سی اٹھکیلیاں تھیں اپنا معشوق بھی انہیں دکھا دیا اور گناہ عشق کی معذرت بھی پیش کر دی۔

۷۔ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس سے پہلے آنحضرتؐ ابوبکر و عمر عثمان و دیگر صحابہ کو حکم دے چکے تھے کہ جیش اسامہ میں شامل ہو کر باہر جاؤ اور بار بار تاکید فرما رہے تھے پھر کس طرح اس کے خلاف کہتے کہ میری بیماری کے ایام میں ابوبکر نماز پڑھائیں آخر کار جرف تک ابوبکر و عمر چلے گئے تھے اسامہ کے ساتھ اور پھر اس کے ساتھ ہی واپس آئے یا اگر نہ بھی گئے ہوں تو آنحضرتؐ تو فرما چکے تھے کہ یہ اسکے ساتھ جائیں۔

۸۔ امامت ابوبکر کی روایت حضرت عائشہ سے ہے ضرب الامثال دنیا کی عقل و تجربہ کا نچوڑ ہوتی ہیں ایک مثل ہے ایک کوٹھ پر دو ہوائیں۔ زبردست افراد اور اقوام کے اوپر یہ ضرب المثل عائد ہوتی ہے حضرت فاطمہؑ نے اپنے دعویٰ فدک کے ثبوت میں ان ہستیوں کو پیش کیا جن کو جناب رسول خداؐ نے اپنی صداقت کی گواہی کے لئے بحکم خداوندی پیش کیا تھا یعنی حضرت علیؑ و حسنین علیہما السلام لیکن بارگاہ حکومت سے جواب ملا کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کی گواہی جلب منفعت کے اصول پر قابل پذیرائی نہیں لیکن جب ساری سلطنت اسلامیہ کے دعوے کے ثبوت میں گواہوں کی ضرورت پڑی تو اکیلی حضرت عائشہ کی گواہی اپنے باپ کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ اسکے مقابلہ میں عقل و نقل سب کو دھتا بتا دی گئی حالانکہ اس وقت مرد بھی تھے اور آنحضرتؐ کا خطاب امر بصیغہ جمع مذکر تھا اگر محض وہاں عورتیں ہی ہوتیں تو مُرنَ فرماتے لیکن کوئی راوی نہیں ملتا۔

۹۔ اس امامت نماز میں خبر نہیں کیوں اور کیا اہمیت آگئی ورنہ جب آنحضرتؐ جہاد پر تشریف لے جاتے تھے اور اپنے ساتھ علیؑ کو لے جاتے تھے کیونکہ ان کے بغیر فتح ناممکن ہوا کرتی تھی تو

Presented by www.ziyaraat.net/

مدینہ پر آپؐ کسی نہ کسی کو حاکم مقرر کرکے چھوڑ جاتے تھے وہ امامت نماز بھی کیا کرتا تھا ان کے نام تواریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں ان میں سے کسی نے اس امامت نماز کی بناء پر خلافت کا دعوےٰ نہیں کیا۔

۱۰۔ علمائے اہل حکومت کے بموجب اسلام میں امامت نماز کی تو کچھ اہمیت و فضیلت ہی نہیں کیونکہ ان کا یہ خیال ہے جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ **الصلواۃ واجبتہ علیکم خلف کل مسلم برا کان اوفاجرا" وان عمل الکبائر۔**

ترجمہ :۔ مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ جو مسلمان ملے خواہ وہ نیک ہو۔ خواہ فاسق و فاجر اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کرتا ہو۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الامامت اب حضرت ابوبکر کے لئے کیا فضیلت رہ گئی۔

۱۱۔ ان روایتوں کے ذریعہ سے اگرچہ حضرت ابوبکر کو اہمیت دینے کی کوشش کی گئی ہے لیکن حضرت عمر کی توہین و تحقیر و تذلیل کی بھی حد ہوگئی جس شخص کی ایک دفعہ کی امامت نماز سے آپؐ ایسے ناخوش ہوتے تھے اور جس کی امامت نماز کو جناب رسول خداؐ خلاف رضائے خداوندی شمار کرتے تھے اس کی خلافت اور برسوں کی امامت نماز سے آنحضرتؐ کی روح کو کتنا صدمہ پہنچتا ہوگا۔

۱۲۔ ان تمام روایتوں کے وہ فقرے ایک جگہ ملا کر پڑھنے چاہئیں جو ان مورخین و محدثین نے دبی زبان سے ادھر ادھر بے جوڑ طریقہ پر رکھ دئے ہیں۔ اپنے خیال میں تو انہوں نے بہت کچھ حفظ ماتقدم سے کام لیا۔ جب ان فقروں کو ان کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیا اور بیچ میں کچھ اور ملا دیا لیکن حق کی چھان بین کرنے والے حق نکال ہی لیتے ہیں ان کو ملا کر پڑھنے سے یہ عبارت بنتی ہے۔

حضرت رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلایا کہ نماز پڑھاویں حضرت عائشہ و حضرت حفصہ نے اس کی اہمیت کو سمجھ کر اپنے اپنے باپوں کو بلا لیا جب آنحضرتؐ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تم زلیخائے یوسف کی طرح مکاری کرتی ہو اور حضرت علیؑ کو وہاں نہ پاکر خاموش ہوگئے عبداللہ ابن زمعہ نے اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپؐ چاہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھا

دے خصوصیت کسی کی نہیں۔ لہٰذا اس نے جاکر حضرت عمر کو کہہ دیا جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے حضرت عمر کو ہٹوا دیا اب حضرت عائشہ نے کہہ دیا کہ ابوبکر سے جاکر کہہ دو کہ آنحضرتؐ کا اشارہ ہے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب ابوبکر نماز پڑھانے لگے اور آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے اس کو بہت مکروہ سمجھا اور حضرت ابوبکر کو ہٹانے کے لئے اس شدت مرض میں دو آدمیوں کے سہارے سے آپؐ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اتنی کمزوری تھی کہ زمین پر پیر بھی نہیں ٹکتا تھا باوجود اس نقاہت کے آپؐ باہر نکلے۔ مسجد میں گئے حضرت ابوبکر کو ہٹایا۔ خود نماز پڑھانے لگے حضرت ابوبکر انکے مقتدی تھے اور لوگوں تک آنحضرتؐ کی آواز پہنچانے کی غرض سے بلند آواز سے وہ الفاظ دوہرا دیتے تھے جو آنحضرتؐ کہتے جاتے تھے۔

یہ جو اوپر ہم نے سارا واقعہ بیان کیا ہے فرمائیے کونسی بات ہم نے زیادہ لکھی ہے جو اہل حکومت کی کتابوں میں نہیں ہے صرف فقروں کو بے جوڑ مقاموں سے اٹھا کر ان کے اصلی مقام پر رکھ دیا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ہم ایک دوسرے فریق کے مورخین و محققین کی تحقیقات کا نتیجہ ناظرین کے سامنے رکھ دیں جس کی رائے و نظریہ جماعت اہل حکومت سے مختلف ہے۔ علامہ مجلسیؒ اپنی کتاب جلاء العیون میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ :۔ امامت نماز کا قضیہ شروع کرنے والے عبداللہ ابن زمعہ ہیں آنحضرتؐ نے تو کسی کا نام نہیں لیا تھا یہ کیوں حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے۔ اور ان سے نماز پڑھانے کو کہدیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس پارٹی کے ممبر تھے جس کے سرگروہ حضرت عمر تھے جب ہی تو اپنے سردار سے جاکر پہلے کہا یہ بزرگوار حضرت سودہ بنت زمعہ زوجہ رسول کے بھائی تھے اور سودہ حضرت عائشہ کی پارٹی میں تھیں جیسا کہ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ دیکھو صحیح بخاری پارہ دہم باب من اھدی الی صاحبہ و تحری بعض نساۂ دون بعض۔

اور خود عبداللہ ابن زمعہ کی کیا حالت تھی ملاحظہ ہو۔ ان کے متعلق لغات القرآن میں زیر لغت "اشقھا" مولوی محمد عبدالرشید صاحب نعمانی ص ۱۰۷ پر لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زمعہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ اثناء خطبہ میں اس ناقہ (ناقہ صالح) اور اس کی کونچ کاٹنے والے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بے مثل

Presented by www.ziyaraat.net/

سخت خبیث اور مفسد اپنی قوم میں صاحب شوکت و قوت تھا جیسے ابو زمعہ ہے۔ وہ اس ناقہ کا خاتمہ کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔"

یہاں ابو زمعہ غلطی ہے (دیکھو اصل صحیح بخاری) دراصل ابن زمعہ چاہئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ابن زمعہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کی صفات رکھنے والے شخص کو قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ نے اشقیٰ کہا۔ اور جناب رسول خداؐ نے ان کی یہ صفات جلسہ عام میں خطبہ میں بیان فرمائیں خبیث، مفسد اور شقی یہ ہے قضیہ امامت نماز کی بنیاد جب ان لوگوں کو اپنا مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے تو ایسے تار عنکبوت پر قصر بلند و بالا بناتے ہیں۔ اور اگر کوئی امر ان کے مطلب کے خلاف ہوتا ہے تو صحیح بخاری تک کی مخالفت کر جاتے ہیں۔ جس مذہب کی بنیادیں ایسی ہوں اس کا کیا کہنا۔

البلاغ المبین جلد ۱ ص ۲۱۶

پیغمبرؐ کا سفر آخرت

آنحضرت نے وفات سے ایک دن پہلے حضرت علیؑ کو قریب بلا کر فرمایا کہ اے علیؑ اب میرے چل چلاؤ کا وقت قریب ہے میرے انتقال کے بعد تم ہی مجھے غسل دینا کفن پہنانا اور لحد میں اتارنا۔ میں نے جن لوگوں سے جو جو وعدے کر رکھے ہیں انہیں پورے کرنا لشکر اسامہ کی تیاری کے سلسلہ میں فلاں یہودی کا مجھ پر قرضہ ہے اسے ادا کر دینا۔ پھر دست مبارک سے انگشتری اتار کر آپؐ کو دی اور فرمایا کہ اسے پہن لو اور اپنی تلوار خود زرہ ٹیکا اور دوسرے ہتھیار آپؐ کو مرحمت فرمائے۔ آج کا دن گزر گیا اور دوسرے دن روز دوشنبہ ۲۸ صفر ۱۱ھ کو آنحضرتؐ کی حالت غیر ہوگئی کاشانہ نبوت پر موت کے بادل منڈلانے لگے نزع کی سی حالت طاری ہوگئی اور وہ لمحہ قریب تھا کہ نفس کی آمد و شد بند ہو جائے اور روح طیب اپنے مرکز کی طرف پرواز کر جائے کہ غشی سے آنکھیں کھولیں علیؑ کسی کام سے ادھر ادھر ہوگئے تھے نظر نہ آئے تو فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں۔

"جب پیغمبرؐ کا وقت آخر قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ کوئی حضرت ابوبکر کو بلا لایا آپؐ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور سر نیچے رکھ دیا اور فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ اب کوئی حضرت عمر کو بلا لایا آپؐ نے انہیں دیکھا تو سر نیچے رکھ دیا اور فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ اب علیؑ کو بلا لایا آپؐ نے انہیں دیکھا تو اپنی چادر میں جسے اوڑھے ہوئے تھے لے لیا اور پہلو میں لئے رہے یہاں تک کہ آپؐ انتقال فرما گئے اور آپؐ کا ہاتھ حضرت علیؑ کے اوپر رکھا تھا۔"

یہ حادثہ دنیائے اسلام کا عظیم ترین حادثہ تھا۔ یوں تو ہر شخص اس سانحہ سے متاثر تھا مگر بنی ہاشم اور افراد خاندان پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ دختر رسولؐ کا یہ حال تھا کہ گویا ان سے زندگی چھین لی گئی ہے اور ان کے بچے نانا کی شفقتیں یاد کر کے تڑپ رہے تھے اور علیؑ کی دنیا ہی بدل چکی تھی رگوں میں خون منجمد ہو کر رہ گیا اور صبر و ضبط کے باوجود آنکھوں سے سیل اشک جاری ہوگیا آپؑ نے روتے ہوئے اپنا ہاتھ آنحضرتؐ کے چہرہ اقدس سے مس کیا اور اپنے منہ پر پھیرا میت کی آنکھوں کو بند کیا اور نعش اطہر پر چادر پھیلا دی اور حسب وصیت رسولؐ غسل و کفن کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ابن سعد نے تحریر کیا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

توفی رسولؐ اللّٰہ وراسہ فی حجر علیؑ و غسلہ علیؑ والفضل محتضنہ واسامۃ یناول الفضل الماء۔

"جب رسولؐ اللہ نے انتقال فرمایا تو آپؐ کا سر اقدس حضرت علیؑ کی گود میں تھا اور علیؑ ہی نے آپؐ کو غسل دیا۔ فضل ابن عباس آنحضرتؐ کو سنبھالے ہوئے تھے اور اسامہ انہیں پانی دیتے رہے تھے۔"

جب امیر المومنینؑ غسل دینے سے فارغ ہوگئے تو کفن پہنایا اور تنہا نماز جنازہ پڑھی۔ مسجد میں جو لوگ جمع تھے وہ آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ کسے نماز جنازہ کی امامت کے لئے کہیں اور کون سی جگہ دفن کے لئے تجویز کریں۔ کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ صحن مسجد میں دفن کئے جائیں اور کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ جنت البقیع میں دفن ہوں۔ حضرتؑ کو معلوم ہوا تو آپؑ نے حجرے سے باہر نکل کر فرمایا کہ پیغمبرؐ زندگی میں بھی ہمارے امام و پیشوا تھے اور رحلت کے بعد بھی ہمارے امام و پیشوا ہیں لہٰذا ایک ایک جماعت اندر جائے اور فرادٰی نماز پڑھ کر باہر نکل آئے۔ رہا آنحضرتؐ کے دفن کا سوال تو وہ اسی مقام پر دفن کئے جائیں جہاں انہوں نے رحلت فرمائی ہے۔ چنانچہ بنو ہاشم پھر مہاجرین اور پھر انصار نے نماز ادا کی البتہ ایک گروہ جو تشکیل حکومت کی فکر میں تھا تجہیز و تکفین میں شرکت اور نماز جنازہ کی سعادت سے محروم رہا۔ نماز جنازہ کے بعد اسی حجرے میں جہاں آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تھا زید ابن سہل سے قبر کھدوائی گئی۔ حجرے کے اندر دفن کا انتظام کرنے والے حضرت علیؑ، عباس ابن عبدالمطلب فضل ابن عباس اور اسامہ ابن زید تھے۔ جب دفن کا وقت آیا تو انصار نے باہر سے پکار کر کہا کہ اے علیؑ ہمارا ایک آدمی بھی اس میں شریک کر لیجئے تاکہ ہم اس شرف سے محروم نہ رہ جائیں۔ حضرت نے اویس ابن خولی کو شریک کر لیا اور انہیں قبر میں اترنے کی اجازت دے دی۔ حضرت علیؑ نے نعش اقدس کو دونوں ہاتھوں پر لے کر قبر میں اتارا جب لحد میں رکھا تو چہرے پر سے کفن ہٹایا اور نعش کو قبلہ رو کرکے رخسار مبارک خاک پر رکھا اپنے ہاتھوں سے قبر میں مٹی ڈالی اور قبر کو ہموار کرکے اس پر پانی چھڑکا۔

الایا ضریحا ضم نفساز کیتہ علیک سلام اللہ فی القرب والبعد

تعمیل وصیت

انسان اپنی زندگی میں جن چیزوں کی تکمیل نہیں کر پاتا یا ان پر عملدر آمد کا موقع ہی مرنے کے بعد آتا ہے تو وہ انہیں بطور وصیت کسی ایسے شخص سے متعلق کر جاتا ہے جس پر اسے مکمل اعتماد و یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کی وصیت سے انحراف نہیں کرے گا خواہ اسے کتنی ہی دشواریوں سے دو چار ہونا پڑے اور ایک فرض شناس انسان کی فرض شناسی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وصیت کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد ہر حال میں اس کی پابندی کرے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اسی اعتماد کی بنا پر حضرت علیؑ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا کہ ان پر جو ذمہ داریاں عائد کی جائیں گی وہ انہیں ایک اہم فریضہ سمجھ کر پورا کریں گے۔ چنانچہ حضرت نے ایک فرض شناس کی طرح وصیت کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھا اور ایک ایک ہدایت پر عمل کیا۔ تجہیز و تکفین کے سلسلہ میں خود غسل دیا خود کفن پہنایا خود قبر میں اترے اور گردو پیش کے بدلے ہوئے حالات سے آنکھیں بند کرکے ہمہ تن ادھر ہی متوجہ رہے۔ ان عمومی فرائض کے علاوہ آنحضرتؐ کے وعدوں کے ایفاء کا ذمہ اور ادائے حقوق و ادائے قرض کا بار بھی آپؑ پر تھا جیسا کہ حدیث پیغمبرؐ میں ہے کہ **علیؑ ینجز عدتی و یقضی دینی** "علیؑ میرے کئی ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے اور میرا قرضہ ادا کریں گے۔" آپؑ ان تمام ذمہ داریوں سے اس طرح عہدہ برآ ہوئے کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ عبدالواحد ابن عوان کہتے ہیں۔

ترجمہ:۔ جب پیغمبر اکرام کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ نے ایک اعلان کرنے والے کو مامور کیا کہ وہ اعلان کرے کہ جس کسی سے رسولؐ اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کسی کا قرضہ ان کے ذمہ ہو وہ میرے پاس آئے اور ہر سال زمانہ حج میں کسی اعلان کرنے والے کو بھیجتے جو قربانی کے دن عقبہ کے پاس اعلان کرتا اور آپؑ کی زندگی تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ آپؑ کے بعد حسن ابن علیؑ زندگی بھر اس پر کاربند رہے اور ان کے بعد حسین ابن علیؑ کی طرف سے اعلان ہوتا رہا اور پھر یہ سلسلہ بند ہوگیا۔"

اس سے بڑھ کر احساس فرض و ادائے فرض کی اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ حج کے موقع پر

Presented by www.ziyaraat.net/

جہاں ہر سمت کے لوگ سمٹ کر جمع ہو جاتے ہیں مسلسل پچاس برس تک یہ اعلان ہوتا رہا تاکہ کسی کا کوئی مطالبہ باقی نہ رہ جائے۔ اس سلسلہ میں حضرت علیؑ نے نہ کسی تحریری دستاویز کی شرط رکھی اور نہ کسی گواہ کی ضرورت محسوس کی بلکہ عبدالواحد ابن اعوان کہتے ہیں کہ جس نے جو طلب کیا اور جو مانگا آپؑ نے بلا حیل و حجت دے دیا خواہ اس نے سچ کہا ہو یا جھوٹ۔

امیر المومنینؑ کا یہ طرز عمل ان لوگوں کے لئے باعث عبرت ہونا چاہئے جنہوں نے بنت رسولؐ کے قول کو قابل اعتماد نہ سمجھا اور نصاب شہادت کے ناتمام ہونے کا عذر تراش کر ان کا دعویٰ مسترد کر دیا۔ اس مقام پر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ درصورت یہ کہ پیغمبرؐ کے پسماندگان میں سے ان کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ان کے متروکہ اموال و املاک کی مالک حکومت ہوتی ہے تو ان قرضوں کی ادائیگی بھی حکومت پر عائد ہونا چاہئے تھی جو پیغمبرؐ کی نیابت کی دعوے دار تھی۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی بات نہیں کہ متروکہ اموال حکومت کی تحویل میں چلے جائیں اور قرضوں کی ادائیگی کا بار کسی اور پر ڈال دیا جائے خصوصاً جب یہ قرضے شخصی نہ ہوں بلکہ ملی و ملکی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہوں۔ اب یا تو تسلیم کیجئے کہ جو قرضوں کی ادائیگی کا ذمہ دار تھا وہی پیغمبرؐ کے بعد ان کا نائب و کار پرداز تھا یا پیغمبرؐ کے اموال و املاک کا حکومت کی تحویل میں لیا جانا صحیح نہ تھا۔

رسول اکرمؐ کی وفات سے انکار

پیغمبرؐ اسلام کی وفات سے مدینہ منورہ کی فضاؤں پر سوگوارانہ سکوت چھایا ہوا تھا در و دیوار پر وحشت و سراسیمگی برس رہی تھی ہر گھر ماتم کدہ اور ہر شخص اشکبار تھا مسلمان پاشان و پریشان مسجد نبوی کے اندر اور اس کے گرد و پیش جمع تھے جن کی حسرت بھری نظریں رہ رہ کر اس حجرہ کی طرف اٹھ رہی تھیں جہاں ہادی عالم کی نعش مبارک رکھی تھی اور نالہ و شیون کی گونج میں غسل و کفن کے ابتدائی مراحل طے کئے جا رہے تھے ہر شخص غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا اور فکر و تشویش میں کھویا ہوا تھا کہ ناگاہ اس غم انگیز فضا میں ایک آواز بلند ہوئی۔

ترجمہ :۔ کچھ منافقوں کا یہ خیال ہے کہ رسولؐ اللہ وفات پاگئے حالانکہ خدا کی قسم وہ مرے

نہیں ہیں بلکہ اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں جس طرح موسیٰ ابن عمران گئے تھے اور چالیس راتیں اپنی قوم سے پوشیدہ رہنے کے بعد پلٹ آئے تھے اس وقت بھی کہا گیا تھا کہ موسیٰ وفات پا گئے۔ خدا کی قسم رسول خدا پلٹ کر آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ وفات پاگئے۔"

"جو شخص یہ کہے گا کہ رسولؐ اللہ مر گئے ہیں میں اپنی تلوار اس پر جڑ دوں گا۔ پیغمبرؐ تو آسمان پر اٹھ گئے ہیں۔"

یہ آوازیں حضرت عمر کے دہن سے نکل رہی تھیں جو اس امر پر بضد تھے کہ پیغمبر اکرمؐ زندہ ہیں اور ان کی موت کی خبر منافقین نے اڑائی ہے انہوں نے ڈرا دھمکا کر اور تلوار گھما گھما کر بجبر و قہر لوگوں کی زبانوں پر پہرا بٹھا دیا تاکہ کسی کے دہن سے اس کے خلاف آواز بلند نہ ہو۔ ابن کثیر رقم طراز ہیں۔

ترجمہ :۔ حضرت عمر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے اور پیغمبرؐ کی وفات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں کو قتل اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکیاں دینے لگے اور کہنے لگے کہ رسولؐ اللہ بے ہوشی میں پڑے ہیں اگر اٹھ کھڑے ہوئے تو قتل کریں گے اور ہاتھ پیر کاٹیں گے اور عمرو ابن زائدہ مسجد کے پچھلے حصے میں یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ "محمدؐ اللہ کے رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔"

حضرت عمر کی اس آواز کا یہ قہری اثر ہونا ہی تھا کہ لوگوں کے خیالات پراگندہ ہو جائیں ذہنوں کے رخ مڑ جائیں اور موضوع سخن بدل جائے۔ چنانچہ افسردہ و سوگوار مجمع حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا اور اس غم آلودہ فضا میں کھسر پھسر شروع ہوگئی کہ کیا پیغمبرؐ واقعاً رحلت فرما گئے ہیں یا زندہ ہیں۔ اگرچہ سننے والوں کا ذہن اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا اور نہ تسلیم کرنے کی کوئی وجہ تھی مگر دبی زبان میں اظہار خیال کے علاوہ کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ یہ کہے کہ اندر چل کر آنحضرتؐ کی میت دیکھ کر اطمینان کر لیا جائے کیونکہ زندگی کو اپنا وجود ثابت کرنے میں کسی مشکل کا سامنا کرنا نہیں پڑتا اور نہ موت کو اپنا ثبوت مہیا کرنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے۔ سب چپ سادھے ہوئے ہیں اور حضرت عمر کو تلوار گھماتے دیکھ کر نہ خلاف کہتے

Presented by www.ziyaraat.net/

بنتی ہے اور نہ ہاں میں ہاں ملائی جاسکتی ہے اس لئے کہ حضرت عمر کبھی یہ کہتے کہ پیغمبرؐ بے ہوشی میں پڑے ہیں کبھی یہ کہتے کہ آسمان پر اٹھ گئے ہیں اور کبھی یہ کہتے کہ وہ موسیٰ ابن عمران کی طرح غیبت اختیار کر چکے ہیں اب کس بات کو صحیح کہا جائے اور کس کو غلط۔ اگر اسے بے ہوشی کہا جائے تو بے ہوشی اور موت میں واضح فرق ہے بے ہوشی میں سانس کی آمد و شد قائم رہتی ہے اگرچہ حس و حرکت نہیں رہتی اور موت میں حس و حرکت بھی جاتی رہتی ہے اور سانس کی آمد و شد کا سلسلہ بھی قطع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ اس واضح علامت سے دوسروں کو بھی بڑی آسانی سے بے ہوشی کا قائل کر سکتے تھے تلوار لے کر ڈرانے دھمکانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور اگر آسمان پر اٹھ جانے والی بات کو صحیح سمجھا جائے تو یہ سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے اس لئے کہ یہ ارتفاع صرف روح کا تھا یا اس میں جسم بھی شریک تھا۔ اگر صرف روح نے آسمان کی طرف پرواز کی تھی تو ظاہر ہے کہ اسی کا نام موت ہے اور اگر جسم بھی ساتھ تھا تو یہ مشاہدہ کے خلاف تھا کیونکہ جسد اطہر اپنے مقام پر موجود تھا اور اگر یہ غیبت تھی تو کیسی غیبت تھی اور کیوں تھی کیا پیغمبرؐ نے اپنی زندگی میں کبھی اس کا ذکر کیا یا اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا تھا اور پھر اس میں اور حضرت موسیٰؑ کی غیبت میں کیا مماثلت پائی جاتی تھی حضرت موسیٰؑ تو جیتے جی جسم و روح کے ساتھ چالیس راتوں کے لئے طور پر گئے تھے اور تورات لے کر پلٹ آئے تھے اور یہاں پیغمبر اکرم کا جنازہ آنکھوں کے سامنے بے حس و حرکت موجود تھا۔ نہ کہیں نقل مکانی ہوئی اور نہ ان کا جسد اطہر نظروں سے اوجھل ہوا پھر وہ کون سی چیز غائب ہوئی تھی جس کے متعلق یہ کہا گیا وہ پلٹ آئے گی اور پھر اس غیبت کو حضرت موسیٰ کی غیبت سے تشبیہ دینے کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ غیبت کے دنوں میں اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب و جانشین بنا کر چھوڑ گئے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَقَالَ مُوسٰی لِاَخِیهِ هَارُونَ اخلُفنِی فِی قَومِی وَاَصلِح وَلَا تَتَّبِع سَبِیلَ المُفسِدِین موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے خلیفہ و جانشین رہو اور (لوگوں کی) اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کی راہ پر نہ چلنا۔"

اسی طرح پیغمبرؐ بھی کسی کو اپنا جانشین بنا کر امت میں چھوڑ جاتے اور پھر ان کے مقرر کردہ

نائب کی نشاندہی کی جاتی مگر ادھر ذہن کا رخ نہیں مڑتا یا مصلحتاً اس کا ذکر زبان پر نہیں آتا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی الجھی ہوئی اور دریافت طلب ہے کہ وہ منافق کون کون تھے جنہوں نے پیغمبرؐ کی موت کی خبر اڑائی تھی جبکہ یہ خبر پیغمبرؐ کے گھر کے اندر سے آئی تھی جہاں ازواج پیغمبرؐ جناب فاطمہ زہراؑ حضرت علیؑ حضرت حسنؑ حضرت حسینؑ عباسؑ، عبداللہ ابن عباس فضل ابن عباس عبداللہ ابن جعفر اور دوسرے بنی ہاشم موجود تھے کیا یہ افراد بھی منافقین میں شامل تھے اور پیغمبرؐ پلٹ کر انہی کے ہاتھ پیر کاٹیں گے۔

پیغمبر اکرم کی موت کے بارے میں الجھاؤ تو پیدا ہو ہی چکا تھا اور خدا جانے کب تک یہ الجھاؤ باقی رہتا کہ حضرت ابوبکر جو مدینہ کے باہر مقام سخ میں رہتے تھے آنحضرتؐ کی خبر وفات سن کر مدینہ میں آئے اور حضرت عمر کو وفات پیغمبرؐ کی تردید کرتے سنا تو اندر جا کر نعش اقدس کے چہرے پر سے چادر سرکا کر دیکھا اور باہر نکل کر حضرت عمر سے کچھ دیر بات چیت کی اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

جو شخص اللہ کا پرستار ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے جسے موت نہیں ہے اور جو محمدؐ کی پرستش کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ وفات پا گئے (پھر یہ آیت پڑھی) محمد اللہ کے رسولؐ ہی تو ہیں ان سے پہلے بھی رسولؐ گزر چکے ہیں اگر وہ اپنی موت مر جائیں یا قتل کر دیئے جائے تو تم الٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پلٹ جائے گا تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور خدا جلد ہی شکر گزاروں کو بدلہ دے گا۔"

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی زبان سے یہ آیت سنی تو حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کیا یہ آیت قرآن مجید میں ہے؟ مجھے تو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ قرآن کی آیت میں ہے (پھر کہا) اے لوگو یہ ابوبکر ہیں جنہیں مسلمانوں میں سبقت حاصل ہے۔ ان کی بیعت کرو! ان کی بیعت کرو۔"

(البدایہ والنہایہ۔ ج ۵ ص ۲۴۲)

حضرت عمر جو ابھی ابھی پیغمبرؐ کے زندہ ہونے پر زور دے رہے تھے اس آیت کو سن کر فوراً آنحضرتؐ کی وفات کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ اس فوری تبدیلی کو دیکھتے ہوئے یہ شک تو گزرتا

Presented by www.ziyaraat.net/

ہی ہے کہ حضرت عمر واقعاً عقیدہ رکھتے بھی تھے یا نہیں کہ پیغمبرؐ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ اگر یہ عقیدہ رکھتے تھے تو شروع ہی سے یہ سمجھتے آرہے تھے یا خبر وفات سن کر انہوں نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ پیغمبرؐ مر نہیں سکتے اگر پہلے ہی سے یہ سمجھتے آرہے تھے یا خبر وفات سن کر انہوں نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ پیغمبرؐ مر نہیں سکتے اگر پہلے ہی سے یہ سمجھتے تھے تو آنحضرتؐ کے قلم و کاغذ طلب کرنے پر یہ کہنے کے بجائے کہ آنحضرتؐ پر درد کا غلبہ ہے ہذیانی کیفیت طاری ہے یہ کہنا چاہیئے تھا وصیت کی ضرورت تو اسے ہوتی ہے جس کا رشتہ حیات ٹوٹ جانے والا ہو اور جو مرنے والا ہی نہ ہو اسے اپنے بعد کے لئے وصیت کی احتیاج ہی کیا ہے۔ لہٰذا یہ وصیت کیوں اور یہ تحریر کس لئے؟ اور اگر خبر مرگ سن کر انہوں نے یہ رائے قائم کی تھی تو کون سا ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے ان کے خیالات نے پلٹا کھایا یا کون سی ایسی دلیل ان کے ہاتھ لگی کہ ایک دم ان کا نظریہ بدل گیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ آنحضرتؐ کی موت واقع نہ ہوئی بلکہ یہ چند روزہ غیبت ہے۔ حضرت عمر نے اپنے موقف کی تشریح کرتے ہوئے ایک موقع پر کہا ہے۔

واللّٰہ ان حملنی علیٰ ذالک الاانی اقرء ھذہ الایۃ "وکذلک جعلنا کم امۃ وسطالتکونوا شھداء علیٰ الناس ویکون الرسول علیکم شھید افواللّٰہ انی کنت لا ظن ان رسولؐ اللّٰہ سیبقی فی امتہ حتی یشھد علیھا باخر اعمالھا۔

خدا کی قسم مجھے اس بات کے کہنے پر اس آیت نے آمادہ کیا تھا۔ "اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہے" خدا کی قسم مجھے یہ گمان غالب ہوا کہ رسولؐ اپنی امت میں باقی رہیں گے یہاں تک کہ امت کے ایک ایک عمل کی گواہی دیں۔" (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۵۰)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ آیت کے اندر لفظ شہید دیکھ کر انہیں یہ گمان ہوا کہ پیغمبرؐ چونکہ امت کے اعمال کے نگران و شاہد ہیں لہٰذا وہ ہمیشہ دنیا میں باقی رہیں گے لیکن یہ بقول ان کے گمان ہی تو تھا جسے یقینی شواہد کے مقابلہ میں پاور ہوا ہو جانا چاہیئے تھا جب وہ پیغمبرؐ کو موت و حیات کی کشمکش میں دیکھ چکے تھے اور اب یہ بھی دیکھ لیا کہ آنحضرتؐ میں آثار حیات ناپید ہیں گھر سے رونے دھونے کی آوازیں آرہی ہیں اور ہر شخص کی زبان پر آپ کی موت کا تذکرہ ہے تو

انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ شہید کا مفہوم وہ نہیں ہے جو انہوں نے سمجھا ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ مشاہدہ و قطعی ثبوت کے مقابلہ میں اپنے گمان کو ترجیح دیتے ہیں اور بار بار قسم کھا کر آنحضرتؐ کی زندگی کا یقین دلانے اور اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں انسان کی ذاتی رائے کچھ بھی ہو اس پر پہرا نہیں بٹھایا جاسکتا مگر دوسروں کو اپنی رائے کا پابند بنانے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔ اگر انہوں نے لفظ شہید کا یہ مفہوم پیدا کیا اور کوئی دوسرا اس کا یہ مفہوم قرار نہ دے اور آیہ **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْن** (اے رسولؐ تم بھی مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں) کے تحت آنحضرتؐ کو میت قرار دے تو کس جرم کی پاداش میں قتل یا ہاتھ پاؤں کے کاٹے جانے کی سزا کا مستحق قرار پائے۔ کیا کسی آئین میں میت کو میت کہنا جرم ہے اور پھر انہی سے اگر کوئی یہ پوچھ لیتا کہ اگر لفظ شہید سے آنحضرتؐ کی زندگی پر استدلال صحیح ہے تو پھر درمیانی امت کو بھی ایسی ہی زندگی کا حامل سمجھنا چاہئے کیونکہ اسے بھی **شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ** قرار دیا گیا ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ اس انکار کی بعض لوگوں نے یہ بھی توجیہ کی ہے کہ حضرت عمر وفات رسولؐ کے سانحہ سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ شدت غم سے اوسان کھو بیٹھے اور ذہنی پراگندگی کے زیر اثر یہ کہنے لگ گئے کہ رسولؐ زندہ ہیں مرے نہیں میں یہ بات بھی کوئی وزنی نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ اگر یہ انکار حواس کے متاثر ہونے کی بنا پر ہوتا تو وہ یہ کہنے کے بجائے کہ مجھے لفظ شہید سے پیغمبرؐ کے زندہ ہونے کا گمان ہوا تھا یہ معذرت کرتے کہ میں نے وفات رسولؐ کے موقع پر جو کہا تھا وہ اختلال حواس کا نتیجہ تھا اور پھر اس انکار کے علاوہ ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ واقعاً ان کے ہوش و حواس پر اثر تھا۔ اور ان کی افتاد طبیعت کو دیکھتے ہوئے کون باور کرے گا کہ جو اثر کسی پر نہ ہوا وہ ان پر ہوا ہوگا اگر واقعاً ان کے حواس معطل ہوگئے تھے تو حضرت ابوبکر کے آیہ **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل** پڑھتے ہی ایک دم حواس بجا کیسے ہوگئے۔ اگر یہ ان آیت کا معجزانہ اثر تھا تو حضرت ابوبکر کی آمد سے پہلے عمرو ابن قیس مسجد میں یہی آیت تو پڑھ رہے تھے مگر اس وقت نہ اس کے آیہ قرآنی ہونے کی طرف التفات ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی اثر ہی ظاہر ہوتا ہے اور وہ برابر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہی کہتے رہے کہ پیغمبرؐ زندہ ہیں اور وہ ہرگز نہیں مریں گے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب پیغمبرؐ کی نزعی

Presented by www.ziyaraat.net/

کیفیت اور وہ آثار جو موت کا یقین دلانے کے لئے بہت کافی تھے انہیں موت کا یقین نہ دلا سکے تو اس آیت میں کون سی ایسی بات تھی جو موت کو یقینی طور پر ثابت کر رہی تھی جس سے انہیں موت کا یقین ہوگیا۔ اس آیت کا ایک ٹکڑا تو یہ ہے کہ "محمد اللہ کے رسولؐ ہی تو ہیں اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں' اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ دوسرے رسولوں کی طرح پیغمبرؐ بھی ایک نہ ایک دن دنیا سے اٹھ جائیں گے اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ موت واقع ہو چکی ہے اگر اس سے موت کا ثبوت مہیا ہوا تھا تو پھر جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت یہ کیوں نہ سمجھ لیا گیا کہ پیغمبرؐ رحلت فرما چکے ہیں حضرت عمر کو تو اپنے یقین کی بنا پر جو انہیں پیغمبرؐ کے زندہ ہونے کے بارے میں تھا یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ آیت تو اپنے مقام پر درست ہے اور مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ پیغمبرؐ ایک نہ ایک دن رحلت فرما جائیں گے لیکن ابھی تو وہ زندہ ہیں اور جب تک نگرانی اعمال کا فریضہ انجام نہیں دے لیں گے وفات نہیں پائیں گے۔ اور آیت کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ "اگر پیغمبرؐ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں" اس سے بھی موت کے واقع ہونے پر ثبوت مہیا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ آیت میں موت یا قتل کا ذکر بطور شرط ہوا ہے اور شرط کے لئے وقوع ضروری نہیں ہے جیسے یہ کہا جائے کہ اگر مینہ برسے تو کھیتیاں ہری ہو جائیں گی اس سے یہ کون سمجھ سکتا ہے کہ بارش ہو چکی ہے۔ اسی طرح آیت سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ موت واقع ہوچکی ہے۔ پھر خدا جانے کس بنا پر اس آیت کے سنتے ہی ان کے یقین کا تار پود بکھر جاتا ہے اور فوراً" آنحضرتؐ کی موت کا اعتراف کر لیتے ہیں۔

اس انکار اور انکار پر زور اور پھر فوری اعتراف کو دیکھ کر ہر غیر جانبدار یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ انکار کسی مصلحت کے پیش نظر رہا ہوگا ورنہ جس پر خبر مرگ اس حد تک اثر انداز ہو کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے وہ اس قابل کب رہتا ہے کہ میت ابھی رکھی ہو اور وہ غسل و کفن اور دوسرے امور سے بے نیاز ہو کر حکومت کی فکر و تدبیر کرنے لگے اور صف ماتم سے اٹھ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلا جائے اور انصار سے بحث و مباحثہ اور دھینگا مشتی کرکے اپنے حق کی فوقیت ثابت کرے اور یہ بھول جائے کہ پیغمبرؐ کی میت ابھی غسل و کفن کے مرحلہ سے نہیں گزری۔ جسے پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کی اتنی فکر نہ ہو جتنی کہ حکومت و اقتدار کی اس کے بارے میں یہ

تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ خبر مرگ سن کر حواس کھو بیٹھا ہوگا اور بے اوسان ہو کر پیغمبرؐ کی موت سے انکار کر دیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر اتنے بے خبر نہ تھے کہ انہیں پیغمبرؐ کی موت کا یقین نہ ہوتا یا ان کے حواس اتنا متاثر ہوتے کہ وہ واقعہ و مشاہدہ کے خلاف کچھ کا کچھ کہنے لگتے بلکہ یہ انکار وقتی و ہنگامی اور بعض اہم سیاسی مصالح کی بناء پر تھا۔

اس سیاسی مصلحت کو سمجھنے کے لئے چند واقعات اور ان کے پس منظر پر ایک سرسری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علیؑ دعوت اسلام کے دور آغاز سے لے کر زمانہ اختتام تک اسلام کی خدمت و نصرت پر کمربستہ رہے اور پیغمبرؐ انہی کے ذریعہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کی حفاظت کا سامان کرنا چاہتے تھے جس کا اعلان دعوت عشیرہ سے لے کر حجتہ الوداع تک اور حجتہ الوداع سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک مختلف طریقوں سے کرتے رہے اسی بناء پر صحابہ کرام کیا مہاجر اور کیا انصار کسی کو اس میں ذرا شبہ نہ تھا کہ علیؑ ہی مسند خلافت پر متمکن ہوں گے۔ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں۔

وکان عامة المهاجرین وجل الانصار لایشکون ان علیا هو صاحب الامر بعد رسول اللّٰه صلے اللّٰه علیه وآله وسلم۔

"مہاجرین اور انصار کی اکثریت کو اس میں کوئی شک و شبہ نہ تھا کہ پیغمبرؐ کے بعد علیؑ ولی امر ہوں گے"

(شرح ابن ابی الحدید۔ ج ۳ ص ۸)

اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ایک گروہ نبوت و خلافت کو ایک ہی گھر میں دیکھنا پسند نہ کرتا تھا اس ناپسندیدگی کی وجہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ لوگ خود اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے پیغمبرؐ کی زندگی ہی میں اقتدار کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی اور ہر اس کاروائی کے آگے دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی جو ان کے مقاصد کے تکمیل میں حائل ہوسکتی تھی۔ پیغمبرؐ اکرم بستر مرگ پر قلم و دوات طلب کرتے ہیں مگر ہنگامہ کھڑا کرکے انہیں وصیت نامہ لکھنے نہیں دیا جاتا تاکہ علیؑ کی نیابت کے متعلق تحریری دستاویز نہ چھوڑ جائیں۔ پھر انہی ایام میں ایک ایک کو حکم دیتے ہیں کہ وہ لشکر اسامہ میں شریک ہو کر یہاں سے چلے جائیں مگر اسے عملاً" مسترد کر دیا

Presented by www.ziyaraat.net/

جاتا ہے تاکہ ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے خلافت کسی اور طرف منتقل نہ ہوجائے۔ اور جب پیغمبرؐ دنیا سے رحلت فرما جاتے ہیں تو اس خطرہ کا انسداد ضروری تھا کہ کہیں اندر ہی اندر علیؑ کی بیعت کی تکمیل نہ ہو جائے اور ایسا ہو بھی جاتا اگر امیر المومنینؑ یہ گوارا کر لیتے کہ پیغمبرؐ کے غسل و کفن سے پہلے بیعت ہو جائے مگر ان کی حمیت آڑے آئی اور انہوں نے اسے گوارا نہ کیا۔ چنانچہ بلاذری نے تحریر کیا ہے۔

لما قبض رسولُ اللّٰہ اخرج حتی ابایعک علی اعین الناس لئلا یختلف علیک اثنان فابی وقال اومنهم من ینکر بحقنا ویستبد علینا فقال العباس ستری ان ذلک سیکون۔

جب رسول خداؐ رحلت فرما گئے تو عباس نے کہا کہ اے علیؑ باہر نکلئے میں لوگوں کے روبرو آپؑ کی بیعت کروں تاکہ آپؑ کے بارے میں کوئی اختلاف نہ کرے۔ مگر علیؑ نے انکار کیا اور کہا کہ کون ہمارے حق سے انکار کر سکتا ہے اور کون ہم پر مسلط ہو سکتا ہے۔ عباس نے کہا کہ پھر دیکھ لیجئے گا کہ ایسا ہو کر رہے گا۔"

حضرت عمر جو اس گروہ کے ایک فرد تھے جو نبوت و خلافت کو ایک گھر میں دیکھنا نہ چاہتا تھا انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ بیعت کی یہ تحریک کہیں عملی صورت نہ اختیار کر لے اس لئے وہ اس تحریک کو ابھرنے سے پہلے دبا دینا چاہتے تھے اس وقت کوئی اور تدبیر نہ سوجھی تو پیغمبرؐ کے زندہ ہونے کا شاخسانہ کھڑا کر دیا تاکہ کسی کی بیعت کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ یہ تدبیر ایک حد تک کامیاب ثابت ہوئی اور لوگوں میں آنحضرتؐ کی موت و حیات کا مسئلہ چھڑ گیا اور حضرت ابوبکر کے آنے تک اسی بحث میں الجھے رہے اور ان کے آتے ہی وہ تمام شور و ہنگامہ جو آنحضرتؐ کو زندہ ثابت کرنے کے لئے تھا یکدم ختم ہو گیا اور انہوں نے ایسا افسوں پھونکا کہ حضرت عمر نے فوراً" اپنا موقف بدل لیا اور آنحضرتؐ کی موت کے اعتراف کے ساتھ حضرت ابوبکر کی بیعت کا بھی مطالبہ شروع کر دیا۔ یہ مطالبہ انہی تصورات کا رد عمل تھا جو خلافت کے سلسلہ میں ان کے ذہن میں نشوونما پا رہے تھے اور اس قرار داد کے ماتحت تھا جو پہلے سے آپس میں طے شدہ تھی ورنہ جب دعویٰ یہ ہے کہ خلافت جمہور کی صوابدید اور اس کی رائے سے وابستہ ہے تو بیعت کے مطالبہ کا

حالات سقیفہ بنی ساعدہ

قبل اس کے کہ ہم بتائیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہوا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیکھیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کیسی جگہ تھی اور مسجد نبوی و آبادی مہاجرین کو چھوڑ کر وہاں یہ خلیفہ سازی کا اجلاس کیوں ہوا۔ غیاث اللغات اور منتخب اللغات میں اس سقیفہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"حقیقش ایں است کہ سقیفہ ایوانے بود پنہاں کہ عرب برائے مشورہ ہائے باطل دراں جمع مے شد ندو مجازاً مشورہ و سخن بے ہودہ را گویند" غیاث اللغات کے حاشیہ پر چراغ ہدایت مئولف سراج الدین علی خاں آرزو میں سقیفہ سازی کے معنی دروغ بستین لکھے ہیں۔ سبحان اللہ قضاء قدر نے خاموش واقعات کی زبان کس طرح حق کی کہانی سنائی ہے۔ اس خلافت کی حقیقت اور خلیفہ کی حقانیت ظاہر ہے جو مسجد نبوی و خانہ نبوت کو چھوڑ کر ایسی جگہ اپنی ہست بود کا انتظام کرے جو باطل اور بیہودہ مشوروں کے لئے مخصوص ہو کس خاموشی کے ساتھ قدرت نے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک باطل کے فروغ دینے کی سازش تھی۔ جہاں سخنان بے ہودہ و مشورہ ہائے باطل کے بعد امر باطل کی بنیادی رکھی گئی۔ اگر امر واقعہ یہی تھا جو اب اہل حکومت نے گھڑا ہے کہ وہ وقت ایسا نازک تھا کہ حاکم و سردار قوم کا فوراً" منتخب ہونا ضروری تھا۔ تو پھر تمام مسلمانوں کو مسجد نبوی میں جمع ہونا چاہئے۔ تھا وہاں مشورہ بھی ہوتا رہتا اور غسل و دفن رسول میں بھی تمام صحابہ کی شرکت جاری رہتی۔ تمام سرداران قریش اور ناموران اسلام فوراً" جمع ہو جاتے اور ایک قطعی فیصلہ ہو جاتا۔ اگر نیک نیتی سے ان کا خیال تھا کہ جناب رسول خداؐ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ تو پھر اس سے بہتر و موزوں کوئی اور طریقہ اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا تھا۔ تمام اہم امور اس سے پہلے اور اس کے بعد مسجد ہی میں طے ہوا کرتے تھے۔ لیکن محض اس کے لئے بجائے مسجد نبوی کے ایک ایسا مقام پسند کیا جاتا ہے کہ جہاں دنیا کی نظروں سے پنہاں مشورہ ہائے باطل ہوا کرتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک سازش تھی جس کو منظر عام پر لانا انہوں نے مناسب نہ سمجھا بقول حضرت شبلی نعمانی تمام مورخین اسلام سنی ہی ہوئے ہیں لہٰذا ان سے امید رکھنی کہ وہ کھلی کھلی باتیں لکھ دیں گے اور اس سازش کو سازش کہیں گے فطرات انسانی کے اوپر بہت زیادہ بوجھ ڈالنا ہے جو وہ سنبھال نہیں سکتی۔ لیکن سقیفہ کے کارکنان کا طرز عمل اور یہ خاموش واقعات

Presented by www.ziyaraat.net/

صاف صاف بتا رہے ہیں کہ اس تجویز کی پہلے ہی سے پخت و پز ہو چکی تھی۔

اب ہم دیکھیں کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ہی کیا کیا گل کھلے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہوا۔ مورخ ابن خلدون حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خداؐ کا انتقال میری گود میں ہوا۔ اور اس وقت دوپہر منگل کا دن دورا تین ماہ ربیع الاول سے گزر چکی تھیں۔ آنحضرتؐ دوسرے دن دوپہر کے وقت بدھ کو دفن ہوئے۔ آپؐ کے انتقال کی خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ اس وقت ابوبکر تو اپنی زوجہ کے ساتھ اپنے گھر محلہ سخ میں تھے حضرت عمر موجود تھے پس حضرت عمر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ چند منافقین کا گمان ہے کہ جناب رسول خداؐ فوت ہو گئے امر واقعہ یہ ہے کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ خداوند تعالیٰ کی میقات کے لئے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ گئے۔ وہ ضرور واپس آئیں گے اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جب آنحضرتؐ کے انتقال کی خبر حضرت ابوبکر کو ہوئی تو وہ فوراً واپس آئے اور آنحضرتؐ کے حجرے میں داخل ہو کر آپؐ کے منہ سے چادر ہٹائی اور بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپؐ نے اس موت کا ذائقہ چکھا جو خداوند تعالیٰ نے آپؐ کے لئے لکھی تھی اور اس موت کے بعد آپؐ کو ہرگز دوسری موت سے سابقہ نہیں پڑیگا یہ کہہ کر حضرت ابوبکر باہر آئے اور جہاں عمر لوگوں میں بول رہے تھے وہاں پہنچے عمر کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ لیکن عمر آنا کافی دے گئے اس پر خود حضرت ابوبکر آگے بڑھے اور لوگوں میں کلام کرنے لگے اس پر لوگ عمر کو چھوڑ کر ابوبکر کے پاس آگئے۔ ابوبکر نے بعد حمد وثنا خداوند تعالیٰ کہا اے لوگو! تم میں سے جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ معلوم کرلے کہ محمدؐ مرگئے اور تم میں سے جو خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ خداوند تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ** **والخ** ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے پہلے لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ آیت قرآن شریف میں ہے حضرت عمر کہتے ہیں کہ جب میں نے ابوبکر کو یہ آیت پڑھتے سنا تو میرے پاؤں مجھے نہ سنبھال سکے اور میں زمین پر گر گیا اور معلوم کر لیا کہ رسول خداؐ نے رحلت فرمائی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کے ساتھ یہ آیت **اِنَّکَ مَیِّتٌ الخ** بھی حضرت ابوبکر نے پڑھی تھی، یہ باتیں ہو رہی

تھیں کہ اتنے میں ایک دوڑتا ہوا انصار بھی یہ خبر لے کر آیا کہ وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور سعدہ بن عبادہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر قریش میں سے پس ابوبکر و عمر ایک جماعت مہاجرین کی ان کی طرف چلی لیکن علیؑ اور عباسؓ اور ان کے دونوں پسر فضل و قثم و اسامہ بن زید جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے پس آپؐ کو غسل حضرت علیؑ نے دیا اور عباس اور ان کی دونوں لڑکے جسم اطہر کو پلٹتے جاتے تھے۔ اور اسامہ و شقران پانی ڈال رہے تھے۔

(بقیہ الجزء الثانی من تاریخ ابن خلدون مطبوعہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۴ صفحہ ۶۳)

جناب رسول خداؐ نے انتقال فرمایا جو لوگ وہاں موجود تھے۔ وہ آپؐ کی رحلت کی وجہ سے گھبرا رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے گمان کیا کہ آپؐ کا انتقال نہیں ہوا۔ اور انصاری بنی سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر سعد ابن عبادہ کی بیعت کرنے پر تلے ہوئے تھے اور ان کا خیال تھا کہ اس نصرت و پناہ کی وجہ سے جو انہوں نے رسول خداؐ کو دی تھی خلافت و حکومت ان کا حق تھا۔ یہ خبر حضرت ابوبکر و عمر کو پہنچی وہ دونوں سقیفہ بنی ساعدہ میں آئے اور ان کے ساتھ عبیدہ بن الجراح بھی تھے راستے میں عاصم بن عدی وعویم بن ساعدہ ملے انہوں نے ان تینوں کو مجلس انصار میں جانے سے روکا لیکن انہوں نے انکار کیا پس وہ سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گئے پس انہوں نے تعجیل کی اور اپنی گفتگو کی وجہ سے انصار کو باز رکھا اور ان پر غالب آئے (ابوبکر نے کہا) ہم لوگ رسول اللہؐ کے اولیاء اور ان کی عشیرت سے ہیں لہٰذا ان کے بعد حکومت کے ہم مستحق ہیں اور اس میں بظاہر کوئی نزاع کی بات نہیں معلوم ہوتی البتہ تم کو حق نصرت اور نیز سابق الاسلام ہونے کا حق حاصل ہے اس وجہ سے ہم لوگ امراء ہیں اور تم وزراء (حباب بن المنذر بن الجموع نے کہا) مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو اور اے گروہ انصار اگر یہ لوگ انکار کریں تو ان کو اپنی تلواروں سے اپنے شہر میں سے نکال باہر کرو۔ دین کی اشاعت ہمارے ذریعے سے ہوئی ہے اس وجہ سے ہم لوگ خلافت رسول اللہؐ کے زیادہ مستحق ہیں (عمر بن الخطاب نے کہا) تم کو معلوم ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ہم کو وصیت کی ہے کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک روا رکھیں اگر حکومت تمہارا حق ہوتا تو یہ وصیت تم کو ہوتی اس پر عمر بن الخطاب و حباب بن منذر

Presented by www.ziyaraat.net/

میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی اور ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ ابوعبیدہ ن الجراح ان دونوں کو چھڑاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے گروہ انصار خدا سے ڈرو تم رسول خداؐ کی نصرت کرنے والے اور ان کو پناہ دینے میں اول ہو پس ایسا نہ کرو کہ اب تم اول ہو جاؤ اس دین کو بدلنے اور تغیر کرنے میں اب بشیر بن سعد بن النعان بن کعب بن جراح اٹھے اور بولے بے شک رسول اللہؐ قریش میں سے تھے اور ان کی قوم امارت و خلافت کی زیادہ مستحق ہے اور ہم لوگ اگرچہ انصار دین ہیں اور سابق الاسلام ہیں لیکن اس اسلام سے ہمارا مدعا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے پیغمبر کی اطاعت تھی اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس میں ہم مہاجرین سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں حباب بن المنذر بولے اے بشیر قسم بخدا تو نے اپنے عناد سابقہ کی وجہ سے اپنے ابن عم سے غداری کی ہے اور خود غرضی سے کام لیا ہے بشیر نے کہا یہ نہیں بلکہ میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں سے ان کا حق باز رکھوں اس پر ابوبکر نے عمر اور ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کیا کہ ان میں سے ایک کی بیعت کی جائے لیکن ان دونوں نے انکار کیا۔ اور ابوبکر کی بیعت کی اور ان دونوں سے بشیر نے ابوبکر کی بیعت کرنے میں سبقت کی تھی اس کے بعد قبیلہ اوس نے بیعت کی کیونکہ اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے خزرج کی حکومت پر راضی نہ تھے ان ہی لوگوں میں اسید بن حضیر بھی تھے ان کے بعد بیعت کرنے والے چاروں طرف سے ابوبکر کی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے قریب تھا کہ یہ لوگ سعد بن عبادہ کو کچل دیں انکے ہمراہیوں میں سے ایک نے کہا کہ دیکھو سعد کی حفاظت کرو اس کو قتل نہ کرو اس پر حضرت عمر بن الخطاب بولے ہاں ضرور سعد کو قتل کرو خدا اسے مارے جانے نہ پائے ابوبکر نے کہا اے عمر نرمی سے کام لو' عمر ہٹ گئے اور سعد کو بیعت کے لئے طلب کیا لیکن سعد نے انکار کیا بشیر جو دراصل اس موقعہ پر خلیفہ گر تھے' بولے کہ سعد کو چھوڑ دو وہ تنہا آدمی ہے پھر سعد اٹھ کر چلے گئے اور اس کے بعد وہ کبھی ان کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوئے اورنہ ان سے کلام کیا یہاں تک کہ ابوبکر گئے طبری کہتے ہیں کہ ابوبکر کے مرنے کے بعد سعد نے بیعت کرلی روایت یہ بھی ہے کہ وہ شام کی طرف چلے گئے اور وہیں رہیں یہاں تک کہ انتقال کیا اور وہاں ان کو جنوں نے مارا تھا اور ان کو قتل کرنے کے بعد جن یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ قومینہ بسھمین فلم نخط فؤادہ

ترجمہ:-

ہم نے خزرج کے سردار سعد کو قتل کیا دو تیروں سے جو اس کی دل پر لگے

امام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المتوفی ۲۷۰ ہجری کی کتاب السیاست و الامامت سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

ذکر سقیفہ اور جو گفتگو وہاں ہوئی راوی مذکور نے بیان کیا کہ اس سے بیان کیا ابن عفیر نے اور اس نے سنا ابوعون سے اور ابو عون نے سنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن الانصاری رضی اللہ عنہ سے کہ جناب رسول خداؐ نے رحلت فرمائی تو گروہ انصار سعد بن عبادہ کے گرد جمع ہوئے اور ان کو اطلاع دی کہ جناب رسول خداؐ نے رحلت فرمائی سعد نے اپنے بیٹے قیس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ میں تو بسبب مرض کے ان لوگوں سے کلام کرنے کی طاقت نہیں لیکن تو مجھ سے میرا قول سن لے اور ان کو با آواز بلند سنا دے۔ پس سعد بن عبادہ اپنے بیٹے قیس سے آہستہ سے کہتے جاتے تھے اور ان کا بیٹا بلند آواز سے لوگوں کو سنا دیتا تھا کہ تمام قوم سن لو پس سعد ابن عبادہ نے بعد حمد و ثنا باری تعالیٰ کہا کہ اے گروہ انصار تم کو دین میں سبقت حاصل ہے اور فضیلت ہے اسلام میں جو کہ عرب کے کسی اور قبیلہ کو نہیں ہے کیونکہ جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قوم میں بارہ سال تک تبلیغ رسالت کرتے رہے اور ان کو خداوند تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے اور بتوں کی پرستش سے ہٹاتے رہے مگر ان کی قوم میں سے صرف قلیل لوگ ایمان لائے بقسم خدائے عزوجل انہیں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ رسول خداؐ کی حمایت کرتے اور ان کو عزت کیساتھ رکھتے وہ آنحضرتؐ کے دین سے ناواقف تھے اور دشمنوں کو اپنے سے دور نہیں رکھ سکتے تھے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ تمہیں فضیلت بخشے اور کرامت پہنچائے اور اپنی نعمت سے تم کو مخصوص کیا اور تم کو ایمان عطا کیا تمہیں آنحضرت کو اور ان کے اصحاب کو عزت کے ساتھ رکھنے کی کرامت عطا کیا اور تمہیں توفیق بخشی کی تم ان کے دین کو قوی کرو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو پس تم اپنے میں سے ان لوگوں پر کہ جنہوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت کی سخت ترین تھے اور جو غیر لوگ دشمن تھے ان کے خلاف بھی تم نے آنحضرتؐ کی حمایت کی

Presented by www.ziyaraat.net/

یہاں تک کہ امر خدا کو استقامت حاصل ہوئی اور خداوند تعالیٰ نے تمہاری مدد سے اپنے نبی کے لئے ملک کو مسخر کیا اور اہل عرب تمہاری تلواروں کی مدد سے مغلوب ہوئے اور پھر خداوند تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اپنے پاس بلا لیا اور بوقت رحلت وہ تم سے راضی تھے پس اس امر خلافت کے لئے اپنے ہاتھوں کو مضبوط کر لو کیونکہ تمام لوگوں میں سے تم سب سے زیادہ اس امر خلافت کے اہل و مستحق ہو تمام گروہ انصار نے اس کی اس بات کو قبول کیا اور کہا کہ تیری رائے بہت صائب ہے اور اس امر خلافت کی سرداری کے لئے تو نہایت موزوں ہے اور اس کے لئے ہر طرح سے قابل ہے یہ خبر حضرت ابوبکر کو پہنچائی گئی تو آپؓ بہت روئے اور جزع و فزع کی اور اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمران کے ساتھ تھے پس وہ دونوں بہت تیزی کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چلے عبیدہ بن الجراح مل گئے پس وہ تینوں مل کر چلے یہاں تک کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں داخل ہوئے اور وہاں بہت سے لوگ جمع تھے اور انہیں سعد بن عبادہ بھی تھے۔ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ کلام شروع کریں اور وہ بعد میں کہا کرتے تھے میں ڈرا کہ کہیں ابوبکر کلام میں کوتاہی نہ کریں پس جب عمر کلام کرنے کے لئے آمادہ تھے تو حضرت ابوبکر تیار ہوگئے اور حضرت عمر سے کہا کہ تم ذرا چپ رہو۔ پس ابوبکر نے کلمہ شہادت ادا کیا اور لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا بتحقیق کہ خدائے عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ پس انہوں نے اسلام کی طرف لوگوں کو بلایا تو خداوند تعالیٰ نے ہماری پیشانیوں اور دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیا۔ پس ہم گروہ مہاجرین سب سے پہلے اسلام لائے جو اس کے بعد اسلام لائے انہوں نے ہماری پیروی کی اور ہم رسول خداؐ کے قرابت دار ہیں اور نسب کے لحاظ سے ہم اور اوسط العرب ہیں۔ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں۔ لیکن یہ کہ اس میں قریش کے لئے ولادۃ نہ ہو۔ یعنی ہر ایک قبیلہ میں قریش کا اثر اور ان کے آدمی موجود ہیں اور تم بھی قسم خدا کی وہ ہو جنہوں نے پناہ دی و نصرت کی اور تم دین میں ہمارے وزیر ہو اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہو اور تم کتاب خدا کی رو سے ہمارے بھائی ہو اور دین خدا میں ہمارے شریک ہو۔ اور ہمارے ساتھ سخت و نرمی میں رہے ہو۔ قسم خدا کی کوئی چیز نہ تھی کہ جس میں تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔ تمام لوگوں کی نسبت تم ہمارے بہت زیادہ محبوب ہو اور سب سے زیادہ مکرم ہو سب سے

زیادہ رضائے خدا میں راضی رہنے والے اور اسکے حکم کی اطاعت کرنے والے تھے۔ جب کہ خداوند تعالیٰ نے مہاجرین کو تمہارے پاس بھیجا۔ پس اب تم مہاجرین پر حسد نہ کرو اور تم ان کی مدد کرو۔ اور تم ہمیشہ اپنے مہاجرین بھائیوں کی مدد کرتے رہے ہو۔ اور سب لوگوں سے زیادہ تم اس بات کے مستحق ہو کہ اس امر میں تمہاری وجہ سے اختلاف نہ ہو اور تم اپنے بھائیوں پر اس خیر و برکت کی وجہ سے حسد نہ کرو جو خداوند تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے اور اب میں تم کو بلاتا ہوں۔ ابو عبیدہ یا عمر کی اطاعت کی طرف میں نے ان دونوں کو تمہارے لئے اور اس امر اخلافت کے لئے پسند کیا ہے۔ اور دونوں اس کے لئے موزوں ہیں۔ ان دونوں نے کہا کہ اے ابوبکر لوگوں میں سے کسی کے لئے موزوں نہیں ہے کہ وہ تمہارے اوپر فوقیت رکھے تم صاحب غار ہو۔ دو میں کے ایک ہو۔ رسول خداوند تعالیٰ نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ سب لوگوں سے زیادہ تم خلافت کے مستحق ہو۔ انصار نے کہا کہ قسم خدا کی ہم تم پر کبھی نیکی کی وجہ سے حسد نہیں کرتے جو خداوند تعالیٰ نے تم کو پہنچائی ہو۔ اور خلق خدا میں تم سے زیادہ ہمیں کوئی محبوب نہیں ہے اور نہ ہم کسی اور پر تم سے زیادہ خوش ہیں لیکن ہم ڈرتے ہیں کہ اس کے بعد اس امر خلافت کو کوئی ایسا شخص نہ حاصل کر لے جو نہ ہم میں سے ہو اور نہ تم میں سے ہو اگر تم آج ایک حاکم ہم میں سے اور ایک اپنے میں سے لے لو تو ہم بیعت کر لیں اور راضی ہو جائیں اس امر پر کہ اگر ایک انصار میں کا حاکم ہلاک ہو جائے تو دوسرا انصار میں سے منتخب کر لیا جائے اور اگر مہاجرین میں کا حاکم ہلاک ہو جائے تو ان میں سے ایک منتخب کر لیا جائے اور یہ سلسلہ ہمیشہ تک قائم رہے جب تک یہ امت باقی ہے اور یہ مناسب ہے کہ امت محمدیہ میں اس طرح عدل کیا جائے برعکس اس کے اگر قریشی کو حکومت مل گئی تو انصاری اس کی مخالفت کرے گا اور اگر انصاری کو حکومت مل گئی تو وہ ڈرے گا کہ قریشی اس کی مخالفت کرے گا۔ پس حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور بعد حمد و ثنا باری تعالیٰ کہنے لگے اللہ نے اپنی مخلوق پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور انکی امت پر ان کو گواہ مقرر کیا تاکہ خداوند تعالیٰ کی عبادت کریں اور آپ نحالیکہ وہ اس زمانہ میں مختلف خداؤں کی پرستش کرتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ وہ نسب خداوند انکی شفاعت کریں گے اور انہیں نفع پہنچائیں گے حالانکہ وہ تراشے ہوئے پتھر اور زندہ کی ہوئی لکڑیاں تھیں پس رجوع

Presented by www.ziyaraat.net/

کرو تم آیہ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ آخر آیتہ کی طرف۔ پس اہل عرب کو برا معلوم ہوا کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کریں پس خداوند تعالیٰ نے مہاجرین کو مخصوص کر لیا ایسے وقت میں اس کے نبی کی تصدیق کریں اس پر ایمان لائیں اور جو ایذائیں ان کی قوم پہنچائے ان پر صبر کریں تمام قوم ان کی تکذیب و تحقیر کرتی تھی اور تمام لوگ ان کے مخالف ہوگئے تھے لیکن وہ باوجود اپنی قلت تعداد کے اور قوم کے غلبہ کے نہ گھبرائے پس پہلے وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین پر خدا کی عبادت کی اور پہلے جو خدا اور رسولؐ کے ساتھ ایمان لائے اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء و قرابت دار ہیں اور اس امر خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں ان کے ساتھ کوئی تنازعہ نہیں کرے گا۔ لیکن وہ کہ جو ظالم ہوگا اور تم اے معاشر انصار وہ ہو جن کی فضیلت کا انکار نہیں ہو سکتا اور نہ اس نعمت کا جو تمہیں اسلام میں حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین و اپنے رسول کا انصار بنایا ہے اور تمہاری طرف اپنے رسول کی ہجرت قرار دی ہے پس مہاجرین اولین کے بعد منزلت میں ہمارے نزدیک تم سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے پس ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو ہم جو کام کریں گے اور جو امور طے کریں گے وہ تمہاری صلاح و مشورہ سے ہوا کریں گے۔ اس کے بعد حباب بن منذر بن زید بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اے گروہ انصار اپنے ہاتھوں پر قابو رکھو یہ لوگ تمہاری حمایت میں اور تمہارے سایہ کے نیچے ہیں اور ان میں طاقت نہیں ہے کہ تمہاری مخالفت کریں تم لوگ اہل عزت و ثروت ہو تمہاری تعداد زیادہ ہے۔ تم صاحب بزرگی ہو اور لوگوں کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں کہ تم کیا کرتے ہو پس تم آپس میں مخالفت نہ کرو تاکہ تمہارے مشورہ میں فساد نہ پڑے اور تمہارے امور ناکامیاب نہ ہو جائیں تم پناہ دینے والے ہو اور تمہاری طرف رسول خداؐ کی ہجرت ہوئی اور تم ہی سابقین میں سے ہو جیسا کہ مہاجرین میں اور تم ان سے پہلے صاحب خانہ اور صاحب ایمان ہو قسم خدا کی انہوں نے خدا کی عبادت علانیہ نہیں کی لیکن تمہارے شہر میں اور نماز جامع کہیں نہیں ہوئی لیکن تمہاری مسجدوں میں۔ عرب اسلام کے لئے مغلوب نہیں ہوئے مگر تمہاری تلواروں سے پس تمہارا حصہ اس امر خلافت میں سب سے زیادہ ہے اور اگر یہ لوگ انکار کریں۔ تو ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک ان لوگوں میں سے ہو اب حضرت عمر کھڑے ہوئے اور کہا

افسوس ہے دو تلواریں ایک نیام میں جمع نہیں ہو سکتیں اور عرب اس کو گوارا نہ کریں گے کہ تم ان پر حکومت کرو در آنحالیکہ ان کا نبی تم میں سے نہیں تھا قطعاً" یہ ضروری ہے کہ اس امر خلافت کے وہ لوگ والی حاکم ہوں جن میں نبوت رہی ہے ہم میں سے نبی کا ہونا ہمارے مخالفین کے اوپر حجت ظاہرہ اور دلیل باہرہ ہے ہم سے محمد کی حکومت و میراث کے لئے کون تنازعہ کر سکتا ہے در آنحالیکہ ہم آنحضرتؐ کے اولیاء قرابت دار ہیں۔ جو ہم سے اس امر میں تنازعہ کرے گا وہ ظالم و گنہگار ہوگا۔ اور ورطہ ہلاکت میں پڑیگا۔ اب حباب ابن منذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اے معشر انصار اپنے ہاتھوں پر قابو رکھو اور اس شخص اور اس کے ساتھیوں کی باتوں کو نہ سنو ورنہ اس امر خلافت میں سے تمہارا حصہ جاتا رہے گا اگر یہ اس سے انکار کریں جو تم چاہتے ہو تو تم ان کو اپنے شہر سے نکال باہر کرو اور پھر اپنے اوپر اور ان لوگوں پر اس شخص کو حاکم بنا دو جس کو تم چاہتے ہو کیونکہ قسم بخدا تم اس امر کے مستحق ہو۔ کیونکہ اس امر کو تم نے اپنی تلواروں سے حاصل کیا ہے قسم بخدا اگر تم چاہو تو ہم پھر اس کو پہلے کی طرح کر دیں میرے قول کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا جو کریگا اس کو تلوار سے جواب دونگا اس پر عمر بن الخطاب نے کہا کہ یہ حباب ابن منذر ہے جو میری بات کا جواب دے رہا ہے۔ میرے لئے ممکن نہیں کہ میں اس کی مخالفت کروں کیونکہ ایک دفعہ زمانہ حیات رسولؐ میں میرے اور اس کے درمیان تنازعہ ہوگیا تھا اور عمل رسول خداؐ نے مجھے منع کر دیا اور میں نے قسم کھائی ہے کہ اب میں کبھی ایسی بات نہ کہوں گا جو اس کو بری لگے۔ پھر ابو عبیدہ کھڑے ہوئے اور کہا اے گروہ انصار تم وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے نصرت کی اور پناہ دی پس تم اس کو سب سے پہلے متغیر و تبدیل کرنے والے نہ بنو

مخالفت قیس (بشیر) بن سعد

راوی کہتا ہے کہ جب قیس (بشیر) نے دیکھا کہ تمام قوم سعد ابن عبادہ کو امیر بنانے پر متفق ہے تو سعد بن عبادہ کی مخالفت پر حسد کی وجہ سے آمادہ ہوا۔ اور قیس (بشیر) سرداران خزرج میں سے تھا اس نے کہا کہ اے گروہ انصار چونکہ جہاد میں ہم صاحب فضیلت ہیں اور دین میں سبقت

Presented by www.ziyaraat.net/

رکھنے والے ہیں لہٰذا ہم کو چاہئے کہ سوائے رضائے ربی و طاعت نبیؐ کے اور کچھ خود غرضی سے کام نہ لیں یہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگوں کے اوپر اس معاملہ کو طول دیں اور نہ ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم دنیاوی غرض اس امر میں ظاہر کریں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے یہ نعمت و احسان ہمارے اوپر کیا ہے یہ ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قریش میں سے تھے لہٰذا ان کی قوم ان کی میراث پانے کی مستحق اور انکے بجائے حکومت کرنے کی زیادہ سزاوار ہے مجھے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس امر میں ان کے ساتھ تنازع کروں خدا سے ڈرو ان کی مخالفت نہ کرو اور نہ ان کو دھوکہ دو

بیعت حضرت ابوبکر

راوی کہتا ہے کہ پھر ابوبکر کھڑے ہوئے اور بعد حمد و ثنا کے انصار کو جماعت کی طرف بلایا اور فرقہ بندی سے روکا اور کہا کہ میری یہ نصیحت ہے کہ تم ان دونوں میں سے ایک سے بیعت کر لو۔ ابو عبیدۃ بن الجراح یا عمر۔ عمر نے کہا۔ معاذ اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے در آنحالیکہ آپؐ ہمارے درمیان موجود ہیں آپؐ اس امر کے ہم سے زیادہ مستحق ہیں اور ہم سے پہلے آپ کو صحبت رسول حاصل ہوئی اور مال میں ہم سب سے زیادہ مہاجرین میں سے بہتر ہو دو میں کے ایک ہو۔ آپ نے نماز پڑھائی اور نماز دین اسلام کا افضل جزو ہے کس کے لئے جائز ہے کہ تم سے آگے بڑھے اور خلافت حاصل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تو بڑھایئے میں بیعت کرتا ہوں۔ عمر و ابوعبیدہ بیعت کرنے کے لئے آگے بڑھے ان دونوں سے پہلے قیس (بشیر) انصاری نے جھپٹ کر بیعت کر لی۔ حباب ابن المنذر نے اس کو ندادی کہ اے قیس (بشیر) چھوڑنے والے نے تجھے چھوڑ دیا یعنی تو قبیلہ سے عاق کر دیا گیا کس نے تجھ کو اس امر پر مجبور کیا کہ تو وہ کرے جو تو نے کیا اپنے ابن عم سعد بن عبادہ پر حسد کیا اس نے جواب دیا نہیں قسم بخدا میں نے اس امر سے کراہت کی کہ اس قوم کے ساتھ تنازعہ کروں جو اس امر کے مستحق ہیں۔ جب قبیلہ اوس کے لوگوں نے دیکھا کہ قیس (بشیر) ابن سعد نے جو بنو خزرج کے سرداروں میں سے تھا بیعت کر لی اور یہ دیکھا کہ مہاجرین کیا چاہتے ہیں اور یہ دیکھا کر خزرج سعد ابن عبادہ کو امیر بنانا چاہتے ہیں تو ان میں سے

چند لوگ آپس میں کہنے لگے اور اسید بن حضیران میں سے ایک تھا کہ اگر تم ایک دفعہ سعد کو اپنا امیر بنا لوگے تو پھر ہمیشہ خزرج کو یہ فضلیت تم پر رہے گی اور تم کو اس میں سے کبھی حصہ نہیں ملے گا۔ لہٰذا چلو کھڑے ہو اور ابوبکر سے بیعت کر لو۔ پس اس پر حباب ابن المنذر کھڑا ہوا اور اپنی تلوار کو پکڑ لیا۔ لوگ اس کی طرف دوڑے اور اس کی تلوار چھین لی۔ وہ اپنی چادر لوگوں کے منہ پر مارتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ بیعت سے فارغ ہوئے تو پھر حباب ابن المنذر نے کہا کہ اے گروہ انصار گویا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری اولاد مہاجرین کی اولاد کے دروازوں پر کھڑی ہوئی بھیک مانگ رہی ہے اور پانی بھی نہیں دیتے حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے حباب کیا یہ ڈر تم کو ہم سے ہے حباب نے کہا تم سے ڈر نہیں ہے بلکہ ان سے ہے جو تمہارے بعد آئیں گے ابوبکر نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہوگا تو پھر تم اور تمہارے اصحاب کو اختیار ہوگا جو چاہے کرو۔ ہماری اطاعت تمہارے اوپر نہیں رہے گی حباب نے کہا کہ افسوس ہے کہ اے ابوبکر جب میں اور تم مرجائیں گے تو پھر وہ لوگ آئیں گے جو ہمارے اوپر بلاؤں کو اپنے ساتھ لائیں گے۔

سعد ابن عبادہ کا بیعت ابوبکر سے تخلف کرنا

سعد ابن عبادہ نے کہا کہ اے ابوبکر قسم بخدا اگر مجھ میں چلنے کی طاقت ہوتی تو تو اطراف عالم میں میری ایسی آواز سنتا جو تجھ کو اور تیرے اصحاب کو یہاں سے نکال دیتی اور تو اپنے ان ہی لوگوں میں جا ملتا جو ہمیشہ خادم اور مطیع رہے نہ کہ مخدوم و مطاع جو ہمیشہ گمنام رہے ہیں نہ کہ صاحب عزت لیکن حضرت ابوبکر سے سب لوگوں نے بیعت کر لی یہاں تک کہ قریب تھا کہ سعد بن عبادہ پیروں میں کچلا جاتا سعد نے کہا کہ تم نے تو مجھ کو مار ڈالا کہا گیا کہ اس کو قتل کردو سعد کو خدا قتل کرے اس پر سعد نے کہا کہ مجھے اس جگہ سے اٹھا کر لے چلو چنانچہ اس کو اس کے اپنے گھر لے گئے پھر ابوبکر نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ اب آن کر تم بھی بیعت کر لو۔ تمہاری قوم نے بیعت کر لی ہے اس نے جواب میں کہلا بھیجوایا کہ میں تم کو اپ نے ترکش کے تمام تیروں سے مارونگا اور اپنی سنان کو تمہارے خون سے رنگین کروں گا اور اپنے خاندان قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مل کر تم سے جنگ کرونگا اور قسم بخدا اگر تمام لوگوں کے ساتھ یہاں تک کہ میں اپنے خدا سے ملاقات کروں اور اپنا حساب دوں جب یہ پیغام ابوبکر کو ملا تو عمر نے کہا کہ اس کو نہ چھوڑو

Presented by www.ziyaraat.net/

جب تک یہ تم سے بیعت نہ کرلے اس پر قیس (بشیر) ابن سعد نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اب اس نے تم سے انکار کر دیا ہے وہ ہرگز تمہاری بیعت نہیں کرے گا یہاں تک کہ قتل ہو جائے اور وہ نہیں کرے گا جب تک اس کے ساتھ اس کی اولاد و اہل بیت و قرابت دار قتل نہ ہو جائیں اور تم ان لوگوں کو قتل نہ کر سکو گے۔ اور خزرج قتل نہ ہوں گے جب تک تمام قبیلہ اوس کے لوگ قتل نہ ہو جائیں پس تم اس امر میں فساد نہ پیدا کرو جو تمہارے لئے درست ہوگیا ہے اس کو تم چھوڑ دو اس کو چھوڑنا تم کو نقصان نہیں پہنچائے گا وہ صرف ایک اکیلا آدمی ہے پس انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور بشیر بن سعد کا مشورہ قبول کر لیا اور وہ بشیر ابن سعد سے اس بات میں صلاح لیتے تھے جو سعد کے متعلق ہوتی تھی۔ سعد ابن عبادہ نے کبھی ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور نہ ان کے مجمع میں شامل ہوا اور اگر اسے ناصر و مددگار مل جاتے تو وہ ضرور ان لوگوں سے جنگ کرتا اور ایک آدمی بھی اس کی بیعت ان لوگوں سے جنگ کرنے پر کر لیتا۔ تو وہ ضرور جنگ کرتا یہ حالت اسی طرح رہی جب تک کہ ابوبکر نے انتقال کیا اور حضرت عمر نے حکومت سنبھالی اس وقت سعد ابن عبادہ شام کی طرف چلے گئے اور وہیں مر گئے اور کسی سے انہوں نے بیعت نہیں کی اور بہ تحقیق کہ بنو ہاشم حضرت علی کے پاس جمع ہوگئے اور ان میں زبیر بن العوام بھی تھے ان کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطالب تھیں اس وجہ سے وہ اپنے تئیں بنو ہاشم میں شمار کیا کرتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہم میں سے تھا یہاں تک کہ ان کے لڑکے جوان ہوئے اور جب وہ جوان ہوگئے تو انہوں نے زبیر کو ہم سے منحرف کرادیا۔ بنو امیہ عثمان کی طرف جمع ہوئے اور بنو زہرہ سعد و عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف جمع ہوئے اور یہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے ابوبکر اور ابو عبیدۃ بن الجراح ان کے پاس آئے جب کہ ابوبکر کی بیعت ہو چکی تھی تو عمر نے ان سے کہا کہ میں تم کو یہاں کیوں جمع دیکھتا ہوں۔ اٹھو اور ابوبکر کی بیعت کرو۔ میں نے اور انصار نے اس کی بیعت کر لی ہے اور اس پر عثمان بن عفان اور تمام بنو امیہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی اور پھر سعد و عبدالرحمٰن اور ان کے ساتھی اٹھے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ لیکن حضرت علیؑ اور حضرت عباس اور جو بنو ہاشم ان کے ساتھ تھے وہ بغیر بیعت کئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان کے ساتھ زبیر بن العوام بھی چلے گئے پس ان کی طرف حضرت عمر معہ ایک

جماعت کے جن میں اسید بن حضیر و سلمہ بن اشیم تھے گئے اور کہا کہ چلو ابوبکر کی بیعت کرو انہوں نے انکار کیا۔ زبیر بن العوام تلوار لے کر نکلے۔ حضرت عمر گھبرا کر لوگوں سے کہنے لگے کہ اس آدمی کو پکڑ لو۔ پس ان لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ سلمہ بن اشیم نے اچھل کر تلوار چھین لی۔ اور زبیر کو دیوار سے دے مارا اور اس کو پکڑ کر لے گئے اس حالت میں اس نے بیعت کر لی اور اسی طرح بنو ہاشم نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت علیؑ کا بیعت ابوبکر سے انکار کرنا

پھر حضرت علیؑ کو پکڑ کر ابوبکر کے پاس لائے۔ حضرت علیؑ کہتے جاتے تھے کہ خدا کا مطیع بندہ اور رسولؐ کا بھائی ہوں ان سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیعت کا میں تم سے زیادہ مستحق ہوں میں تم سے ہرگز بیعت نہ کروں گا۔ تم کو چاہئے کہ مجھ سے بیعت کر لو۔ تم نے انصار سے یہ امر خلافت اس دلیل کے ساتھ لیا ہے کہ تم کو رسول خداؐ سے قرابت ہے جو ان کو حاصل نہیں تھی اور اب ہم اہل بیت سے یہ امر خلافت تم غصب کر کے لیتے ہو کیا تم نے انصار سے بحث نہیں کی کہ تم اس امر خلافت کے ان کی نسبت زیادہ مستحق ہو کیونکہ محمد تم میں سے تھے اس دلیل کو مان کر انہوں نے یہ امر تمہارے سپرد کر دیا اور حکومت تم کو دیدی۔ اب میں تم پر وہی حجت قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر حجت قائم کی تھی ہم رسول خداؐ کے ان کی حیات و ممات میں ولی و وارث ہیں پس اگر تم محمد و اسلام پر ایمان لائے ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کرو۔ ورنہ تم یہ ظلم جان بوجھ کر کر رہے ہو۔ عمر نے کہا کہ ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے جب تک تم بیعت نہ کر لو گے حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ وہ نفع تو حاصل کر لے جس میں تیرا ہی حصہ ہے اب ابوبکر کے لئے تو شدت کرتا ہے تاکہ کل وہ اس کو تیری طرف واپس کر دے پھیر دے پھر آپؑ نے فرمایا اے عمر قسم بخدا میں تیرا قول قبول نہیں کروں گا اور ابوبکر کی بیعت نہیں کرونگا۔ ابوبکر نے کہا کہ اگر تم میری بیعت نہیں کرتے تو میں تم کو مجبور نہیں کرتا۔ ابوعبیدہ قیس الجراح نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابن عم تم عمر میں چھوٹے ہو اور یہ لوگ تم سے عمر میں بڑے ہیں تمہارا تجربہ ان امور کا ان کے برابر نہیں ہے اور امور سیاسیہ کی واقفیت جو

Presented by www.ziyaraat.net/

ان کو ہے وہ تم کو نہیں ہے اور میں ابوبکر کو اس امر کے لئے تم سے قوی تر پاتا ہوں لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم ان کی بیعت کر لو۔ اور اگر تمہاری زندگی۔ باقی رہی تو پھر یہ تمہارے لئے ہے کیونکہ تم اس امر خلافت کے لئے موزوں ہو اور یہ تمہارا حق ہے بہ سبب تمہارے فضل و قوت دینی اور تمہارے علم و فہم کے اور بہ سبب سبقت اسلامی اور دامادی رسول کے اس پر حضرت علیؑ نے کہا کہ اے گروہ مہاجرین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریاست و سرداری و حکومت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کو ان کے مقام عزت سے نہ ہٹاؤ قسم بخدا اے گروہ مہاجرین ہم تم سب سے امر خلافت کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں کیونکہ ہم اہل بیت رسول ہیں اگر کوئی قاری قرآن فقیہ دین خدا' عالم سنت رسولؐ و صاحب اطلاع امور رعایا' عادل' منصف' رعایا سے ان کی تکالیف کا دور کرنے والا ہے تو ہم میں۔ پس تم اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے بعید ہو جاؤ گے۔ بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ یا علیؑ۔ اگر انصار تم سے یہ کلام ابوبکر سے بیعت کرنے سے پہلے سنتے تو کبھی تمہاری مخالفت نہ کرتے' راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ رات کو حضرت فاطمہؑ کو سواری پر بٹھا کر مجلس انصار میں لے جاتے تھے اور طالب نصرت ہوتے تھے۔ اور وہ لوگ جواب دیتے تھے کہ اے دختر رسولؐ۔ ہماری بیعت اب ابوبکر کے لئے ہو گئی ہے اور اگر آپؑ کے شوہر و ابن عم ابوبکر سے پہلے ہمارے پاس آتے۔ تو ہم کبھی ان سے انکار نہ کرتے۔ حضرت علیؑ جواب دیتے تھے کہ کیا میں جسد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے غسل و کفن ان کے گھر میں چھوڑ کر ان کی حکومت و سرداری کے لئے لوگوں سے تنازعہ کرتا پھرتا اور حضرت فاطمہؑ جواب دیتی تھیں کہ جو ابوالحسنؑ نے کیا وہی ان کے لئے مناسب تھا اور ان لوگوں نے جو کیا اس کا حساب اللہ تعالیٰ ان سے لے گا اور ہمارے حق کا طالب ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام نے کس طرح بیعت کی

راوی کہتا ہے کہ ابوبکر نے ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی بیعت سے تخلف کیا تھا۔ تلاش کرنا شروع کیا اور ان کو حضرت علیؑ کے گرد پایا پس ان کی طرف حضرت عمر کو بھیجا۔ حضرت

عمر نے حضرت علیؑ کے گھر پر آواز دی۔ ان لوگوں نے باہر آنے سے انکار کیا اس پر حضرت عمر نے (خدا ان سے بہت خوش ہو) لکڑیاں جلانے والی منگائیں اور کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ باہر نکل آؤ ورنہ میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا وہ لوگ جو اس میں ہیں سب جل جائیں گے لوگوں نے عمر سے کہا کہ اس گھر میں تو فاطمہؑ بنت رسول بھی ہیں حضرت عمر نے جواب دیا کہ ہوا کریں مجھے اس کی پروا نہیں ہے اس پر وہ سب لوگ سوائے حضرت کے نکل آئے اور بیعت کر لی حضرت علیؑ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں گا نہ گھر سے باہر نکلوں گا اور نہ اپنے کندھے پر ردا ڈالوں گا۔ حضرت فاطمہؑ اپنے بیت الشرف کے دروازہ پر آن کر کھڑی ہوگئیں اور فرمایا کہ میں ایسی قوم سے سروکار نہیں رکھتی جو اتنی بدی کرتی ہے تم رسول خداؐ کے جنازہ کو ہمارے درمیان میں چھوڑ کر چلے گئے اور اس امر کو خود ہی فیصلہ کر لیا اور ہم کو پوچھا تک نہیں اور ہمارے حق کو ہم سے چھین لیا پس حضرت عمر واپس حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم اس متخلف سے اپنی بیعت کیوں نہیں لیتے اس پر ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ انہیں بلا لاؤ۔ قنفذ حضرت علیؑ کے پاس گیا حضرت علیؑ نے کہا کہ تیری کیا حاجت ہے اس نے کہا کہ آپ کو خلیفہ رسول اللہ بلاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کتنی جلد تم نے رسول خداؐ پر بہتان باندھا ہے قنفذ واپس آیا اور یہی جواب ابوبکر کو لا کر پہنچایا۔ ابوبکر دیر تک روتے رہے۔ عمر نے پھر کہا کہ اس متخلف کو مت چھوڑو پھر حضرت ابوبکر نے قنفذ سے کہا کہ جا کر کہو کہ امیر المومنینؑ تمہیں بلاتے ہیں کہ تم ان کی بیعت کر لو۔ قنفذ آیا اور اسی طرح علیؑ سے پیغام ادا کیا۔ حضرت علیؑ نے آواز بلند کر کے کہا کہ سبحان اللہ وہ شخص اس چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کی نہیں۔ قنفذ واپس آیا۔ اور یہی جواب ابوبکر کو لا کر دیا۔ پس حضرت ابوبکر سن کر بہت دیر تک روتے رہے پھر حضرت عمر کھڑے ہوئے اور ایک جماعت کو لے کر حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر آئے اور دق الباب کیا۔ جب حضرت فاطمہؑ نے ان کی آواز سنی تو آواز بلند کر کے فریاد کی کہ اے والد بزرگوار' اے رسول خداؐ ہم کو آپ کے بعد ابن الخطاب وابن ابی قحافہ سے کیا کیا مصیبتیں دیکھنی نصیب ہوئی ہیں جب اس جماعت نے حضرت فاطمہؑ کی آواز سنی اور گریہ و زاری ملاحظہ کی تو وہ روتے ہوئے

Presented by www.ziyaraat.net/

واپس ہوگئے اور عنقریب تھا۔ کہ ان کے دل دہل جائیں اور جگر پھٹ جائیں صرف حضرت عمر ایک قلیل جماعت کے ساتھ باقی رہ گئے اور انہوں نے حضرت علیؑ کو زبردستی حضرت فاطمہؑ کے گھر سے نکال لیا اور ان کو لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے وہاں ان سے کہا کہ تم ابوبکر کی بیعت کرو آپؑ نے جواب دیا کہ میں ہرگز بیعت نہ کروں گا اس پر ان لوگوں نے کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے کہ ہم تمہاری گردن جدا کر دیں گے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا تم عبد خدا اور برادر رسول کو قتل کروگے حضرت عمر نے کہا کہ عبد خدا تو ضرور ہو لیکن رسولؐ کا بھائی ہونا تسلیم نہیں اور ابوبکر بالکل خاموش رہے کچھ نہ بولے اس پر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم کیوں ان کو بیعت کا حکم نہیں دیتے انہوں نے جواب دیا کہ جب تک فاطمہؑ ان کے پہلو میں ہیں کچھ نہ کہونگا۔ وہاں سے حضرت علیؑ قبر رسولؐ پر آئے اور فریاد ونالہ بلند کیا اور رو رو کر فریاد کرنے لگے (جس طرح حضرت ہارون نے کی تھی) کہ اے بھائی قوم نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ قتل کرتے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ فاطمہؑ کے پاس چلیں۔ ہم نے ان کو غضبناک کر دیا ہے پس ان دونوں نے حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر آکر اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت فاطمہؑ نے ان کو اجازت نہ دی تو وہ دونوں مشکل کشا کے پاس آئے پس حضرت علیؑ ان کو اندر لے گئے جب وہ دونوں حضرت فاطمہؑ کے پاس آکر کھڑے ہوئے تو حضرت فاطمہؑ نے ان کی طرف سے منہ موڑ کر دیوار کی طرف رخ کر لیا ان دونوں نے آپؑ پر سلام کیا لیکن حضرت فاطمہؑ نے جواب سلام نہیں دیا ابوبکر نے کہا اے حبیبہ رسول خداؐ خدا قسم بخدا مجھے رسول اللہؐ کے قرابت دار اپنے قرابتداروں سے زیادہ عزیز ہیں اور بتحقیق کہ آپؑ میرے نزدیک عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں کاش میں اس دن ہی مرجاتا جس دن کہ آپؑ کے والد بزرگوار نے رحلت فرمائی اور ان کے بعد باقی نہ رہتا کیا آپؑ کا خیال ہے کہ آپؑ کے فضل و شرف سے واقف ہوتے ہوئے میں نے آپؑ کو آپؑ کا حق اور آپؑ کی میراث نہیں دی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپؑ کے والد بزرگوار جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ہم ورثہ نہیں چھوڑتے جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے حضرت فاطمہؑ نے اس بحث کے دوبارہ کرنے کو بے فائدہ خیال کرکے) فرمایا کیا تم دونوں چاہتے ہو کہ تمہیں رسول خداؐ کی ایسی

حدیث سناؤں جس کو تم جانتے ہو انہوں نے عرض کی ضرور آپؑ وہ حدیث سنائیں حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ میں تم کو قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا تم نے رسول خداؐ کو یہ کہتے نہیں سنا کہ فاطمہؑ کی خوشنودی میری خوشنودی ہے اور فاطمہؑ کا غضب میرا غضب ہے پس جس نے میری دختر فاطمہؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہؑ کو راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا اور جس نے فاطمہؑ کو غضبناک دلایا اور آزردہ کیا اس نے مجھے غضبناک دلایا اور آزردہ کیا ان دونوں نے کہا ہاں ہم نے یہ حدیث جناب رسول خداؐ سے سنی ہے اس پر جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے آزردہ کیا اور غضبناک دلایا اور تم نے مجھے راضی نہیں کیا اور جب میں رسول خداؐ سے ملاقات کرونگی تو تم دونوں کی شکایت ان سے کرونگی حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے اور آپؑ کے غضب سے اے فاطمہؑ اور پھر حضرت ابوبکر بہت روئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کی جان جاتی رہے لیکن حضرت فاطمہؑ کہتی جاتی تھیں کہ قسم بخدا ہر ایک نماز میں جو میں پڑھوں گی تیرے لئے بد دعا کروں گی پھر جب حضرت ابوبکر باہر آئے تو لوگ ان کے پاس جمع ہوگئے ابوبکر نے ان سے کہا کہ تم سب تو اپنے گھروں میں آرام کرتے ہو اور اپنی بیویوں کے گلے میں ہاتھ ڈال کر سوتے ہو اور تم نے مجھ کو اس حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ جس میں میں ہوں مجھ کو تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے میری بیعت کو تم اپنی گردنوں سے نکال دو ان لوگوں نے کہا کہ اے خلیفہ رسول پھر یہ امر خلافت راست نہیں رہے گا اور تم خود اس سے واقف ہو کہ اگر تم دستبردار ہوگئے تو دین خدا قائم نہیں رہے گا۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ اگر ایسا نہ ہوتا اور میں اس رسی کی کمزور سے آگاہ نہ ہوتا تو میں ایک رات بھی اپنی گردن میں ایک مسلمان کی بیعت لئے ہوئے نہ گزارتا بعد اس کے جو میں نے فاطمہؑ سے سنا اور دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی وفات تک بیعت ابوبکر نہیں کی اور جناب فاطمہؑ نے اپنے والد بزرگوار کے بعد صرف پچھتر راتیں گذاریں۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ابو محمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ

کتاب الامامت و السیاست الجزء الاول صفحہ ۶ لغایت ۱۴ متن کتاب الامامت و السیاست میں کاتب کی غلطی سے بشیر ابن سعد کی جگہ قیس ابن سعد لکھا گیا سعد ابن عبادہ کے حسد کی وجہ سے جس نے حباب ابن المنذر کی مخالفت اور حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی وہ بزرگوار بشیر ابن سعد تھے نہ کہ قیس ابن سعد یہ بات تو خود کتاب کی عبارت سے ظاہر ہوتی ہے ملاحظہ ہو عبارت زیر عنوان تخلف سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ السقیفہ۔ پہلے تو یہ لکھا ہے کہ قیس بن سعد نے مشورہ دیا کہ سعد بن عبادہ کو قتل نہ کرو۔ ورنہ فساد ہوگا۔ اس مشورہ کے بعد لکھا ہے **وقبلوا مشورة بشیر بن سعد** یعنی انہوں نے بشیر بن سعد کا مشورہ قبول کر لیا۔ تاریخ ابن خلدون و دیگر کتب تواریخ سے قطعاً ثابت ہے کہ اس کا نام بشیر بن سعد تھا نہ کہ قیس بن سعد ملاحظہ ہو۔

ابن عساکر:۔ تاریخ الکبیر حصہ تہذیب الجلد الثالث ترجمہ بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن فلاس۔ صفحہ ۲۶۲۔

ملک المؤید عمادالدین ابوالفدا اپنی کتاب المختصر فی اخبار البشر میں سقیفہ کا حال اس طرح لکھتے ہیں عمر نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور پھر اور لوگوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ ان کی بیعت وسط ربیع الاول سن ۱۱ ہجری میں ہوئی۔ لیکن ان کی بیعت سے بنو ہاشم کی جماعت و زبیر و عتبہ بن ابی لہب، خالد بن سعید بن العاص و مقداد بن عمرو و سلمان فارسی و ابوذر عمار بن یاسر و براء بن عاذب و ابی بن کعب نے انکار کیا اور ان لوگوں نے حضرت علی ابن ابی طالب کی طرف رجوع کیا اور عتبہ بن ابی لہب نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے:۔

اسی طرح ابوبکر کی بیعت سے ابو سفیان لہوی نے تخلف کیا۔ پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو حضرت علیؑ کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا۔ کہ علیؑ کو اور ان کے ساتھیوں کو خانہ فاطمہؑ سے نکال دیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں پس حضرت عمر (خدا ان سے بہت خوش ہو) خانہ فاطمہؑ کو جلانے کے لئے آگ لے کر آئے ان سے حضرت فاطمہؑ نے ملاقات کی اور کہا کہ اے خطاب کے بیٹے کیسے آئے ہو کیا تم ہمارا گھر جلانے کے لئے آئے ہو حضرت عمر نے جواب دیا کہ ہاں تمہارا گھر جلاؤں گا ورنہ تم سب ابھی ابوبکر کی بیعت کر لو جس طرح اور لوگوں نے کی

ہے۔

تاریخ ابوالفداء الجزء الاول صفحہ ۱۵۶

اس بیعت کا حال صحیح بخاری سے بھی نقل کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ابوبکر محلہ سنح میں تھے یعنی مدینہ کے دوسرے سرے پر اچانک پر حضرت عمر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ بعد میں حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ اس وقت میرا دل میں سوائے اس کے اور خیال ہی نہیں گزرتا تھا کہ رسول خدا نے انتقال نہیں فرمایا اور خداوند تعالیٰ انہیں دوبارہ اٹھائے گا اور وہ ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹیں گے پس اتنے میں حضرت ابوبکر آگئے رسول خدا کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور اسے چوما اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ حالت زندگی میں بھی پاک و پاکیزہ تھے اور حالت موت میں بھی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے خداوند تعالیٰ آپ کو دو موتوں کے مزے نہیں چکھائے گا پھر حضرت ابوبکر باہر آئے اور عمر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے خاموش ہو جا اور بیٹھ جا۔ پس ابوبکر نے کلام کیا اور عمر بیٹھ گئے۔ ابوبکر نے بعد حمد و ثناء باری تعالیٰ کہا کہ جو محمدؐ کی پرستش کرتا تھا پس اسکو معلوم ہو کہ محمدؐ مرگئے اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا پس وہ خدا زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ اور پھر کہا کہ خدا نے فرمایا ہے (آیہ) تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں اور پھر یہ آیت پڑھی **وما محمد الا رسولؐ** ـــــ آخر آیت۔ پس لوگ رونے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ گروہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کی امارت پر جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے پس ان کی طرف ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح گئے وہاں جا کر حضرت عمر نے بولنا چاہا مگر حضرت ابوبکر نے ان کو خاموش کر دیا۔ بعد میں حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ میں نے بولنے کا ارادہ اس غرض سے کیا تھا ـــــــ کہ میں نے اپنے دل میں ایک کلام تیار کر رکھا تھا جو مجھ کو بہت پسند آیا تھا۔ پس میں ڈرا کہ ابوبکر کا دماغ اس بات تک نہ پہنچا ہو پھر ابوبکر نے کلام کیا اور نہایت عمدہ کلام کیا۔ اپنی گفتگو میں انہوں نے کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر ہو۔ حباب

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن المنذر نے کہا کہ ہم یہ نہیں کریں گے بلکہ ایک امیر ہم میں سے ہو۔ اور ایک تم میں سے ہو ابوبکر نے کہا کہ نہیں ہم امیر اور تم وزیر ہو کیونکہ قریش گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں اور نیز حسب کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں پس تم کو چاہئے کہ عمر یا ابو عبیدہ بن الجراح سے بیعت کر لو۔ عمر نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ کیونکہ تم ہمارے سردار ہو۔ ہم سب سے بہتر ہو۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محبوب ترین شخص ہو۔ پس عمر نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا۔ اور بیعت کر لی ایک کہنے والے نے کہا کہ تم نے تو سعد بن عبادہ کو مار ڈالا۔ عمر نے کہا۔ کہ خدا اسے **قتلتم سعد بن عبادة قال عمر قتله اللّٰه** مارے۔

صحیح بخاری :۔ کتاب الفضائل اصحاب النبی صاحب حبیب السیر واقعات سقیفہ کے بعد لکھتے ہیں:۔ روز دیگر بیعت عام پیوست ۔ بقتضائے ایں بیت

ز مشرق تا بمغرب گر امام است علی و آل او مارا تمام ا

حبیب السیر :۔ جلد اول جز و چہارم صفحہ ۲۔

دیگر کتب تواریخ میں بھی یہ واقعات کم و بیش اسی طرح درج ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ابن عساکر :۔ تاریخ الکبیر حصہ تہذیب الجلد الثالث۔ ترجمہ بشیر بن سعد صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث صفحہ ۱۹۹ لغایت ۲۰۲ ۲۰۷ لغایت ۲۱۳ اسماعیل بن عمر بن کثیر الشامی :۔ البدایتہ و النہایتہ فی التاریخ الجزء الخامس صفحہ ۲۴۶

حسن دیار بکری :۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶

ابن الاثیر :۔ تاریخ الکامل

تاریخ الخمیس اور تاریخ ابن خلدون کے حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں بشیر ابن سعد انصاری کے علاوہ زید ابن ثابت انصاری نے بھی اپنے انصار بھائیوں سے مخالفت کر کے حضرت عمر و حضرت ابوبکر کی طرف داری کی۔ ملاحظہ ہو۔

ریاض البنضرہ :۔ محب الدین طبری۔ الجزء الاول صفحہ ۱۶۶

علاوہ دیگر انعامات و اکرام کے جو ان کو اس کے صلے میں ملے ایک یہ بھی انعام تھا کہ وہ

حکومت کے مقربین میں سے ہوگئے۔ یہاں تک کہ قرآن کے جمع کرنے کا کام اس ہی نوجوان کے ذمہ لگایا گیا۔ حالانکہ تین چوتھائی کے قریب قرآن شریف ان کے سن بلوغ سے پہلے نازل ہو چکا تھا اور وہ لوگ موجود تھے جو شروع تنزیل سے قرآن شریف کو آیت بہ آیت لکھ رہے تھے۔

ان واقعات پر ہم ابھی تبصرہ کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے ہم یہ بھی معلوم کر لیں کہ خود کارکنان سقیفہ اس تمام کاروائی کو کیسا سمجھتے تھے اور یہ ہم ان کی اپنی زبانی بتاتے ہیں۔ حضرت عمر کو ڈر ہوا کہ کہیں سقیفہ بنی ساعدہ کی نیٹر قائم کر کے لوگ اس شخص کی بیعت نہ کر لیں۔ جس کو خلافت سے محروم کرنے کے لئے انہوں نے اب تک اتنی کوشش کی تھی، لہٰذا انہوں نے لوگوں کو ان الفاظ میں روکا۔

مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اگر عمر مر جائے گا تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا۔ کسی شخص کو دھوکہ میں نہ رہنا چاہئے۔ کہ ابوبکر کی بیعت تو ایک ناگہانی اچانک آفت تھی۔ لیکن وہ پوری ہوگئی۔ خبردار بیشک ابوبکر کی بیعت ناگہانی بغیر مشورہ کے ہوئی تھی لیکن خداوند تعالیٰ نے اس کے شر سے جو اس کا لازمی نتیجہ تھا مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں اس طرح اٹھتی ہوں جس طرح ابوبکر کی طرف اٹھتی تھیں۔ پس آئندہ سے جو کوئی شخص کسی سے بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے بیعت کر لے تو نہ تو اس کی بیعت کی جائے جس کی بیعت اس نے بغیر مشورہ کے کی ہے اور نہ اس بیعت کرنے والے کی پیروی کی جائے اگر کوئی ایسا دھوکہ کھا لے تو وہ دونوں قتل کرائے جائیں جب رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی تو ابوبکر ہم سب میں بہتر تھا۔ لیکن انصار ہمارے خلاف ہوگئے اور خود تنہا سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے اور علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں نے ہماری مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکر کی طرف جمع ہوئے میں نے ابوبکر سے کہا اے ابوبکر چلو اپنے بھائی انصار کی طرف چلیں تب ہم ان کی طرف چلے۔ جب ہم ان کے نزدیک پہنچے تو ہماری ملاقات دو نیک آدمیوں سے ہوئی ان دونوں نے ہمیں بتایا کہ قوم انصار کا کیا مقصد ہے اور پھر ہم سے پوچھا کہ اے مہاجرین تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم اپنے بھائی انصار کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ کہ ہرگز تم وہاں نہ جاؤ بلکہ اپنے معاملہ کا فیصلہ تم خود ہی کر لو۔

Presented by www.ziyaraat.net/

میں نے کہا کہ نہیں ہم ضرور جائیں گے پس ہم چلے یہاں تک کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے وہاں ہم نے ایک آدمی کو چادر میں لپٹے ہوئے بیٹھے دیکھا میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ سعد ابن عبادہ ہے میں نے کہا کہ اسے کیا ہوا ہے لوگوں نے کہا کہ اسے بخار چڑھا ہوا ہے۔ ہم بیٹھ گئے اتنے میں ان کا لیکچر دینے والا کھڑا ہوا۔ حمد و ثنا باری تعالیٰ کے بعد کہ ہم خداوند تعالیٰ کے انصار ہیں۔ ہم اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے مہاجرین وہ ہو جو اپنی قوم سے بھاگ کر آئے ہو اور اب چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے اصلی مقام سے ہٹا دو اور اس امر خلافت میں ہماری برابری کرو۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا اور بہ تحقیق میں نے ایک گفتگو اپنے دل میں حیلہ و مکر والی تیار کر لی تھی جو مجھے پسند آئی تھی پس میں چاہتا تھا کہ اس کو ابوبکر سے پہلے بیان کروں پس جب میں نے بولنے کا ارادہ کیا تو ابوبکر نے کہا کہ خاموش رہ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کو ناراض کروں پس ابوبکر نے بولنا شروع کیا اور مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقعت تھے قسم بخدا جو کچھ بات میں نے حیلہ و مکر کی تیار کی تھی۔ وہ ساری کی ساری انہوں نے کہہ ڈالی اور فی البدیہہ کہی بلکہ اس سے بہتر کہی پس انہوں نے کہا کہ جو کچھ اپنی نیکی تم نے بیان کی ہے۔ واقعی اس کے تم اہل ہو لیکن یہ امر خلافت قریش کے لئے ہے وہ نسب میں تمام عرب میں بہتر ہیں پس میں نے تمہارے لئے ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کو اس امر کے لئے پسند کیا ہے۔ ان میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو اس کے بعد ابوبکر نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کا ہاتھ پکڑا اور ابوبکر ہم دنوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ جو گفتگو ابوبکر نے کی تھی اس سب کو میں نے سوائے ایک بات کے پسند کیا' میں نہیں چاہتا تھا کہ میں آگے کیا جاؤں اور میری گردن ماری جائے (کیونکہ معاملہ ابھی خطرناک معلوم ہوتا تھا) کوئی محبوب شے مجھے گناہ کے اتنا نزدیک نہیں کرتی تھی جتنا یہ کہ میں اس قوم میں حکومت کروں جس میں ابوبکر ہوں مگر یہ کہ آراستہ کرے میرا نفس میرے واسطے موت کے نزدیک کوئی ایسی چیز جس کو میں اب نہیں پاتا ہوں یعنی مرتے دم تک میں ایسا ارادہ نہ کرونگا پھر انصار میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ میں وہ بڑی لکڑی ہوں جس کو لوگ شتر خانہ میں کھڑا کرتے ہیں جس سے اونٹ اپنا جسم کھجاتے ہیں اور میں وہ ستون ہوں جس کو ضعیف پھلدار درخت کے نیچے کھڑا کرتے ہیں ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو اے گروہ

قریش اس پر بیہودہ کلامی بڑھ گئی اور بہت غل غپاڑہ ہوا یہاں تک کہ اختلافات سے جدا ہو کر میں نے کہا کہ اے ابوبکر ہاتھ بڑھا انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے جھٹ بیعت کر لی پھر مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے بیعت کی پھر ہم سعد ابن عبادہ کی طرف جھپٹے تو ان میں سے کہنے والے نے کہا کہ تم نے تو سعد ابن عبادہ کو قتل ہی کر دیا عمر نے کہا کہ قسم بخدا ہم نے کسی امر کو جس میں ہم حاضر ہوئے ابوبکر کی بیعت سے قوی تر نہیں پایا ہم اس بات سے ڈرے کہ ہم یہاں سے بیعت کا معاملہ مکمل کئے بغیر چلے جائیں اور پھر ہمارے پیچھے وہ لوگ اپنے میں سے کسی سے بیعت کر لیں تو پھر ان دو نتیجوں میں سے ایک نتیجہ ہوئے یا تو ہم ان کی متابعت کریں جس کو ہم پسند نہیں کرتے یا ہم ان کی مخالفت کریں دونوں صورتوں میں فساد ہوتا پس جو شخص کسی شخص سے بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے بیعت کرے گا تو اس کی پیروی نہ کیجائے بلکہ وہ دونوں قتل کر دیئے جائیں۔

صحیح بخاری :۔ باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت الجزء الرابع صفحہ ۱۱۹۔ ۱۲۰

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری :۔ تاریخ الامم و الملوک الجزء الثالث صفحہ ۲۰۰۔

ابن حجر مکی :۔ صواعق محرقہ۔ باب الاول۔ فصل الاول صفحہ ۵۔

ابن الاثیر :۔ تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی صفحہ ۱۲۴۔

امام احمد حنبل :۔ مسند الجزء الاول صفحہ ۵۵۔

محب الدین الطبری :۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی۔ الفصل الثالث فی خلافۃ (ابی بکر) صفحہ ۱۶۴)

صحیح مسلم

شہرستانی :۔ کتاب الملل و النحل۔ الجزء الاول صفحہ ۱۶، ۱۷

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے بھی حضرت ابوبکر کی بیعت کو فلتتہ لکھا ہے۔

وکانت فلتۃ کفلتۃ الجاھلیتہ (تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۲۱۰)

یعنی یہ ساری کا راوئی بیعت ابوبکر کی ناگہانی بغیر مشورہ کے جاہلیت کے زمانہ کی سی آفت تھی روایت فلتتہ لکھنے کے بعد محب الدین طبری لفظ فلتتہ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

فلتتہ اس واقعہ کو کہتے ہیں کہ جو بغیر غور و تردد کے یک لخت ہو جائے اور ایسی ہی بیعت

Presented by www.ziyaraat.net/

ابوبکر کی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں نے فتنہ کے خیال سے جلدی کی تھی اور حضرت عمر نے یہ بات اس وجہ سے کہی کہ بیعت ابوبکر کی طرح کے واقعات صاحبان عقل و فہم کے لئے جائز نہیں کیونکہ ان کے بہت سے برے نتائج نکلتے ہیں۔ گویا فلتتہ اس کو کہتے ہیں کہ بغیر صاحبان حل و عقد کے اجتماع کے کسی امر کو اس طرح طے کر لیا جائے کہ مخالفت نہ ہو اور اپنی خواہش پوری ہو جائے پس جب بیعت ابوبکر صاحبان حل و عقد کے مجمع و اجتماع و اجماع کے بغیر ہوگئی تو اس ہی وجہ سے عمر نے کہا جو کہا (یعنی یہ کہ وہ فلتتہ ہوئی تھی) اور خدا نے اس کے شر سے بچا لیا کیونکہ اس طرح بیعت ہونے سے بہت سے فتنوں اور عداوتوں کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اسی وجہ سے عمر نے کہا۔ کہ خدا نے اس کے شر سے یعنی اس کے برے نتیجوں سے بچا لیا۔

محب الدین طبری :۔ ریاض النضرۃ' الجزء الاوّل' الفضل الثالث عشرفی خلافتہ ابی بکر صفحہ ۱۶۴۔

جب گروہ اہل حکومت نے دیکھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ والی بیعت بوجہ عدم موجودگی صاحبان حل و عقد خصوصاً بنی ہاشم ناقص و مہمل ہے تو انہوں نے ایک سیاسی چال چلی۔ جو ان کو مغیرہ بن شعبہ نے بتائی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اگر عباس بن عبدالمطلب کو کسی طرح اپنی طرف کر لیا جائے تو پھر یہ نقص دور ہو جائے گا۔ اور حضرت علیؑ و تمام بنو ہاشم پر ایک حجت پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ وہی تینوں حضرات یعنی ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بن الجراح ساتھ مل کر حضرت عباس کی خدمت میں حاضر ہوئے ان بزرگوں نے جو لچھے دار پر فنون گفتگو کی اس کو پڑھ کر بہت لطف آتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ناظرین اس سے محروم رہیں۔ اس علم میں کہ حکومت الٰہیہ کن طریقوں اور ترکیبوں سے حاصل کی گئی تھی یہ گفتگو بہت اچھا اضافہ کرے گی۔ یہ جناب رسول خدا کی رحلت سے دوسری رات کا واقعہ ہے۔

پھر مغیرہ ابن شعبہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابوبکر یہ بہتر ہوگا کہ تم عباس سے مول اور اس کو اس امر خلافت میں حصہ دینا کر لو جو اس کے اور اس کی اولاد کے لئے ہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دونوں (وہی ابوبکر و عمر) کو علیؑ و بنو ہاشم پر حجت ہو جائے گی جب عباس تمہارے ساتھ ہونگے پس (وہ ہی تینوں حصہ داران خلافت) ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ بن الجراح ملکر

عباس کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکر نے بعد حمد و ثنا خداوند تعالیٰ اس طرح گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور مومنین کے لئے حاکم مقرر کیا پس خداوند تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمتیں نازل کیں یہاں تک کہ ان کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ پس آنحضرتؐ نے اس امر خلافت کو لوگوں کے لئے چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ اپنے لئے اختیار کریں جو قرین مصلحت ہو گویا رسول خداؐ تو اس مصلحت سے واقف ہی نہ تھے) اور آپس میں متفق رہیں اور اختلاف کریں (اگر رسول خداؐ مقرر کر دیں تو وہ کیوں اختلاف نہ کریں) پس ان لوگوں نے مجھ کو اپنا حاکم و راعی مقرر کر لیا اور میں اپنی کمزوری حیرت و نامردی سے نہیں ڈرتا اور کچھ مجھ میں توفیق ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے ہمیشہ مجھے خبریں پہنچتی ہیں کہ چند طعنہ زن اس امر کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ جس پر عام مسلمانوں کا اجتماع ہوگیا ہے اور یہ طعنہ کرنے والے تم لوگوں کو اپنی آڑ بنا لیتے ہیں پس تم اس میں زیادہ کوشش کرنے سے ڈرو یا تو تم اس امر میں شامل ہو جاؤ جس میں عام مسلمان شامل ہوئے ہیں یا ان طعنہ زن لوگوں کو اپنے پاس نہ آنے دو بہ تحقیق ہم تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ ہمارا ارادہ ہے کہ تمہارے لئے اس امر خلافت میں سے کچھ حصہ دے دیں جو صرف تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کے لئے ہو کیونکہ تم رسول خدا کے چچا ہو۔ اور اگرچہ لوگ تمہاری اور تمہارے اصحاب کی منزلت سے واقف ہیں پھر بھی اس امر خلافت کو تمہیں نہ دیا۔ کیونکہ رسول خداؐ تم میں سے ہیں اور ہم میں سے ہیں (اس کے بعد حضرت عمر نے اس طرح سیاسی پھینکا مارا) خدا کی قسم ہم تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے کہ ہمیں تم سے کوئی حاجت ہے بلکہ ہم کو یہ برا معلوم ہوا کہ لوگ تم پر طعنہ کریں اس امر کے متعلق کہ جس میں تمام مسلمان شامل ہوگئے ہیں۔ پس تم اپنی اور اپنے عام لوگوں کی بھلائی پر نظر رکھو۔

کتاب الامامت والسیاست :۔ لابن قیتبہ صفحہ ۱۵

ابن ابی الحدید :۔ شرح نہج البلاغۃ الجزء الاول صفحہ ۷۴' ۱۳۲

حضرت عباس آخر فراست بنی ہاشم رکھتے تھے اس ساری چال کو تاڑ گئے اور ان الفاظ میں دندان شکن جواب دیا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اگر تم نے رسول خداؐ کے ذریعہ و توسل کی وجہ سے خلافت لی ہے تو تم نے ہمارا حق غصب کیا ہے۔ اور اگر مومنین کی وجہ سے خلافت حاصل کی ہے تو ہم مومنین میں سب سے زیادہ مقدم ہیں اگر تمہارا دعویٰ ہے یہ امر خلافت مومنین کی وجہ سے تمہارے لئے جائز ہوا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ ہم اس سے راضی نہیں اور یہ جو آپ خلافت کا حصہ ہم کو بخشنا چاہتے ہیں تو بات یہ ہے کہ اگر یہ تمہارا حق ہے تو ہم کو اس کی ضرورت نہیں اور اگر یہ مومنین کا حق ہے تو تم کو یہ جائز نہیں کہ اس طرح تقسیم کرتے پھرو۔ اور اگر یہ ہمارا حق ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ خلافت کا نقطہ ایک ہی حصہ لیں ساری خلافت ہمارا حق ہے اور یہ جو تم نے کہا کہ رسول اللہؐ ہم میں سے بھی ہیں اور تم میں سے بھی تو امر واقعہ یہ ہے کہ رسول خداؐ اس درخت میں سے ہیں جن کی ہم تو شاخیں ہیں اور تم فقط نزدیک کی اگی ہوئی چولائی ہو۔

ابن قیتبہ :۔ کتاب الامامت و السیاست الجزا الاول صفحہ ۱۵۔

ابن ابی الحدید :۔ شرح نہج البلاغۃ الجزء الاو ل صفحہ ۷۴، ۱۳۲

دیکھا آپ نے حضرت عباس نے کس طرح ان کو قائل کر دیا جو امر کسی اصول پر مبنی نہ ہو۔ اور حق اس کے خلاف ہو وہ اسی طرح مغلوب ہو جاتا ہے۔ برائے خدا اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو۔ کیا حکومت الہیٰہ اسی طرح حاصل کی جاتی ہے۔ اور حکومت الہیٰہ کے صاحبان امر اسی طرح لوگوں کو رشوت دیتے پھرتے ہیں اور ان کے حق کا مدار فقط اس پر ہی ہے۔ رشوت کی ایک اور مثال سنیئے۔

جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو ابوبکر نے لوگوں میں مال تقسیم کرنا شروع کیا زید بن ثابت کے ہاتھ بنی عدی بن النجار کی ایک ضعیفہ کے پاس اس کا حصہ بھجوایا اس عورت نے پوچھا کہ یہ کیا ہے زید بن ثابت نے کہا کہ یہ حصہ ہے جو ابوبکر نے عورتوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ تیرا حصہ مجھے بھیجا ہے۔ اس ضعیف نے کہا کہ کیا تم مجھ کو رشوت دے کر حق سے ہٹاتے ہو قسم بخدا میں قیامت تک ذرا سا بھی نہ لوں گی۔

ابن سعد طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ صفحہ ۱۲۹

اقتباسات سابقہ سے صاف عیاں ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں قریش میں سے صرف ابوبکر و

عمرو ابو عبیدہ بن الجراح ہی وہاں بیعت کے دن موجود تھے۔ سوائے ان حضرات کے قریش میں سے اور کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ اگر اس سے بھی زیادہ صراحت و ثبوت کی ضرورت ہے۔ تو وہ بھی حاضر ہے۔

حضرت ابوبکر کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں قریش میں سے سوائے عمرو ابو عبیدہ کے اور کوئی نہ تھا اور اس ہی وجہ سے ابوبکر نے بیعت کے لئے صرف ان دو بزرگواروں ہی کی طرف اشارہ کیا، ان کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور کا بھی ذکر کرتے جو وہاں موجود نہ تھا۔ ڈر یہ تھا کہ اگر لوگ اس مجلس سے بغیر کسی کی بیعت کئے ہوئے متفرق ہوگئے تو اپنا مقصود و مطلب فوت ہو جائے گا اور اگر وہ کسی غائب شخص کی بیعت کا اقرار بھی کر لیتے تو بہت ممکن تھا کہ بعد میں وہ اس سے پھر جاتے لہٰذا رائے صائب اور امر نیک یہی تھا کہ اس میں جلدی کی جائے اور فوراً بیعت لے لی جائے اور ان کے وعدہ کی توثیق اسی وقت موقعہ پر کر لی جائے۔

محب الدین الطبری :۔ ریاض النضرۃ، الجزء الاول القسم الثانی، الفصل الثالث عشر فی خلافت ابو بکر صفحہ ۱۶۵۔

سوائے ریاض النضرۃ کے دیگر کتب تواریخ میں یہی درج ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس دن اس مجلس خلیفہ ساز میں سوئے حضرت ابوبکر و عمرو عبیدۃ الجراح کے اور کوئی مہاجر موجود نہ تھا۔ ملاحظہ ہوں۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری :۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث صفحہ ۲۰۸

ابن عساکر :۔ تاریخ الکبیر حصہ تہذیب الجلد الثالث ترجمہ بشیر بن سعد بن ثعلبہ صفحہ ۲۶۳

محب الدین طبری کی بحث یہ معذرت پیش کرتی ہے اس امر کی کہ حضرت کا نام باوجود انکے افضل اور احق بالخلافت ہونے کے وہاں حضرت ابوبکر نے خلافت کے واسطے کیوں نہ پیش کیا لائق مؤلف کی بحث ہے کہ وہ تینوں حضرات جو محض ایک دوسرے کو خلافت کے لئے پیش کر رہے تھے۔ ان کی کسی خاص فضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ موقع کی نازک حالت کی وجہ سے تھا اپنا خاص مقصد و مطلب کو پورا کرنے کے لئے ایسا کیا گیا تھا۔ بیعت ابوبکر عجلت میں نازک حالت کے اندر ہوگئی۔ لوگوں کو موقعہ نہ ملا کہ اپنی عقل و رائے کو کام میں لاتے اور مستحق خلافت کو انتخاب

Presented by www.ziyaraat.net/

کرکے اس کو رائے دیتے یہ عذر ہماری بہت سی بحثوں کی تائید کرتا ہے ورنہ بذات خود کچھ معقول نہیں، اگر نیت صاف تھی تو حضرت علیؑ یا ان کے نائب کو کیوں نہ لے گئے حضرت علیؑ سے کہا تو ہوتا۔ یہ تو بالکل چھپ کر نکل گئے۔ اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حالات ایسے تھے کہ مہاجرین میں سے حضرات وہاں موجود تھے صرف ان کا ہی ذکر آسکتا تھا۔ چونکہ یہ تین وہاں تھے لہٰذا چوتھے کا ذکر نہیں آسکتا تھا اس سے ہمارے اس دعوے کی بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ کے ذکر کو وہاں آنے سے روکنے کے لئے ہی ان واقعات کو اس طرح مرتب کیا گیا تھا۔

جن طریقوں سے اور جن حالات کے اندر حضرت ابوبکر کے حق میں بیعت حاصل کی گئی وہ ناظرین کو معلوم ہوگئے۔ اب ہم ان کی توجہ ان واقعات کے ہر ایک پہلو پر منعطف کراتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ہم ناظرین کے فہم و ذکاء پر چھوڑتے ہیں۔

جوں جوں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مرض بڑھتا جاتا تھا اور زیست کی امید گھٹتی جاتی تھی لوگوں کے دلوں میں قدرتی طور پر یہ خیال طاقت پکڑتا جاتا تھا کہ آنحضرت کے بعد آپؐ کا جانشین اور امت کا سردار اور ہادی کون ہوگا۔ کیونکہ مشیت الٰہی نے پیغمبری کے ساتھ ساتھ آپؐ کو حکومت بھی عطا فرمائی تھی۔ جہاں تک جناب رسول خدا کی خواہش اور آپؐ کے انتخاب کا سوال تھا آپؐ نے صاف اور صریح الفاظ میں اپنے داماد و ابن عم و افضل ترین امت کو اپنا جانشین اور امت کا سردار مقرر کر دیا۔ آپؐ کے افعال اور اقوال اور خصوصاً" غدیر خم کے واقعات نے کوئی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ایک ایسی جماعت حضرت علیؑ کے خلاف پیدا ہوگئی تھی جو ان کی حکومت نہیں چاہتی تھی۔ اس کے کیا وجوہات تھے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ نبوت کی وجہ سے جو شرف بنو ہاشم کو حاصل ہوگیا تھا وہ بہت سے دیگر قبائل کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ اور وہ لوگ جو دین پر دنیا کو ترجیح دیتے تھے نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و حکومت ایک قبیلہ میں چلی جائے اور ان کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں ہمیشہ کے لئے یہ حکومت اس قبیلہ میں مستقل نہ ہو جائے بنو ہاشم کے مد مقابل بنو امیہ تھے لیکن ان کا سردار ابو سفیان ابھی تک زندہ تھا اور اس نے جو سلوک اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ کیا ہوا تھا اور جس بد دلی اور مجبوری کے ساتھ آخری وقت میں کوئی اور چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔

اس نے یہ موقعہ نہ چھوڑا کہ بنو امیہ کا سردار بھی آنحضرتؐ کی جانشینی کے لئے ایک امیدوار ہو سکتا۔ دیگر قبائل میں حضرت عمر جیسا سیاسی قابلیت اور موقع شناسی رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر اگرچہ گمنام قبیلوں میں سے تھے۔ لیکن واقعات نے ان کو ایسا موقعہ دے دیا کہ سیاسی و دور اندیشی و موقعہ شناسی کے ساتھ وہ اپنی ایک جماعت بنا کر حکومت کے امیدوار بن سکتے تھے۔ اور حضرت عمر کو کارکنان قضا و قدر نے ایک خاص سیاسی قابلیت اور موقعہ شناسی کی اہلیت عطا کی ہوئی تھی۔ ان کی ذہانت و ذکاوت نے ان کو اچھی طرح بتا دیا تھا۔ کہ وہ خود تن تنہا اپنی خشونت طبع کی وجہ سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتے اور بغیر اس کے امارت و حکومت حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ قیام حکومت کے ساتھ استقامت حکومت کی طرف فوراً" ذہن منتقل ہوتا ہے موجودہ حاکم کے بعد کون اس کا جانشین ہوگا۔ یہ خیال ہر ایک کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور حضرت عمر کا دماغ اس سے خالی نہ تھا لہٰذا انہوں نے اپنے منصوبوں کی کامیابی کے لئے ایک ایسا اپنا ساتھی منتخب کیا جو ان کی طبیعت کے نقائص کی پردہ پوشی کر سکے اور ساتھ ہی ان کا ماتحت بھی رہے اور ان کے اشاروں پر چلے وہ ساتھی حضرت ابوبکر تھے۔ یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ زمانہ جاہلیت میں ان دونوں بزرگواروں میں کوئی خاص دوستی نہ تھی صرف اتنا تھا کہ ایک دوسرے کو جانتے تھے اور الگ الگ رہتے تھے یہ چولی دامن کا ساتھ جو اسلام کے بعد ہوا اس سے پہلے نہ تھا۔ یہ اتحاد یہ اتفاق اور یہ دوستانہ حضرت عمر نے عمداً" پیدا کیا اور اس کو ایک ذریعہ قرار دیا ان منصوبوں کی کامیابی کا جو حضرت عمر کے دماغ میں اسلام کے بعد ایک عرصہ سے نشوونما پا رہے تھے۔ لیکن جن کے علانیہ اظہار کا وقت صرف آنحضرتؐ کی رحلت کے نزدیک آیا۔ حضرت ابوبکر کے حلم و نرمی طبع نے حضرت عمر کی خشونت طبع و درعونت مزاج کے ساتھ مل کر ایک ایسا مرکب پیدا کر دیا تھا جو جہلاء عرب کی تالیف قلوب کے لئے نہات موزوں تھا ان دونوں حضرات کی صاحبزادیوں کا جناب رسول خدا کے حرم محترم کے اندر ہونا حضرت عمر کے منصوبوں کی کامیابی کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔

واقعات کو پرکھنے والے جانتے ہیں کہ اگر سقیفہ بنی ساعدہ کی جدوجہد میں حضرت ابوبکر کا حلم اور مصالحت آمیز رویہ نہ ہوتا تو حضرت عمر کی درشتی طبع و سختی مزاج تو موقعہ کو کھو چکی تھی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

صرف تین ہی آدمی تو تھے وہاں سے خوب پٹ کر نکلتے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کو وہاں تک صرف حضرت عمر کی موقعہ شناسی اور سرعت فہم ہی لے گئی تھی ورنہ یہ تو وہیں مدینہ میں بیٹھے رہتے جن سرعت و مضبوط ارادہ کے ساتھ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ نکلوا کر اس نازک اور نہایت اہم موقع پر بیعت کا سلسلہ شروع کرا دیا یہ صرف حضرت عمر ہی کا کام تھا اور ان کی ہی عقل رسا یہ برمحل ترکیب سوچ سکتی تھی اور یہ ہی فیصلہ کن تدبیر تھی ورنہ لفظی بحث میں تو معاملہ ختم نہ ہوتا اور ڈر یہ تھا کہ فضیلت کی بحث جو چھڑ گئی ہے یہ نہ کہیں رنگ لائے اور اگر فضیلت ہی معیار خلافت ٹھہری تو ہم تو کہیں کے نہ رہے اور جب انصار یہ دیکھتے کہ ہم میں سے تو حکومت جا رہی ہے تو پھر ان کا دماغ مہاجرین کے افضل ترین شخص کی طرف جاتا اور ان دونوں کو مسکت حضرات جواب مل جاتا۔ یہ سارے خیالات نہایت تیزی کے ساتھ حضرت عمر کے دماغ میں سے گزرے ان سب کا دفعیہ ان کی سرعت فہم نے اس طرح کیا کہ ابھی بحث جاری تھی اور حاضرین کسی ایک فیصلہ پر نہیں پہنچے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ نکلوا کر بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ غرض ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں حضرات میں سے ایک نہ ہوتا تو پھر تاریخ اسلام دوسرے اور بہتر طریقے سے لکھی جاتی۔

حضرت علیؑ کے مخالفین کو اس معاملہ میں ایسے آدمیوں کی مدد کی رہنمائی کی ضرورت تھی جو رسول خداؐ کے ارد گرد رہنے والے اور ان کے گھر کے حالات کی خبر رکھنے والے ہوں اور عام مسلمانوں میں بھی کچھ با اثر گفتگو کر سکیں اور تجویز سوچ سکیں اور پیش کر سکیں اور ان کے ہم خیال و ہمدرد بھی ہوں وہ ہی ایسی ترکیب بنا سکتے تھے کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ کیونکہ مسلمان رہ کر پیغمبر اسلامؐ سے اختلاف کرنا ان کے خیال میں ممکن نہ تھا۔ اس غرض کے لئے اس جماعت کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے بہتر آدمی نہیں مل سکتے تھے۔ لہٰذا ان سب کی آنکھیں ان دونوں حضرات کی طرف اٹھتی تھیں اور ان سب کی امیدیں ان سے ہی وابستہ تھیں۔ حضرت عمر کو بھی اس اتحاد عمل میں ایک نمایاں فائدہ نظر آ رہا تھا۔ اصحاب رسول کی یہ جماعت حضرت علیؑ کے خلاف تو ضرور تھی لیکن ان کے مقابلہ میں کسی شخص کو اپنے میں سے پیش نہیں کر سکتی تھی جو اس جانشینی رسول کا امیدوار ہو سکتا اور حضرت علیؑ کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا۔ جیسا ہم اوپر

بیان کر چکے ہیں بنو امیہ کے لئے کوئی موقعہ نہ تھا اور بنو امیہ ہی ایک ایسا قبیلہ ہو سکتا تھا جو بنو ہاشم کے مقابلہ کے لئے کسی ہمت کے ساتھ کھڑا ہوتا اور قبائل جو تھے وہ حسب و نسب و وجاہت میں بنو ہاشم کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے تھے اور اگر شخصی و ذاتی صفات و خصائل پر نظر ڈالی جاتی تو یہ سب محض صفر تھے انصار نے بہت لے دے کی تو ایک سعد بن عبادہ کو پیش کر سکے جن کا سقیفہ بنی ساعدہ سے پہلے کسی نمایاں خدمت اسلامی کے سلسلہ میں نام بھی سننے میں نہیں آتا۔ مگر اتنا تو تھا کہ سوائے چند حاسد دل کے سب انصار ایک شخص پر جمع ہو گئے۔ مہاجرین میں تو حضرت علیؑ کو چھوڑ کر کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ جس پر سب جمع ہو جاتے اور جس کو سب مل کر متفقہ طور سے امت کی سرداری کے لئے پیش کر سکتے۔ ہمارے اس بیان کے ثبوت میں آئندہ کے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت عمر کو کوئی آدمی ہی نہیں ملتا تھا جس کو خلیفہ مقرر کریں اب بھی سقیفہ سازی کے وقت بھی اگر کوئی اور آدمی اس قابل ہوتا تو اس کو بھی حضرت عمر اپنے ساتھ لے جاتے۔ غرض یہ کہ ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد حضرت عمر نے اپنا موقعہ دیکھا۔ اس جماعت مخالفین کی تنظیم کر کے بہت بڑا کام نکل سکتا ہے۔ ان کے ساتھ مل کر حضرت علیؑ کو تو نظر انداز کر سکیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ کون ہے جو ہمارے مقابلہ میں اس حکومت کو سنبھال لے گا۔ جب ہماری سرکردگی میں یہ مقصد عظمیٰ حاصل ہو جائے گا کہ باجود رسول خداؐ کے صریح و متواتر اعلانات کے علیؑ کے عملی کو نظر انداز کر ڈالیں گے تو یہ لوگ خود ہماری طرف جھکیں گے اور ہم ہی کو اپنا سردار مان لیں گے۔ جناب رسول خدا کے ارد گرد رہنے نے ہر ایک محفوظ موقعہ پر آگے رہنے نے اور نیز جناب رسول خداؐ کے خسر ہونے نے مسلمانوں میں یہ جگہ تو پیدا کر دی تھی کہ اگر بنو ہاشم کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر ان کے مقابلہ میں کوئی اور مسلمان نہیں کھڑا ہو سکتا۔ فطرت کی غلطت اور طبیعت کی خشونت ضرور سد راہ ہو سکتی تھی لیکن اس عیب کے ضرر کو ڈھانکنے کے لئے ایک ساتھی حضرت ابوبکر ہی مل گئے تھے ان تمام امور پر غور کر کے حضرت عمر اس جماعت مخالفین کے سردار بن گئے اور یہ تھے وہ حالات و واقعات جن کی وجہ سے حضرت عمر حکومت حاصل کر سکے۔

۶ جو کچھ اس جماعت نے جناب رسول خداؐ کی حیات میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے کیا

Presented by www.ziyaraat.net/

وہ تاریخ کے صفحات میں صریحاً" نہیں آسکتا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں اول تو یہ کہ اس وقت تک یہ لوگ سوائے خفیہ سرگوشیوں کے اور کیا کر سکتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس ہی جماعت کے افراد برسر حکومت آگئے لہٰذا یہ ناممکن ہوگیا کہ یہ ساری سازشیں اپنی عریانی کے ساتھ لوگوں کے سامنے صفحات تاریخ میں آئیں۔ لیکن

نہاں کے ماند آں رازے کز د سازند محفلہا

ہر ایک شخص تو ان میں سے حضرت عمر نہ تھا جو ہمیشہ مصالح سیاسیہ ہی کو مدنظر رکھتا بہت سی صحیح روایات اور واقعات ہم تک پہنچے ہیں جن سے اس جماعت کی کارسازیوں اور راز داریوں کا پتہ چلتا ہے۔ بحکم خداوندی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے راز کی گفتگو صیغہ راز میں کرتے ہیں۔ حضرت عمر اپنی جماعت کی ترجمانی اور اس کی سرداری کا حق ادا کرتے ہیں۔ شکایتاً" یہ کہہ کر کہ یا رسول اللہ آپؐ نے تو اپنے ابن عم کے ساتھ بہت دیر تک راز کی گفتگو کی ہے۔ جناب رسول خداؐ تمام اصحاب کے گھروں کے دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کرا دیتے ہیں اور صرف حضرت علیؑ کے گھر کا دروازہ جو مسجد کی طرف کھلتا تھا کھلا رہنے دیتے ہیں۔ پھر اس جماعت کے افراد شکایت کرتے ہیں۔ پہلے حضرت حمزہ کو اکسا دیا پھر خود حضرت عمر نے شکایت کی بلکہ حضرت عمر نے تو اپنا دروازہ بند ہی نہیں کیا جب تک کہ آنحضرتؐ نے ایک خاص قاصد بھیج کر بند نہ کرا دیا۔ دونوں موقعوں پر حضرت عمر نے علیؑ کی طرف اشارہ ابن عم کہہ کے کیا مدعا یہ تھا کہ آپؐ محض بوجہ ابن عم ہونے کے خاندانی محبت کی وجہ سے علیؑ کو یہ ترجیح دے رہے ہیں ان شکایتوں کا سیاسی مقصد یہی تھا کہ مجمع عام میں سب لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف چلی جائے۔ کہ جناب رسولؐ خدا حضرت علیؑ کو ناجائز ترجیح بوجہ رشتہ داری کے دے رہے ہیں۔ یہ تصور محض واقعہ ہے کہ حضرت عمر کی ان شکایتوں کا چرچا بچہ بچہ کے کان تک پہنچ گیا۔ بہتوں نے کہا ہوگا کہ حضرت عمر نے ٹھیک تو کہا اور یہی مقصود تھا۔ علاوہ ان خفیہ سرگوشیوں اور کنکھیوں کے جب عمل کی ضرورت ہوئی اور جب خاموش رہنا ان کے مقصد کے لئے قطعی مضر پڑتا تھا تو ان لوگوں نے عمل کرکے بھی دکھایا اور ان کے یہ افعال ہی ان کے خفیہ منصوبوں کا پتہ دیتے ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو جیش اسامہ میں باہر بھیجنا

چاہا تو یہ نہ گئے اور اسامہ ابن زید کو جو ایک نوجوان شخص تھے جرف سے آگے جانے ہی نہ دیا۔ جرف مدینہ کے مضافات ہی میں سے تھا۔ چونکہ اسامہ بن زید نے ان کی خواہشات کے مطابق عمل کیا لہٰذا ہر ایک تاریخ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا پاؤ گے کہ حضرات شیخین اسامہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور جب تک وہ زندہ رہے اس کو امیر المومنین ہی کہا کئے وہ نوجوان بچہ اس ہی میں خوش ہوگیا۔ ورنہ اسامہ کے علاوہ اور بہت سے افسران لشکر ووالیان مدینہ آنحضرتؐ نے مقرر کئے تھے۔ خالد بن ولید و عمرو عاص کی ماتحتی میں حضرات شیخین رکھے گئے تھے۔ ان میں سے کسی کی اتنی عزت نہ کی۔ اسامہ بن زید میں کیا خصوصیت تھی۔ یہی خصوصیت تھی کہ ان کے اڑے وقت میں اپنی نادانی کی وجہ سے کام آگئے پھر دوسرا موقعہ اس وقت ہوا کہ آنحضرت نے بستر مرگ پر اپنے جانشین کی تقرری کو تحریر کرنے کے لئے قلم و دوات و کاغذ طلب کیا۔ اس وقت خاموش رہنا تمام منصوبوں پر بڑی حد تک پانی پھیر دیتا لہٰذا حضرت عمر نے اپنی جماعت کی خواہشات کی ترجمانی اچھی طرح کی اور جو امیدیں ان لوگوں کی آپؐ کی ذات سے وابستہ تھیں۔ انہیں بہت خوبی سے پورا کرکے دکھا دیا۔ اس موقعہ پر حضرت عمر نے ایک ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ وصیت کا لکھا جانا ناممکن ہوگیا۔ یہ بہت نمایاں فتح تھی جو اس نازک موقعہ پر حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس نے جناب رسول خداؐ کے آخری لمحوں کو مکدر کر دیا اور آپ اس امر کا یقینی علم لے کر دنیا سے تشریف لے گئے کہ اب تک جو کچھ میں نے علی کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے کیا ہے وہ بار آور ہوتا نظر نہیں آتا لیکن حضرت عمر بھی مجبور تھے اس وقت وصیت کی تحریر کو کسی نہ کسی طرح روکنا ضرورت تھا ورنہ سارے منصوبے خاک میں مل جاتے۔ حضرت عائشہ نے بھی اس سلسلہ میں ایک فتح حاصل کی جب آنحضرت کی بے ہوشی کے وقت انہوں نے بلالؓ کو بلوا کر حکم دیا۔ کہ وہ ابوبکر سے کہیں کہ نماز پڑھا دیں یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ حکم فقط عائشہ کا تھا۔ اس امر کا ثبوت یہ کہ امامت نماز کا قصہ اس منصوبہ کی ایک لڑی تھی اس طرح ملتا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر فوراً" اس کی طرف اچکتے ہیں اور اس کو بڑی اہمیت دے کر اس کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ موجودہ حالات میں اس کا ذکر غیر متعلق تھا۔ جب تم کہتے ہو کہ آنحضرت نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا کیونکہ آنحضرتؐ کے انتخاب کو چھپانا تمہارا مقصد ہے اور خود سقیفہ کے

Presented by www.ziyaraat.net/

حالات بتا رہے ہیں کہ تم یہ ہی کلیہ قائم کرنا چاہتے ہو تو پھر اس کا ذکر غیر متعلق نہیں تو اور کیا ہے اپنے کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تم یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ اس امامت نماز سے انتخاب جانشین مقصود تھا غالباً" اس کے ذکر سے حضرت عمر کا منشاء کسی فضیلت کا ثابت کرنا تھا۔ مگر اس سے مشکل تر سرداری و نیابت رسولؐ کے موقع یعنی جہاد و دیگر اہم کارناموں کو چھوڑ کر نماز کی امامت پر زور دینا ایک مضحکہ انگیز صورت حالات پیدا نہیں کرتا تو اور کیا ہے نماز تو آپ کے اعتقاد کے بموجب ایک جاہل دھنیا جولاہا بھی پڑھا سکتا ہے اس کے لئے کسی خاص علم و فضیلت کی ضرورت نہیں۔ جب آنحضرتؐ باہر جہاد پر تشریف لے جاتے تھے تو بہت سے لوگوں نے ایک وقت نہیں بلکہ کئی دن متواتر مدینہ پر حکومت بھی کی ہے اور آنحضرتؐ کی طرح نماز بھی پڑھائی ہے اور ان کا تقرر آنحضرتؐ کے ایسے صریح حکم سے ہوا تھا جس سے کسی کو انکار نہیں۔ اگر امامت نماز کچھ استحقاق خلافت پیدا کرتی ہے تو وہ لوگ بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہوئے۔ ایسی بات کو قابل فخر قرار دینا ظاہر کر رہا ہے کہ یہ صرف ایک بناوٹی بات تھی جو شہادت میں پیش کرنے کے لئے وضع کی گئی تھی۔

غرض کہ ظاہر ہے کہ لوگوں میں آنحضرتؐ کی جانشینی کا خیال ترقی کرتا جا رہا تھا۔ اور منصوبے تیار ہو رہے تھے۔ ان منصوبوں کے روح رواں یہ ہی دونوں حضرات ہوسکتے تھے اور واقعی تھے۔ عین موقعہ پر یہ خرابی ہوئی کہ جناب رسول خداؐ کا وقت آگیا اور ان دونوں میں سے ایک صاحب موقعہ پر موجود نہ تھے۔ حضرت ابوبکر اس وقت محلہ سخ میں اپنی نئی دلہن کے پاس گئے ہوئے تھے اور حضرت عمر جانتے تھے کہ میں اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ فوراً" تلوار لے کر کھڑے ہوگئے اور باآواز بلند مشتہر فرمانے لگے کہ جناب مصطفیٰؐ نے تو انتقال نہیں فرمایا وہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور جو یہ کہے گا کہ انہوں نے رحلت فرمائی تو میں اس کا سر تلوار سے قلم کر دوں گا۔ سب پر سکوت کا عالم ہوگیا خبر باہر کیونکر جاسکے یہ ایک تدبیر ہی تدبیر تھی۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ حضرت عمر دل سے یقین کرتے ہوں کہ جناب رسول خداؐ نے رحلت نہیں فرمائی۔ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں یا حضرت موسیٰؑ کی طرح میقات کے لئے گئے ہیں۔ آنحضرت کا جسد مبارک تو ان کی آنکھوں کے سامنے پڑا تھا اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اپنا جسد اقدس

چھوڑ کر میقات کے لئے آسمان پر تشریف نہیں لے گئے تھے آنحضرتؐ کی رحلت کوئی اچانک واقعہ نہ تھا آنحضرتؐ کے مرض نے بتدریج ترقی کی تھی اور سب کے سامنے مرض اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ زیست کی امید باقی نہیں رہی تھی خود مسجد میں جاکر آنحضرتؐ سب سے رخصت ہو کر آئے تھے اور اعلان فرما چکے تھے کہ جو شخص سمجھتا ہو کہ میں نے اس کے ساتھ سختی کی ہے وہ مجھ سے قصاص لے لے۔ حضرت عمر نے یہ سب حالتیں دیکھی ہوئی تھیں کوئی کیسے گمان کر سکتا ہے کہ حضرت عمر سے یقین رکھتے تھے کہ آنحضرتؐ نے رحلت نہیں فرمائی امر واقعہ یہ ہے کہ چونکہ وہ سارے منصوبے بغیر حضرت ابوبکر کی شمولیت کے پورے نہیں ہوسکتے تھے لہٰذا انکے آنے تک لوگوں کو اس طرح مشغول رکھا گیا یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دوڑ کر حضرت علی کی بیعت شروع کر دے، حضرت ابوبکر کے آتے ہی آپ کو عقل آگئی۔ کیا حضرت عمر قرآن سے ایسے جاہل تھے کہ اتنی مشہور آیت بھی یاد نہ رہی ہو۔ جب جنگ احد میں شیاطین کفار نے مشہور کر دیا۔ کہ آنحضرتؐ شہید ہوگئے اور آنحضرتؐ کا لوگوں کو پتہ بھی نہیں تھا کہ کہاں ہیں اس وقت حضرت کو کیوں نہ خیال آیا کہ نہیں وہ شہید نہیں ہوسکتے۔ کفار کے نرغے سے محفوظ رکھنے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر بلائے گئے ہیں اس وقت اگر حضرت عمر یہ اعلان کرتے مفید بھی ہوتا اور بہت کچھ حضرت عیسیٰؑ کی مشابہت بھی پوری ہو جاتی۔ مسلمانوں کی ڈھارس بندھتی اور بھاگے ہوئے لوگ واپس آجاتے اور حضرت عمر پر جہالت قرآن کا الزام بھی عائد نہ ہوسکتا۔ کیونکہ اس وقت تک وہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی جس کی تلاوت کرکے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو آنحضرت کے انتقال کا یقین دلایا تھا۔ اس وقت آپ نے جناب رسولؐ خدا کو مردہ سمجھ کر تلاش کی بھی ضرورت نہ سمجھی اور واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

بیان کیا جاتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں جسد رسولؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر اس لئے گئے تھے کہ اسلام کو تفرقہ سے بچائیں یہ تو ہم بعد میں بتائیں گے کہ اس سے اسلام میں تفرقہ پھیلایا تفرقہ کا انسداد ہوا بہر صورت اس جگہ یہ غور کرنے کی بات ہے۔ کہ احد کے اس نازک وقت پر اسلام کو جس مصیبت کا سامنا اور دشمنوں کی یورش سے مقابلہ تھا وہ سقیفہ بنی ساعدہ کے وقت ذرا بھی نہ تھا۔ کیوں نہ اب اسلام کو بچانے کی کوشش کی بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اکٹھا کرکے کفار پر جا پڑتے وہاں تو اپنی جان بچانے کی فکر میں پڑ گئے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت عمر کے جوش محبت نہ ان کو آپے سے باہر کر دیا۔ اور یہ آیت یاد نہ رہی۔ جن لوگوں کو واقعات پر غور وخوض کرنے کی عادت نہیں ہے وہ شاید ان کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا دیں ورنہ صاحبان غور و فکر جانتے ہیں کہ اظہار محبت و جوش عشق کے یہ طریقے نہیں ہوا کرتے۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں آنحضرتؐ نے وصیت لکھنے کے لئے کاغذ و قلم و دوات طلب کیا تو اس دن تو کچھ محبت کا ظہور نہ ہوا۔ حالانکہ وہ وقت تھا کہ حضرت عمر جوش محبت کے مارے بے آپے ہو کر رونے لگتے بلکہ اس دن تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ کیسا عشق آمیز فقرہ زبان سے نکلا ہے۔ رنج کی علامت یہ ہے کہ آدمی آہ و زاری کرتا ہے۔ سر پیٹتا ہے۔ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اگر محبت نے رنج پیدا کر دیا تھا تو آپ فوراً بے ہوش ہو جاتے۔ رونے لگتے سر پر خاک ڈالتے۔ گریبان چاک کرکے میت کے پاس بیٹھ جاتے رنج کی علامت تو ایک بھی ظاہر نہ ہوئی۔ خود تو محبوب کے ساتھ مرنے کا جذبہ پیدا نہ ہوا۔ لوگوں کو مارنے کا خیال آگیا۔ کسی روایت میں نہیں ہے کہ حضرت عمر نے اظہار رنج و غم کیا یا الم انگیز کلمات ادا فرمائے اچھا اس وقت تو عقل گم ہوگئی۔ جب حضرت ابوبکر کے ساتھ وہ عقل واپس آئی تو پھر حضرت عمر نے کیا کیا۔ اس مسئلہ عشق کے معمہ کو حل کرنے کے لئے یہ بہت مفید نکتہ ہے۔ اگر محبت کا جوش تھا۔ تو جب حضرت ابوبکر کے آنے پر ہوش آیا تو اس وقت اظہار و رنج و غم فرماتے۔ اس وقت تو فوراً جسد اطہر کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف اپنے منصوبوں کی تکمیل کیلئے روانہ ہوگئے یہ تھا وہ جوش عشق جس کا یہ حشر ہوا غرض یہ کہ اس جنون میں بھی ایک مقصد پنہاں تھا اور یہ سب دفع الوقتی تھی۔

اس مجلس خلیفہ ساز کا انعقاد بنی ساعدہ میں اہل بیت نبوت کی جائے رہائش سے بہت دور ہونا ان منصوبوں اور تجویزوں کے مطابق تھا۔ ایسا جلسہ مسجد نبوی میں یا خاندان رسالت کی جائے رہائش کے نزدیک یہ لوگ کبھی نہ کرتے کیونکہ وہاں تو تمام بنو ہاشم اور بہت سے مہاجرین آن کر حضرت علیؑ کا ذکر اس طرح درمیان میں لاتے کہ یہ سارے منصوبے خاک میں مل جاتے۔ کم سے کم یہ تو ضرور ماننا پڑیگا کہ حضرات شیخین کو بہت دنوں سے اس کا علم تھا اور یہ امر واقعہ ہے کہ حضرات شیخین اور ان کی جماعت کے طرز عمل سے مجبور ہو کر انصار نے ایسا کیا۔ انہوں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ یہ جماعت اس بات پر آمادہ ہے کہ خاندان نبوت سے خلافت کو نکال لے۔ جب خاندان نبوت درمیان میں نہ رہا تو انصار نے یہ گوارا نہ کیا کہ مہاجرین میں سے کوئی اور ان پر حاکم ہو۔ لہٰذا انہوں نے مہاجرین پر پیش قدمی کرنی چاہی اس سے ظاہر ہے کہ اگر براہ راست حضرت عمر نے انصار کو اس بات پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ تو ان کے افعال و طرز عمل نے تو ضرور ان کو اس پر مجبور کر دیا۔

اب حضرت عمر کے لئے یہ بہت نازک وقت تھا۔ اپنا آدمی خلیفہ کرانے کے لئے یہ مہاجرین کو علیٰحدہ ایسا جلسہ کرنے پر آمادہ کریں یا مہاجرین کو بالکل نظرانداز کرکے خود جلسہ انصار ان میں چلے جائیں او وہاں اپنا آدمی مقرر کرائیں۔ حضرت عمر نے ان دونوں تجویزوں پر بہت غور سے سوچا ہوگا۔ مگر فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگی ہوگی کیونکہ مقدم الذکر تجویز کی خرابیاں ظاہر تھیں۔ مہاجرین کا جلسہ مہاجرین ہی کی آبادی میں ہوسکتا تھا۔ اور وہاں بنو ہاشم کا پہنچنا یقینی تھا۔ علاوہ اس کے اگر اس طرح انصار کو نظرانداز کرکے مہاجرین اپنا خلیفہ مقرر کرلیں گے تو دونوں فریقین میں کشت و خون ہونا لازمی ہوگا لہٰذا اپنے اوپر بھروسہ کرکے نہایت عقل مندی و زیرکی کے ساتھ حضرت عمر نے انصار ہی کے جلسہ میں اپنا کام نکالنا چاہا وہاں بہت آسانیاں تھیں۔ انصار اپنے میں سے کوئی خاص فضیلت کا آدمی پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اوس و خزرج کا باہمی رقابت اگرچہ اسلام کی وجہ سے دب گئی تھی۔ بالکل معدوم نہیں ہوئی تھی اس سے کام لیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس سے کام لیا گیا اور کامیابی کی بھی بڑی وجہ یہی تھی اس موقع پر دو انصاریوں نے بڑی مدد کی اور حضرت عمر ہمیشہ انکے ممنوں احسان رہے۔ ایک تو بشیر ابن سعد اور دوسرے زید بن ثابت

Presented by www.ziyaraat.net/

انہوں ہی نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر سے بیعت کرکے اس سلسلہ کو چلایا۔

حضرت عمر نے انصار کے معاملہ میں نہایت عقلمندی سے کام لیا۔ سب سے پہلے تو انہوں نے یہ کیا کہ انصار ہی میں سے ایک اپنا جاسوس و مخبر بنا لیا۔ حضرت عائشہ کی روایت ملاحظہ ہو

عن عائشة قالت وكان عمر ابن الخطاب اخى رجلا من الانصار لا يسمع شيئا الا اخبره به ولايسمع عمر شيئا الا حدثه

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب عمر نے انصار میں سے ایک شخص کو بھائی بنایا ہوا تھا یہاں تک کہ وہ شخص کوئی بات نہیں سنتا تھا لیکن یہ کہ عمر کو اس کی اطلاع دیتا تھا اور عمر کوئی بات نہیں سنتے تھے لیکن یہ کہ اس شخص کو اطلاع دیتے تھے

محمد بن سعد طبقات الکبریٰ الجزء الثامن من النساء تحت عنوان ذکرء المراتین اللتین نظاہر تا علیٰ رسول اللہ صلعم و یُخیرہ نساء صفحہ ۱۳۱ صفحہ ۱۳۶

جناب رسول خداؐ نے تو عقد مواخات قائم کر دیا تھا اور بھائی بھائی بنا دیئے تھے۔ یہ نیا صیغہ مواخات کیوں پڑھا گیا۔ ضرور وہ شخص اس سقیفہ سازی کی مہم کا رکن ہوگا۔ جب ہی تو حضرت عائشہ اس کا نام نہیں بتاتیں۔ بشیر ابن سعد یا زید بن ثابت ہوگا۔ بہر صورت کوئی ہو۔ اس کے ذریعے سے حضرت عمر کو انصار کی لحہ لحہ کی خبریں پہنچتی تھیں اور ان کے اندرونی حالات بھی معلوم ہوتے تھے۔ رحلت رسولؐ کے نزدیک یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ انصار سعد ابن عبادہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ اوس و خزرج کی پرانی رقابت پھر تازہ ہو رہی ہے غرض کہ یہ قیاس خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ بشیر بن سعد و زید ابن ثابت کو پہلے ہی سے تیار کر لیا گیا تھا۔ اس ہی نے اپنے بھائی انصار کو سقیفہ والے دن مخبری پر لگایا ہوگا۔ چنانچہ اس مخبر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع کی خبر آن کر چپکے سے صرف حضرت عمر ہی کو دی۔ یہ بھی غور کے قابل بات ہے ورنہ اس کو چاہئے تھا کا مجمع میں آن کر اعلان کرتا بلکہ وہاں آتا کہ جہاں جناب رسول خداؐ کا جسد اطہر تھا اور آنحضرتؐ کے وصی و متعلقین جمع تھے۔ آنحضرتؐ نے اعلان عام کر دیا تھا کہ علی میرا وصی ہے۔ عرب کی رسم و رواج و قانون اسلام کے مطابق بھی حضرت علیؑ ہی وارث و وصی تھے ان کو چھوڑ کر یہ مخبر کیوں حضرت عمر کی طرف جاتا ہے اس میں ضرور کوئی راز

پنہاں ہے یہ مخبر حضرت عمر کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا اور حضرت علیؑ کے خلاف تھا ضرور اس شخص کو حضرت عمر نے وہاں بٹھا دیا تھا کہ جب انصار کو مجتمع ہوتے ہوئے دیکھے تو اطلاع کر دے۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ حضرت عمر نے اس کو وہاں نہیں بٹھایا تھا تو وہ شخص صرف حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے پاس اس وجہ سے آیا کہ وہ ان کو ہی خلافت کے انعقاد کی سازش کا سرگروہ سمجھتا تھا۔ جاسوسی کا نہایت عمدہ انتظام کیا گیا تھا اس شخص کے علاوہ اس جماعت کی سیاست اور ان کے دلی ارادوں کی عریانی کے لئے یہ امر واقعہ کافی ہے کہ حضرت عمر نے اپنے ساتھ صرف حضرت ابوبکر و عبیدہ بن الجراح کو لیا اور سقیفہ کی طرف چلے۔ یہ تینوں حضرات آپس میں خلافت کے حصہ دار ہو کر چلے تھے۔ یہ امر حضرت علیؑ کے کئی خطبوں سے ظاہر ہوتا ہے اور واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے تو آپس میں یک دوسرے کو خلیفہ بنا ہی دیا۔ ابوعبیدہ اور خلافت کے درمیان موت حائل ہوگئی ورنہ خلیفہ ثالث وہ ہوتے۔ چنانچہ حضرت عمر نے محکمہ شوریٰ قائم کرتے وقت فرمایا تھا کہ کاش آج کو ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا۔

مخالفین علیؑ کی جماعت میں جس کے سردار حضرت عمر تھے اور بھی بہت سے حضرات تھے جو سقیفہ میں ساتھ لے جانے کے قابل تھے۔ مثلاً خالد بن ولید، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص ان کو اپنے ہمراہ نہ لے جانا ثابت کرتا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دلی ارادہ کو کہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ مقرر کر دیں گے۔ خود اپنی جماعت سے چھپایا۔ اگر نہ چھپایا ہوتا اور یہ لوگ حضرت ابوبکر کی خلافت پر راضی تھے تو ضرور ان کو بھی ہمراہ لیتے۔ ایک مخالف مجمع میں جا رہے تھے۔ جتنے زیادہ ہوتے اتنا ہی اچھا تھا۔ مگر حضرت عمر نے اس وجہ سے اپنے اس دلی ارادہ کو اپنی جماعت سے چھپایا کہ اس میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ حضرت خالد جیسے خود سر اور طلحہ جیسے مغرور، عمرو بن العاص جیسے حلیہ ساز وہ سب یہ کہتے کہ اگر ابوبکر خلیفہ ہوسکتے ہیں تو ہم کیوں نہ ہوں اور اس وقت تو ابوسفیان بھی بول اٹھتے کہ ہم گمنام قبیلہ میں خلافت کو نہیں جانے دیں گے۔ وہ سب یہ کہتے کہ جب ہم رسول خداؐ کے نامزد شخص کو نہیں لیتے تو عمر کے نامزد شخص کو کیوں قبول کریں۔ جماعت میں پھوٹ پڑ جاتی اور سارا کھیل بگڑ جاتا۔ لہٰذا حضرت عمر نے سب سے یہ امر پوشیدہ رکھا اور

Presented by www.ziyaraat.net/

شقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ کر بھی جماعت انصار وجماعت مہاجرین ہی کا مقابلہ کرتے رہے۔ شخصیت کو پھر بھی نہ درمیان میں آنے دیا۔ عمر کس کو خلیفہ کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو اس وقت ہی معلوم ہوا کہ جب عمر کا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ میں تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس سیاسی اصول پر انحصار کیا جو زمانہ حال میں بہت کثرت سے رائج ہے اور جس کو یورپ میں (ACCOMPLI FAIT) کہتے ہیں کہتے ہیں یعنی ایک کام کو فوراً کر لو اس کا واقعہ ہو جانا ہی اس کی آئندہ کامیابی کا باعث ہوگا۔

ان واقعات کو دیکھتے ہوئے اب یہ تو کون کہہ سکتا ہے کہ حضرات شیخین سقیفہ بنی ساعدہ میں اسلام کی محبت کی وجہ سے اس کو تفرقہ سے بچانے کے لئے گئے تھے بلکہ حقیقی تفرقہ تو ان کے اس طرز عمل نے پیدا کر دیا۔ ایسا تفرقہ جو اس وقت تک باقی رہے گا۔ جب تک دنیا میں اسلام باقی ہے۔ ہنگامہ سقیفہ کی بناء ہی تفرقہ پر ہے۔ امت محمدیہ کو دو فرقوں میں منقسم کر دیا۔ مہاجر و انصار اسلام میں تفرقہ کی یہ پہلی مثال ہے۔ ساری امت کو واحد جماعت تصور کرکے اس میں کا بہترین آدمی منتخب کرتے۔ اگر جناب رسول خداؐ کے انتخاب کی عظمت کی جاتی اور فضیلت معیار خلافت قرار پاتی تو پھر کوئی تفرقہ ہی نہ پیدا ہوتا اور سارے جھگڑے مٹ جاتے۔ چنانچہ علامہ شہرستانی اپنی کتاب الملل والنحل میں کہتے ہیں۔

اختلاف پنجم دوبارہ امامت سب سے بڑا اختلاف امت کے درمیان امامت کا اختلاف ہے کیونکہ ہر ایک زمانہ میں کسی اور اصول و قواعد دینیہ کے لئے اتنی تلوار نہیں کھینچی جتنی مسلہ امامت پر کھینچی ہے زمانہ اولیٰ میں خداوند تعالیٰ نے اس مشکل کو آسان کر دیا تھا۔ پہلے پہلے تو مہاجر و انصار میں اس پر اختلافات ہوا انصار کہتے تھے کہ ایک حاکم ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے اور انہوں نے اپنے رئیس سعد بن عباد پر اتفاق کر لیا۔ پس فوراً ابوبکر و عمر نے اس کا مقابلہ کیا اور وہ دونوں سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے حضرت عمر کہتے ہیں کہ خبردار یہ بیعت ابوبکر کیا ایک آفت ناگہانی تھی جس کے شر سے خدا نے لوگوں کو بچا لیا پس جو شخص پھر ایسا کرے گا اس کو قتل کردو۔ جو شخص دوسروں کی بیعت بغیر مسلمانوں کے مشورے کے کرے تو اس کو اور جس کی بیعت کی ہے اس کو دونوں کو قتل کر دو۔ اور ان کی پیروی نہ کی جائے۔

اس طرز عمل اور اس طریق حصول خلافت کی برائی و بدی کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود اس کا موجد اس کا اختیار کرنے والا اقبال کرتا ہے کہ واقعی وہ طریقہ نہایت شر آمیز تھا۔ ایسا کہ اس طریقہ پر چلنے والے مستوجب قتل تھے۔ گویا وہ طرز عمل اور وہ طریقہ شر مطلق تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بیعت بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے تھی۔ یہ منطق ملاحظہ ہو۔ ہم جو کریں وہ جائز چاہے شر مطلق ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی دوسرا وہ ہی فعل کرے تو گردن زدنی۔ ہم اپنا مطلب جس طریقہ سے چاہیں نکال لیں کوئی دوسرا ایسا کام نہ کرے۔ دراصل یہ تو جرم کا اقبال ہے۔ جرم بھی ایسا کہ جس کی سزا قتل ہو اب ان بزرگواروں کی عقل و منطق ملاحظہ ہو۔ مقام ایسا کہ جہاں باطل و بے ہودہ مشورے ہوتے ہیں اور جرم کرنے کی تجویزیں سوچی جاتی ہوں۔ جرم ایسا کہ جس کی سزا قتل سے درے نہیں لیکن اس مقام پر اس جرم کے زریعے سے منتخب کیا ہوا خلیفہ ایسا صاحب امر سمجھا جاتا ہے جس کی اطاعت کا حکم قرآن شریف میں ہے اور وہ داماد و ابن عم رسولؐ کہ جو افضل ترین امت ہے اور جس کو جناب رسولؐ خدا نے بحکم خداوندی جانشین کرکے بار بار اعلان کر دیا وہ رد کر دیا جاتا ہے۔ عقل و منطق کا یہاں کیا کام ہے۔ تعصب کے ملک کا تو بادا آدم ہی نرالا ہے۔

انسان کے افعال اس کے دل کی اصلی حالت کے بہترین گواہ ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ بھی قیامت کے دن ان کی زبان کو نظر انداز کرکے اعضائے افعال یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ ہی سے گواہی لے گا۔ حضرت عمر کا یہ طرز عمل کہ مہاجرین میں سے کسی کو اپنی اصلی تجویز سے مطلع نہ کیا۔ اور صرف حضرت ابوبکر و ابو عبیدہ کو ہمراہ لے گئے۔ بہت سے امور پر فیصلہ کن گواہی دیتا ہے۔ اگر نیک نیتی سے اسلام کو تفرقہ سے بچانے کے لئے وہاں گئے تھے تو پھر تمام مہاجرین خصوصاً بنو ہاشم و حضرت علیؑ کو ساتھ لے جاتے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں تو فقط انصار تھے اور مقابلہ ایک جماعت کا دوسری جماعت سے تھا۔ ایسی حالت میں جتنے مددگار ہوتے اتنا ہی بہتر تھا۔ بحث میں ایک دوسرے کی حمایت و تائید کی زیادتی و افزوانی مدد دیتی ہے۔ ایسے موقعوں پر اظہار فضیلت ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ فضیلت کا ذکر آیا۔ لہٰذا اس شخص کو ساتھ لینا ضروری تھا کہ جب فضیلت معیار خلافت قرار دی جائے تو اس کے فضائل کا اظہار سب کا منہ بند کر دے۔ حالات کو مدنظر رکھتے

Presented by www.ziyaraat.net/

ہوئے کون کہہ سکتا تھا کہ تلوار تک نوبت نہ آئے گی۔ ہر ایک ممکن حالت میں جو رونما ہوسکتی تھی۔ اور خیال میں لائی جاسکتی تھی۔ کثرت و جماعت مفید تھی مگر باوجود اس قطعی و بدیہی ضرورت کے حضرت عمر نے کسی اور کو ساتھ نہ لیا یہ بات بغیر علت کے نہ تھی اور علت ظاہر ہے۔ حضرت علیؑ ہی کے خلاف تو یہ سازش تھی۔ لہٰذا ہر اس ممکن موقعہ کو جس میں علیؑ کا ذکر آسکتا تھا دور رکھنا ضروری تھا۔ حضرت علیؑ اور بنو ہاشم وغیرہ کو ساتھ لے جانے سے یہی مقصد فوت ہوتا تھا اور ان کے ساتھ نہ لے جانے میں فائدہ ہی فائدہ تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اول تو بہت ممکن ہے کہ ہماری تقریریں اور چند انصار کی غداری کام کر جائے اور حضرت ابوبکر ہی واحد خلیفہ بن جائیں اور اگر بالفرض محال یہ ممکن نہ ہوا تو انصار کا مطالبہ صرف اتنا ہی تو ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے' اس صورت میں بھی حضرت ابوبکر ان دو میں سے ایک حاکم ہوں گے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس وقت حضرت عمر خود خلیفہ نہیں ہونا چاہتے تھے کیونکہ اس وقت خلیفہ ہونا اپنے تئیں بہت سے خطروں میں ڈالنا تھا۔ معلوم نہیں کہ بنو ہاشم کیا طرز عمل اختیار کریں۔ بنو امیہ کا رویہ کیسا ہو' دیگر قبائل کس طرح ان کے ساتھ پیش آئیں' کیا خون خرابے ہوں۔ ایسی حالت میں میں جو خلیفہ ہوگا سارا بوجھ اس ہی کے اوپر ہوگا اور جو کچھ بدنامی ہوگی اس کی ہوگی یہ بھی خیال کیا گیا کہ شاید حضرت علیؑ خاموش نہ بیٹھیں اور ضرور اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے تلوار اٹھائیں اس وقت خلیفہ کے لئے بڑی دشواری ہوگی۔ علاوہ اس کے اگر بادشاہ کا معتمد یا وزیر و نائب ایسے موقعوں پر چالاک و مستعد کارکن ہے تو سب کام سنور جاتے ہیں اور بادشاہ تو اپنی تمکنت و خود داری کی وجہ سے ہر ایک کام ہر جگہ نہیں کر سکتا۔ ایسے موقعوں کے لئے حضرت عمر اچھے نائب تھے۔ اگر حضرت ابوبکر نائب ہوتے تو شاید ان میں اتنی جرات نہ ہوتی کہ آگ لے کر حضرت فاطمہؑ کا گھر جلانے جاتے ان سب امور پر غور کرکے حضرت عمر نے نتیجہ نکالا کہ ایسے وقت میں ان کا نائب رہنا زیادہ مفید ہوگا جب سارے خطرے دور ہوگئے اور امت محمدیہ میں حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کے حقوق کو نظر انداز کرنے کی عادت ڈال دی گئی تو آپ فوراً خلیفہ بن گئے اور پہلے بھی ایسے کو خلیفہ بنایا تھا۔ جس کے دوران

حکومت میں خود ہی خلیفہ معلوم ہوتے تھے اگر طلحہ و زبیر یا خالد کو خلیفہ بناتے تو یہ بات کہاں تھی۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہوا۔ ذرا اس پر نظر ڈالیں اور پھر نتیجہ نکالیں کہ آیا یہ خلافت الٰہیہ حاصل کرنے کا طریقہ تھا یا حکومت رذیلہ دنیاویہ۔

سب سے زیادہ مؤثر طریقہ جو حضرت علیؑ کو محروم کرنے کا ہو سکتا تھا وہ یہ تھا کہ مقابلہ محض جماعتوں میں ہو۔ چنانچہ مقابلہ صرف جماعتوں یعنی انصار و مہاجرین ہی میں ہوا۔ کیا جتنے لوگ وہاں جمع تھے۔ ان سب نے اس طریقہ انتخاب پر اتفاق کیا کہ صرف فیصلہ کیا جائے کہ کس جماعت میں سے حاکم مقرر کیا جائے اور جب یہ فیصلہ ہو جائے کہ کس جماعت میں سے حاکم مقرر ہوگا۔ تو پھر وہ جماعت جس کو پیش کرے وہی حاکم ہوگا۔ دھینگا' مشتی یا دھاندلی سے فرض کر لیا گیا کہ مہاجرین میں سے ہو تو پھر وہاں تو تین ہی مہاجر موجود تھے جن کو وہ پیش کریں وہ ہی حاکم ہو چنانچہ ایسا ہوگیا۔ یہی ایک طریقہ ایسا تھا کہ جس سے وہ شخص جس کو وہ سب افضل ترین و لائق ترین جانتے تھے۔ درمیان میں سے نکالا جاسکے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ بنیادی اصول ہی غلط تھا۔ امت محمدیہؐ کو ایک متفقہ گروہ یا جماعت قرار دے کر کیوں نہ کل میں کا بہترین شخص منتخب کیا گیا۔ کیوں امت محمدیہؐ کو دو فرقوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہ ہی بنیاد تھی۔ آئندہ اختلافات کو جنہوں نے امت محمدیہ کو بہتر فرقوں میں تقسیم کرکے اس کو کمزور ترین جماعت اور تمام دنیا کے لئے ایک مضحکہ انگیز شے بنا دیا اور یہ ہی وہ طرز عمل تھا جس نے احکام قرآنی **وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعا**ً" **وَلَا تَفَرَّقُوا** کی خلاف ورزی کرکے ہمیشہ کے لئے ضلالت کا راستہ کھول دیا کیا اچھی بحث ہوتی اگر حضرت ابوبکر وہاں لوگوں کے سامنے تقریر کرتے کہ مہاجرین و انصار کا جھگڑا ہی کیوں اٹھاتے ہو مہاجرین میں کئے قبیلے ہیں۔ اسی طرح انصار میں اوس و خزرج کی مخالفت ایک فتنہ خوابیدہ ہے۔ اس طرح تفرقہ ہو جائے گا۔ امت محمدیہ ایک جماعت ہے اس کو ایک واحد جسم تصور کرکے تمام امت میں جو بہترین شخص ہو اس کو حاکم مقرر کر لو اس طرح سارا فتنہ و فساد جاتا رہتا اور تفرقہ کی جڑ ہی کٹ جاتی یہ تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ذہن میں یہ سیدھی سادھی بحث نہ آئی ہوگی مگر اس کا اظہار مقصد کو فوتکرنا تھا لہٰذا اسے نظر انداز کیا گیا اور جب حضرت

Presented by www.ziyaraat.net/

ابوبکر کلام کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو غالباً" حضرت عمر اس سے ڈرتے ہی ہوں گے کہ کہیں فضیلت ذاتی کی طرف زیادہ زور نہ دیں مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ راستہ بھر تبادلہ خیالات ہوا ہے اور ہر ایک ممکن گفتگو کے مختلف پہلوؤں کو سوچا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر ایسے غبی و کند ذہن تو نہ تھے لہٰذا جو حضرت عمر کے دل میں تھا وہ حضرت ابوبکر کی زبان پر آیا۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہے اس کو الہام کہو یا توار (خیالات کہو یا منصوبہ بازی سمجھو۔ غرض کہ یہ امت محمدیہؐ کی بدقسمتی تھی کہ ان لوگوں نے یہ غلط و مضر طرز بحث اختیار کیا۔

اس کے بعد یہ امر قابل ذکر ہے کہ انصار نے مطلق حجت نہیں کی کہ مہاجرین میں سے کون ہو۔ جو اصحاب ثلاثہ تشریف لائے تھے ان میں ہی سے جس کو ان تینوں نے پیش کیا اس کو انصار نے قبول کیا۔ اب ناظرین کو تنہا تشریف لانے کی مصلحت معلوم ہوئی ایک کو پیش کرتے ہوئے ذرا اس کی تعریف کرنی ضرور تھی حضرت ابوبکر نے تو غالباً" اپنے نامزدگان میں کوئی وجہ فضیلت نہ دیکھی لہٰذا صرف ان کا نام ہی پیش کر دیا حضرت عمر نے چونکہ انہیں اپنے اوپر سے فی الحال اس بار کو ٹالنا مقصود تھا۔ اس کو رد کرتے ہوئے حضرت ابوبکر کو اپنے سے بہتر بنانے کی کوشش کی اور ان کے غار اور امامت کا ذکر کیا۔ اول تو یہ دونوں کوئی فضیلتیں نہ تھیں۔ جناب رسولؐ خدا نے اپنی مرضی سے ابوبکر کو ساتھ نہیں لیا بلکہ ان کو تو اپنے ارادہ ہجرت سے بھی آگاہ نہ کیا اور غار کے اندر بھی جزع و فزع کرکے حضرت ابوبکر نے انتہا درجہ کی بے صبری و بے اطمینانی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو ان کی گریہ و زاری روکنے کی ضرورت پڑی تاکہ باہر قریش آواز سن لیں اور امامت نماز میں کیا خاص بات تھی اب تو حضرت عائشہ ہی نے نماز کے لئے حضرت ابوبکر کو کھڑا کرایا تھا' اگر یہ بھی نہ ہو تو مختلف موقعوں پر مختلف اشخاص کو آنحضرتؐ خود جہاد پر جاتے وقت مدینہ کا حاکم اور نماز کا امام مقرر کر جایا کرتے تھے علاوہ اس کے یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عمر نے یہ کہہ کر صرف اپنے سے ابوبکر کو زیادہ فضیلت والا [illegible] کرنے کی کوشش کی تھی نہ اس وقت تمام مہاجرین سے مقابلہ تھا اور نہ تمام مہاجرین کا ذکر انہوں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ کہ حضرت ابوبکر تمام مہاجرین سے بہتر ہیں۔

مزا یہ ہے کہ انتخاب تو ہو رہا ہے جناب رسول خداؐ کے جانشین کا۔ لیکن جناب رسول خداؐ

کی رائے کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہے جس طرح اس امر میں قرآن خدا کی طرف رجوع نہیں کیا اسی طرح رسول خداؐ کی طرف توجہ نہ کی۔ یہ تو کیوں کہنے لگے تھے کہ جناب رسول خداؐ نے کس شخص کو خلیفہ مقرر کیا تھا جو امر قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اس طرف بھی گفتگو کو نہ آنے دیا کہ جناب رسول خداؐ کس شخص کو کیسا سمجھتے تھے حالانکہ جناب رسول خداؐ کی نیک رائے کسی شخص کی بابت اس زمانہ میں اس شخص کی بہترین فضیلت سمجھی جاتی تھی۔ اور اب تک یہی بات ہے احادیث و مناقب و تواریخ کی کتابیں جناب رسول خداؐ کے اس قسم کے اقوال سے بھری پڑی ہیں اب تک عشرہ مبشرہ کے نام پر لوگ سر دھنتے ہیں سقیفہ سے بہتر کوئی اور کون سا موقعہ اس حدیث کو یاد دلانے کا ہو سکتا تھا۔ عشرہ مبشرہ میں کوئی انصار نہیں ہے۔ دسوں کے دسوں مہاجر ہیں۔ کیا یہ کافی فضیلت مہاجرین کی انصار کے اوپر نہ تھی۔ اس کا وہاں کیوں نہ ذکر کیا۔

محب الدین طبری کی کتاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں کتنی احادیث نقل کی گئی ہیں اور ان صاحبان کو کتنا آسمان پر چڑھایا گیا ہے کیا خود ان حضرات کو ان میں سے ایک حدیث بھی یاد نہ رہی۔ سوائے غار اور امامت نماز کے اور کچھ یاد ہی نہ رہا۔ قطعی طور پر ثابت ہوا کہ یہ حدیث عشرہ مبشرہ اور دیگر احادیث جو سقیفہ والے اصحاب کی شان میں آج کل مروج ہیں سب وضعی ہیں اور بعد میں تراشی گئی ہیں۔ یہ بوالعجبی ملاحظہ ہو۔ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت امیر حمزہ' جعفر طیار' امام حسنؑ و امام حسینؑ و ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یاسر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر بزرگ تو خارج ہوں اور شامل ہوں کون سعد بن مالک اور سعید بن زید۔ قصہ مختصر' حضرت علیؑ کے مناقب و فضائل کا ذکر تو اس وجہ سے نہ کیا گیا کہ یہ ان کے مقصد کے خلاف تھا اور حضرت ابوبکر میں سوائے غار و امامت نماز کے اور کوئی فضیلت ہی نہ تھی۔

دنیا میں حق اور انصاف کو سقیفہ بنی ساعدہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی بسا اوقات لوگوں نے نظر انداز کرکے خود دوسروں کا حق غصب کیا ہے۔ لیکن جس دلیری و جرات سے عمداً" صریحاً" جانتے ہوئے کہ ہم ظلم کر رہے ہیں حق اور انصاف کا خون سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا گیا اس کی مثال تاریخ عالم میں نہ اس سے پہلے ملتی ہے اور نہ اس کے بعد اور نہ قیامت تک ملے گی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث یا شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ جو گفتگوئیں وہاں ہوئیں اور جو دلائل اپنے اپنے حق میں ہر ایک فریق نے پیش کئے ان کو پڑھو اور اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ اس ظلم صریح کے ساتھ تو فرعونی حکومت بھی حاصل کرتے ہوئے لوگ شرماتے ہیں۔ کجا کہ خلافت الٰہیہ' تاریخ عالم بتا رہی ہے کہ دنیا کا ہر ایک ظالم و غاصب کچھ نہ کچھ کہنے کے لئے اپنے حق میں دلائل رکھتا تھا۔ مگر یہ سقیفہ والے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں ایک دلیل بھی نہیں رکھتے تھے اور یہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ حضرت علیؑ کو نظر انداز کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے مگر پھر بھی اتفاقات اور عرب کی طینت جاہلیت پر بھروسہ کئے ہوئے تھے کہ شاید ہم کامیاب ہو جائیں اور حضرت علیؑ کی فرض شناسی و فراوانی ایمان نے موقعہ دے دیا اور وہ کامیاب ہوگئے۔ اگر حضرت علیؑ بھی ان کی طرح اپنے محسن اپنے رسولؐ اپنے رفیق اپنے مصاحب اپنے ابن عم کی لاش کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ کی طرف حکومت لینے کے لئے دوڑ پڑتے تو پھر بنی تیم و بنی عدی میں خلافت تو نہ جاتی۔ لیکن رسولؐ کی محنت برباد ہو جاتی کیونکہ رسولؐ کا نمونہ اور اسلام کی روح کو بچانے والا کوئی نہ رہتا سب دنیا کے بندے ہی نظر آتے اور کفار ان پر ہنستے اب ہم ان دلائل کو بیان کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے وہاں پیش کیں اور جن کی بناء پر ان کو خلافت ملی۔ انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے۔

۱۔ مہاجرین نبیؐ کے رشتہ دار ہیں اور اس کے وارث ہیں۔

۲۔ مہاجرین نے انصار سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

۳۔ مہاجرین قبیلہ قریش میں سے ہیں جن کی بزرگی دیگر قبائل پر مسلم ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر آنحضرتؐ کے صاحب غار تھے۔

۵۔ حضرت ابوبکر کو امامت نماز کا حکم دیا گیا۔

۶۔ مہاجرین نے جناب رسول خداؐ کی نصرت میں کفار سے ایذائیں اٹھائی تھیں۔

۷۔ چونکہ مہاجرین جناب رسول خداؐ کے رشتہ دار ہیں لہٰذا امر خلافت میں جو ان کا مقابلہ کرے گا۔ وہ ظالم ہوگا۔

۸۔ بقول حضرت عمر عرب اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ ان پر وہ حکومت کریں جن میں

سے رسول خداؐ نہ تھے۔ ہم میں سے رسول خداؐ تھے لہٰذا عرب ہماری حکومت کو پسند کریں گے امر خلافت کا وہ شخص ہی مستحق ہو سکتا ہے جس کے خاندان میں نبوت رہ چکی ہو۔ حضرت عمر کے الفاظ ہیں۔

ولکن العرب لا ینبغی ان تولّی ہذا الا مرمن کانت النبوۃ فیہم و اولی الا مرمنہم

۹۔ ہم کو حکومت محمدیہؐ میراث میں پہنچتی ہے۔

۱۰۔ بشیر ابن سعد انصاری نے بھی حضرت ابوبکر کی حمایت یہی کہہ کر کی مہاجرین کو حکومت محمدؐ میراث میں پہنچتی ہے۔

قبل اس کے کہ ہم ان دلائل پر ایک ایک کرکے غور کریں تین نہایت اہم امور نمایاں ہوتے ہیں۔

اول:۔ تو یہ کہ ایک فریق کا خیال ہے کہ سقیفہ سازی کا یہ فائدہ ہوا کہ مسلمانوں میں خاندانی امتیاز نہ رہا اور مساوات قائم ہوگئی۔ خلیفہ کے لئے کسی خاندان میں سے ہونا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ لیکن اس خیال کی مکمل تردید کے لئے وہ بحث کافی ہے جو سقیفہ میں ہوئی۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی ساری بحث کی بناء ہی یہ تھی کہ چونکہ رسولؐ خدا ہم میں سے تھے لہٰذا ہم کو خلیفہ ہونا چاہئے۔ نسلی و خاندانی و قبائلی امتیاز اس بحث میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے پھر یہ لوگ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سقیفہ سازی نے خاندانی امتیاز کی جڑ کاٹ دی۔

دوم:۔ یہ کہ دلیل نمبر ۷ پر غور کرو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص قریبی رشتہ داران نبیؐ کی مخالفت امر خلافت میں کرتا ہے وہ ظالم ہے ہم بھی اس کو مانتے ہیں۔ اب سوچئے کہ ظلم کا رخ کس طرف ہوتا ہے۔

سوم:۔ سقیفہ سازی کی بحث سے حضرت عمر کی سیاست کی ماہیت کا انکشاف کیسی اچھی طرح ہوتا ہے۔ انصار سے تو یہ کہہ کر حکومت لی کہ عرب اس بات کو نہیں پسند کریں گے کہ حکومت خاندان نبوت کے باہر ہو گویا عرب کی خواہش یہ ہے کہ خاندان نبوت ہی میں حکومت رہے۔ جب حکومت مل گئی تو اب عرب کی خواہشات کی ترجمانی کا رخ بدلتا ہے۔ آپ حضرت

Presented by www.ziyaraat.net/

عباس سے فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم کو حکومت اس وجہ سے نہیں ملی کہ عرب نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و حکومت ایک خاندان میں ہوں۔ عرب تو معلوم نہیں کیا چاہتے تھے۔ حضرت عمر نے مناسب موقعہ بحث کرکے اپنا کام نکال لیا۔ لیکن حکومت الہیہ میں ایسی بحث نہیں ہوسکتی۔

اب ہم دلائل کی طرف غور کرتے ہیں دلائل عمدہ اور ایسے ہیں کہ جن کا جواب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انصاران کا جواب نہ دے سکے۔ کاش دلائل پیش کرنے والوں نے خود ان پر عمل کیا ہوتا۔ ان سب دلائل کو اگر اختصار کے ساتھ بیان کریں گے تو اس طرح کہیں گے۔

۱۔ خلافت و حکومت میراث محمدؐ ہے لہٰذا ان کے وارثوں کو ملنی چاہئے۔

۲۔ قرابت رسولؐ ایک ایسا استحقاق حکومت و خلافت پیدا کرتی ہے۔ جس کا انکار و مقابلہ کرنے والا ظالم ہوتا ہے۔

۳۔ فضائل ذاتی۔

ان میں سے دلیل اول ایسی قطعی اور فیصلہ کن ہے کہ انصار سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور بشیر ابن سعد نے اس پر ہی زور دے کر انصار کو بیعت ابوبکر کی ترغیب دی۔ انصاف بھی کوئی شے ہے خدا کو جان دینی ہے۔ حق لگتی کہو یہ ورثہ محمدؐ کا علیؑ کو پہنچتا ہے یا ابوبکر کو۔

دلیل دوم بھی ایسی ہی لاجواب ہے مگر خدا کے لئے بتاؤ تو جناب رسول خداؐ سے قریب تر کون تھا حضرت علیؑ یا حضرت ابوبکر فضائل ذاتی کو لیجئے۔ حضرت علیؑ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور ہر ایک مسلمان سے سات سال قبل آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضرت ابوبکر کا نمبر تو ساتواں یا دسواں ہے یہ سب امور ہم حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی مصاحبت غار اور امامت نماز کا بھی ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا۔ مہاجرین نے ضرور ایذائیں اٹھائیں لیکن حضرت ابوبکر سے تو کہیں زیادہ عمار ابن یاسر کو یہ تکالیف دی گئیں۔ اب ذرا حضرت علیؑ کی فضائل ذاتی پر تو غور کرو۔ آنحضرتؐ کی اور اسلام کی حفاظت ہر ایک جنگ میں کی اپنی جان کی پرواہ نہ کرکے رسولؐ کو بچایا۔ کیا جہاد میں ثابت قدم رہنا کچھ فضیلت ہی نہیں۔ فضیلت ان کے لئے ہے جو ہر ایک موقعہ جہاد سے بھاگا کئے غرض کہ حضرت علیؑ کے فضائل ذاتی کا تذکرہ بہت تفصیل کے ساتھ ہم پہلے کر چکے ہیں اور حصہ اول کے باب دوازدہم میں آپؑ کی فضیلت ثابت

کر چکے ہیں۔ ان دلائل میں سے جو سقیفہ میں استحقاق حکومت ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئیں کوئی دلیل ایسی نہ تھی جو حضرت علیؑ کے لئے بدرجہ اولےٰ حکومت کو ثابت نہ کرتی ہو صفات کو بیان کرنا اور موصوف سے چشم پوشی کرنا، شرائط کا ذکر اور شرائط کے پورا کرنے والے کا نام نہ لینا، حقوق خلافت کو شمار کرنا مستحق خلافت سے اعراض کرنا یہ تھی سقیفہ والوں کی عدالت حضرت عمر کے لئے یہ بہت نازک موقعہ تھا۔ اگر بحث بڑھ گئی تو کہیں صفات سے موصوف تک نہ لوگوں کی نظر چلی جائے۔ جس چالاکی سے اس موقعہ کو ٹالا ہے وہ ان کا ہی حصہ تھا۔ فوراً حضرت ابوبکر کا ہاتھ نکلوا کر پکڑ لیا اور بیعت کرلی۔ اب کیا تھا، جو ان سے پہلے سے طے ہوئے تھے انہوں نے سلسلہ شروع کر دیا اور امر طے شدہ قرار پا گیا۔ درآنحالیکہ ابھی بحث پوری نہیں ہوئی تھی۔ ابھی تو یہ ہی طے نہیں ہوا تھا کہ مہاجرین بہ نسبت انصار کے اس امر کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور یہ تو ذکر ہی نہیں آیا تھا کہ ان دلائل کی بناء پر جو انصار کے خلاف پیش کی گئی تھیں۔ مہاجرین میں سب سے زیادہ کون حقدار ہے یہ ضروری حصہ بحث کا تھا۔ بحث کو ادھورا چھوڑ کر بلکہ اس کی تکمیل سے ڈر کر حضرت عمر نے جس سرعت اور ہمت سے حضرت ابوبکر کا ہاتھ نکلوایا ہے وہ دانشمندان فرنگ کے لئے موجودہ زمانہ میں بھی سبق آموز ہے۔ ابھی بحث اور دلیل ہو رہی ہیں کہ امر طے شدہ ہو گیا۔ جس خود غرضانہ طریقے سے محض دنیاوی فائدہ کو مدنظر رکھ کر وہاں لوگ بحث کر رہے تھے وہ دو امور سے بہت اچھی طرح واضح ہوتا ہے۔

ایک تو یہ کہ ان میں سے کسی نے یہ بحث نہ کی کہ کس شخص کا حاکم ہونا اسلام کے لئے مفید ہے اور کون شخص اس بیڑے کو اسی طرح چلا سکتا ہے کہ جس طرح رسول خداؐ چلا رہے تھے۔ انصار کو خوف پیدا ہوا تو اپنے متعلق ہی پیدا ہوا کہ اگر مہاجرین میں حکومت چلی گئی تو پھر انصار کی آئندہ کی نسلیں مہاجرین کے دروازوں پر بھیک مانگتی نظر آئیں گی۔ دوسرے یہ کہ کسی نے یہ مطالبہ نہ کیا کہ انصار و مہاجرین کے جھگڑے کو جانے دو بہترین افضل ترین شخص کو منتخب کرو خواہ انصار میں ہو خواہ مہاجرین میں جب حضرت ابوبکر و عمر و عبیدہ کو پیش کیا تو انصار کے صاحبان حل و عقد نے یہ نہ کہا کہ اگر مہاجرین ہی میں حکومت رکھتے ہو تو ان میں کا بہترین شخص منتخب کر لو۔ جب انصار سے حکومت چلی گئی تو پھر پرواہ نہیں کوئی حاکم ہووے یہ تھی اسلام کی

Presented by www.ziyaraat.net/

محبت۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ حضرت علیؑ کے خلاف صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین کی اکثریت تھی جس کے راس و رئیس حضرت عمرو حضرت ابوبکر تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مخالف جماعت زیادہ تر مہاجرین ہی سے مرکب تھی۔ انصار کو حضرت علیؑ کے خلاف ہونے کی کوئی خاص وجوہات نہ تھیں ہاں مہاجرین مخالف کی ان کوششوں سے جو انہوں نے تمام صحابہ کو علیؑ کے خلاف اپنا ہم خیال بنانے میں کی تھیں وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے تھے۔ اگرچہ ایک جماعت کثیران میں کی علیؑ کی طرف رہی تاہم ان کی اکثریت میں اگر مخالفت علیؑ کا جذبہ پورے زوروں سے جاری نہیں بھی ہوا تاہم اس امر میں لاپرواہی تو ضرور پیدا ہوگئی۔ اس بات کا ثبوت کہ علیؑ کے خلاف ایک کثیر تعداد صحابہ کی تھی اور حضرات شیخین اس جماعت کے راس و رئیس تھے۔ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ لیکن سقیفہ کی کارروائی سے بھی یہ امر اچھی طرح واضح ہے۔ حضرت عمر مہاجرین میں سے صرف دو آدمی جو خود امیدواران خلافت تھے اس انصار کی مجمع کثیر میں لے کر آئے' اس طرز عمل پر جتنا غور کیا جائے کم ہے کچھ تو ہم پہلے اس پر لکھ چکے ہیں۔ یہ طرز عمل نہایت واضح طریقہ سے ظاہر کر رہا ہے کہ مہاجرین میں ایک ایسی جماعت حضرت علیؑ کے خلاف تھی جس پر حضرت عمر ہر وقت اور ہر طرف بھروسہ کر سکتے تھے اور یہ کہ حضرت عمرو حضرت ابوبکر اس جماعت کے راس و رئیس تھے اور انصار بھی اس بات کو جانتے تھے جب ہی تو انہوں نے یہ نہ کہا حالانکہ ان حالات کے اندر یہ کہنا بالکل قدرتی تھا۔ کہ تم تو فقط تین آدمی ہو مہاجرین اگر تمہارے کئے کو نہ مانے تو تم کیا کروگے؟

سقیفہ بنی ساعدہ سیاسی قلابازیوں کا اچھا نمونہ پیش کرتا ہے۔ ایسی قلابازیاں جو صاف بتا رہی ہیں کہ یہ حکومت الٰہیہ حاصل کرنے کی تدبیریں نہ تھیں بلکہ دنیاوی حکومت چھیننے کی تجویزیں تھیں کہ مثالیں اوپر تحریر ہوئیں ایک یہ ہے کہ مہاجرین کو یہ کہہ کر حضرت علیؑ کے خلاف اکسایا گیا تھا دیکھو رسول خداؐ اپنی رشتہ داری کی وجہ سے علیؑ کو آگے کر رہے ہیں چاہتے ہیں کہ حکومت ان کے خاندان میں مستقل ہو جائے۔ درآنحالیکہ رسولؐ خدا بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ان کی رشتہ داری کچھ وجہ فضیلت نہیں ہوسکتی۔ تب ہی تو جناب رسولؐ خدا کو یہ کہنے کی

ضرورت ہوئی کہ ..... **ضغائن فی صدور الاقوام لایبدونھالک الامن بعدی۔ علی ان الامۃ ستغدر بک من بعدی.... الا ما بال اقوام یزعمون ان رحمی لا تنفع والذی نفسی بیدہ ان رحمی لموصولۃ فی الدنیا والاخرۃ۔**

معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے خلاف جو جماعت تیار کی جا رہی تھی اور غلط فہمیاں پھیلا کر تیار کی جا رہی تھی اس کا علم آنحضرتؐ کو بھی تھا۔ یہ سازش اس حد تک پہنچ گئی تھی مگر جب سقیفہ میں دوسری طرح بحث کرنے کی ضرورت پڑی تو ان لوگوں نے فوراً رخ پلٹ لیا اور تھوڑی دیر کے لئے انصار کو خاموش کرنے کے لئے کہہ دیا کہ رسول خدا کی قرابت ہی محض حکومت کے حصول کی وجہ قطعی ہے اور جو رشتہ داری کے اس اثر کی مخالفت کرے وہ ظالم ہے۔ جہاں جیسا موقعہ دیکھا وہاں ویسا ہی کہہ دیا۔

یوں تو جناب رسول خداؐ کی احادیث کی اشاعت کو بہت روکا گیا۔ لیکن مشکل کے وقت کوئی نہ کوئی بات جناب رسول خداؐ کی طرف نسبت دے کر اس مشکل سے نجات حاصل کی جاتی تھی۔ لاوارث حدیث جو حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ کو ورثہ سے محروم کرنے کے لئے بیان کی تھی۔ اس ہی ضمن میں آتی ہے۔ ایک اور واقعہ سنئے اور وہ سقیفہ بنی ساعدہ کا ہے۔ جب حباب بن المنذر نے مقولہ آخر الحیل السیف پر عمل کرکے تلوار کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا مہاجرین کو نکال دو' جو میری مخالفت کرے گا میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ یہ بہت نازک وقت تھا مہاجرین تو صرف تین اور وہ اس بے شمار مجمع انصار میں گھرے ہوئے یوں تو مد مقابل کو نہتہ یا کمزور دیکھ کر حضرت عمر کی تلوار بہت جلد نیام سے نکل آتی تھی۔ لیکن جب مد مقابل طاقتور ہوتا تھا۔ تو ہمیشہ آپ کی انجام بینی آپ کی رگ شجاعت کو دبا لیتی تھی چنانچہ اس موقعہ پر نہایت آہستگی و متانت سے حضرت عمر نے کہا کہ ایک دفعہ جناب رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ حباب ابن المنذر کی مخالفت نہ کیا کرو۔ اس وجہ سے میں اس کی تقریر کا جواب نہیں دیتا۔ یہ ایسا لطیفہ ہے کہ سنجیدہ اور رنجیدہ سے رنجیدہ آدمی کو ایک دفعہ تو ضرور ہنسا دے کچھ بن نہ پڑی تو جناب رسولؐ خدا یاد آگئے۔ جلدی میں یہی ہو سکتا تھا کوئی ان سے پوچھے کہ حباب بن المنذر میں کیا ایسی خاص صفت تھی کہ ہر ایک موقعہ پر ان کی مخالفت کرنے سے باز رکھا گیا کیا یہ حکم صرف حضرت عمر ہی کے

Presented by www.ziyaraat.net/

لئے تھا یا تمام امت کو حکم دیا گیا تھا کہ حباب کی مخالفت نہ کریں اگر صرف عمر کے لئے تھا تو حضرت عمر میں خاص کیا نقص تھا کہ محض ان کو ہی منع کیا گیا اور اگر تمام امت کو منع کیا گیا تو علی الاعلان منبر پر تمام امت کے سامنے کیوں نہ ارشاد فرمایا کیا یہ ممانعت کسی خاص امر میں تھی یا ہر ایک بات پر حاوی۔ اگر خاص امر کے لئے تھی تو وہ کیا امر تھا پھر اس کو اس خلافت کی بحث سے کیا تعلق اور اگر یہ ممانعت ہر ایک بات کے لئے تھی تو وہ کیا امر تھا پھر اس کو اس خلافت کی بحث سے کیا تعلق اور اگر یہ ممانعت ہر ایک بات کے لئے تھی تو حباب بن المنذر معصوم ہوئے کہ کبھی ان سے عصیان کے سرزد ہونے کا امکان ہی نہیں رہا تھا۔ اگر معصوم تھے تو سب سے اول وہ خلافت کے مستحق ہوئے' ایک اور تماشہ دیکھو حکم تو یہ تھا کہ مخالفت نہ کرو۔ صرف حباب بن المنذر کی بحث کا جواب نہ دینے سے تو اس حکم کی تعمیل تو جب ہوتی کہ حباب بن المنذر کی مخالفت نہ کرتے اور سعد ابن عبادہ کو حباب کے کہنے کے مطابق خلیفہ تسلیم کر لیتے۔ کیسا فرمان اور کیسی تعمیل یہاں تو وقت نکالنا مطلوب تھا۔

اب وقت نازک تھا۔ عنقریب تھا کہ سعد ابن عبادہ کی بیعت ہو جائے۔ لیکن عرب کے مشہور جذبہ حسد نے حضرت ابوبکر کا کام بنا دیا بشیر ابن سعد کی رنجش سعد ابن عبادہ سے تھی اسے حسد ہوا کہ ابن عبادہ خلیفہ بن جائے گا لہٰذا مہاجرین کی طرف ہو گیا اور انصار کو اس نازک وقت پر ابھارا کہ وہ حضرت ابوبکر کی بیعت کر لیں انصار کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا اب موقعہ تھا رسمی طور پر حضرت ابوبکر نے عمر و ابو عبیدہ کو پیش کیا۔ انہوں نے ابوبکر کو ترجیح دی۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ نکلوایا بغیر رائے شماری کے اور بغیر کسی ایک شخص پر متفق ہوئے حضرت ابوبکر کی بیعت شروع ہو گئی۔ حباب بن المنذر کہتے ہی رہے کہ بشیر ابن سعد کے حسد نے کام بگاڑ دیا ناظرین نے ملاحظہ کیا یہ تھے وہ طریقے' وہ سیاسی قلابازیاں' وہ شورشیں جن سے خلافت یعنی حکومت الٰہیہ حاصل کی گئی۔

اصحاب کی معرکہ آرائی تو دیکھی۔ اب اجماع کی ماہیت پر غور کرو۔ حضرت ابوبکر کی بیعت جو سقیفہ بن ساعدہ میں ہوئی اس پر ہرگز کوئی اجماع نہ تھا۔ مہاجرین کا سارا گروہ ماسوائے تین امیدواران خلافت کے حلقہ بیعت سے باہر تھا اور ان میں سے کئی قبائل نے علانیہ تخلف کیا۔ تمام بنو امیہ و تمام بنو ہاشم و تمام بنو زہرہ نے یک لخت تخلف کیا اور اپنے اپنے سرداروں کے گرد جمع ہو گئے یہ سب مسجد میں تھے۔ اور مشورہ کر رہے تھے کہ تینوں امیدواران خلافت آموجود ہوئے اور دھمکا ڈرا کر لالچ دے کر بیعت لینی شروع کی۔ بہت لوگوں نے بیعت کر لی۔ بہت بغیر بیعت کے چلے گئے مثلاً" حضرت علیؑ و عباس و زبیر بن العوام اور تمام بنو ہاشم مخالف رہے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ حضرت عمر ادھر بھیجے گئے اور انہوں نے خانہ فاطمہ کے جلانے کے لئے آگ و لکڑیاں فراہم کرنی شروع کیں۔ زبردستی زبیر بن العوام کو نکالا۔ ہاتھا پائی ہوئی اسے لے گئے حضرت علیؑ کو بھی مجبوری کے ساتھ لے گئے۔ جس طریقے سے لے گئے وہ حضرت علیؑ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ آپؑ راستہ بھر کہتے ہوئے گئے کہ میرے ساتھ یہ سختی حالانکہ میں بندہ خدا اور ابن عم رسول ہوں۔ جب کشاں کشاں دربار خلافت میں پہنچے تو آپؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر آپؑ نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی تم سے بیعت نہ کروں گا۔ میں بہ نسبت ابوبکر کے بیعت کا زیادہ مستحق ہوں جن دلائل سے تم نے خلافت انصار سے حاصل کی ہے ان ہی دلائل کی بناء پر میں بہ نسبت تمہارے خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ حضرت عمر نے کہا کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے جب تک تم بیعت نہ کر لوگے۔ جناب امیرؑ نے بڑے پتہ کی بات کہی۔ آپؑ نے فرمایا اے ابن خطاب۔ خلافت کو اپنے گھر کی گائے سمجھ رکھا ہے۔ آج وہ دودھ پی لے اور کل وہ اس کو تیری طرف منتقل کر دے گا۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ شیر خدا ہو کر ایسی مجبوری' وہ قوت اسد اللہ کہاں گئی۔ جس سے درہ خیبر اکھاڑا تھا ہمارا جواب ہے کہ وہ بھی ایک جہاد تھا اور یہ بھی ایک جہاد ہے۔ وہ جہاد بالسیف تھا اور یہ جہاد بالنفس ہے حکومت الٰہیہ کے صاحب امر کا فرض ہے کہ وہ امت کو ہر قسم کی تعلیم اپنے افعال کے نمونے سے دے۔ جہاد بالسیف میں ثابت قدمی کا نمونہ دکھا دے۔ اور جہاد نفس میں باوجود قدرت کے صبر کرنے کی ہدایت دے۔ یہ ہی وہ صبر تھا جس کی تعریف بار بار قرآن

Presented by www.ziyaraat.net/

شریف میں کی گئی ہے۔ اگر حضرت علیؑ یہ صبر نہ کرتے اور اپنے مخالفین کی طرح محض اپنے دنیاوی مفاد کے لئے تلوار اٹھاتے تو ایسی خانہ جنگی ہوتی کہ اسلام برباد ہو جاتا۔ اس مخالف جماعت کے صاحبان حل و عقد نے ایک ایسی مضبوط جماعت پیدا کر لی تھی کہ جو اس مرحلہ پر کہ جب اس کو اتنی کامیابی حاصل ہوگئی تھی، ہر ایک تدبیر و حیلہ اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اختیار کرتی اور وہ تدبیر و حیلے سقیفہ بنی ساعدہ ہی کے نمونے کے ہوتے جن میں احکام رسول کو ہذیان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جن کی تکمیل کے لئے رسول خداؐ کے جسد اطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ان سے کچھ بعید نہ تھا جو رسول خداؐ کی نبوت سے انکار کر جاتے۔ نبوت کی نسبت ایک ایسا عقیدہ تو اب بھی قائم کر ہی دیا جس نے نبوت کے درجہ کو بہت گرا دیا اور بہت کچھ تو اب بھی کہہ گئے ہیں۔ اب افعال سے کہا پھر صریح الفاظ سے کہتے اس وقت کی خانہ جنگی اسلام کے لئے سخت مضر ہوتی۔

اس اجماع امت پر غور کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ہوگا۔

۱۔ حضرت ابوبکر کی بیعت سے بہت سے صحابیوں اور خاندان نبوت نے مطلقاً تخلف کیا۔

۲۔ اس کے بعد حیلہ و تدابیر سے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر لالچ دے کر یہاں تک کہ رشوت دے کر بیعت لی گئی۔ لیکن اجماع کی کیفیت بیعت اول کے وقت دیکھی جاتی ہے۔ حکومت حاصل کرنے کے بعد حکومت کے ذرائع استعمال کرکے جو بیعت لی جائے وہ اس سے غیر متعلق ہے۔

۳۔ اس مفروضہ انتخاب کو خفیہ رکھا گیا اور اس کی اطلاع عام شائع نہیں کی گئی۔

۴۔ اس وقت امت محمدیہؐ چار بڑے گروہوں میں منقسم تھی یعنی (الف) مہاجرین (ب) انصار (ج) اہل بیتؑ رسالت و بنو ہاشم (د) دیگر قبائل عرب جو بعد ہجرت اسلام لائے سقیفہ بنی ساعدہ میں اس انتخاب کے وقت مہاجرین میں سے صرف تین افراد شامل تھے اور جملہ مسلمانان جو قسم ج میں سے تھے اس انتخاب سے باہر تھے۔

۵۔ جو تین مہاجرین اس میں شامل ہوئے تھے وہ اپنی خوشی سے اپنی شخصی حیثیت میں شامل ہوئے تھے۔ دیگر مہاجرین کو تو علم بھی نہ تھا اور انہوں نے ان کو اپنا نمائندہ بنا کر نہیں بھیجا

یہاں تک کہ حضرت عمر کی جماعت کو بھی اس کا علم نہ تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ حضرت عمر کو اپنی جماعت پر بھروسہ تھا کہ وہ ان کے کئے ہوئے کو بعد میں مان لے گی۔ یا یہ کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اس انتخاب کو منوا لیں گے۔ انتخاب کی نوعیت کا فیصلہ انتخاب کے وقت کی حالت کی بناء پر کیا جاتا ہے۔ بعد کے واقعات اس کو نہیں بدل سکتے۔ غیر حاضر آدمیوں کی رائے بعد میں نہیں شمار کی جاتی۔ اور جہاں حق رائے دہندگی مختار یا ایجنٹ کو سپرد کیا جاتا ہے۔ وہاں اس کا اظہار عین انتخاب کے وقت کر دیا جاتا ہے کہ کون شخص کس کی طرف سے رائے دے رہا ہے۔

۶۔ خاندان نبوت و اہل بیتؑ رسالتؐ کا ایک فرد بھی اس میں شامل نہ تھا اگر جناب رسول خداؐ کو اپنے جانشین مقرر کرنے کا حق تھا تو کیا ان کے خاندان کی بھی اتنی آواز نہ تھی کہ ان کو اس انتخاب میں شامل کر لیا جاتا۔

۷۔ انتخاب کے وقت کی اجتماعی حالت دیکھی جاتی ہے مابعد کی موافقت تو ہر ایک ڈیکٹیٹر اور غاصب بھی حاصل کر لیتا ہے۔

۸۔ انتخاب کے وقت امیدواروں کی ذاتی قابلیت و نسبی فضیلت کو زیر غور نہیں لایا گیا اور نہ اس کی بناء پر انتخاب ہوا۔

۹۔ حضرت ابوبکر کو خلافت کا خلعت صرف قبائل مدینہ کے ایک دوسرے کے حسد نے عطا کیا اجماع کی جو بھی چاہے تعریف مقرر کر لو۔ اس قسم کا انتخاب کسی قسم کے اجماع میں نہیں آتا۔ ہاں اگر سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات کا نمونہ پیش نظر رکھ کر اجماع کی تعریف مقرر کرتے ہو تو پھر اس اجماع کے تحت میں آجائے گا۔

ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے، جماعت مہاجرین وہ جماعت تھی جس میں بقول حضرت عمر خلافت کا انحصار تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمر مجروح ہوئے اور انہوں نے اصحاب شوریٰ مقرر کئے تو ارباب شوریٰ جن میں خلافت کا انتخاب منحصر کیا گیا سب مہاجرین ہی تھے۔ ایک بھی انصار نہ لیا۔ اور حضرت عمر نے صاف کہہ دیا کہ خلافت میں انصار کا کوئی حق نہیں ہے دیکھو ابن قتیبہ کی کتاب السیاست والامامت صفحہ ۱۲ جس جماعت میں سے خلیفہ ہونا چاہئے تھا۔ اس کی نمائندگی سقیفہ میں نہ تھی۔ لہٰذا یہ انتخاب اس وجہ سے بھی ناجائز ہوا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

یہ مضمون نامکمل ہوگا۔ اگر ہم وکلاء اہل حکومت کی بحث کو نظرانداز کر دیں جو انہوں نے کارکنان سقیفہ بنی ساعدہ کے حق میں تیار کی ہے۔ ان وکلاء میں سب سے بڑے زمانہ حال کے وکیل علامہ شبلی نعمانی ہیں ان کی تاریخی کتابیں دراصل مناظرہ کی کتابیں ہیں۔ لیکن حسن اتفاق کہو یا حق کی طاقت کہ بحث تو انہوں نے کی اپنے متوکلان کے حق میں اور تائید ہوتی رہی ہمارے دعویٰ کی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہیں کہ جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو فوراً" خلافت کی نزاع پیدا ہوگئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ کس کے قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول اللہؐ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو ان کے عشق و محبت کا دعویٰ ہو وہ ان کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور بندوبست میں مصروف ہوں کہ مسند حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ آجائے۔

تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل ان لوگوں سے (حضرت ابوبکر و عمر) سرزد ہو۔ جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس فعل کی ناگواری اس وقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرتؐ سے فطری تعلق تھا۔ یعنی حضرت علیؑ اور خاندان بنی ہاشم ان پر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا۔ اور اس وجہ سے ان کو آنحضرتؐ کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی۔

ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب حدیث و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے مگر درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے سقیفہ میں پہنچ کر خلافت کے باب میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح ان کوششوں میں مصروف رہے کہ گویا ان پر کوئی حادثہ پیش ہی نہیں آیا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنو ہاشم اور حضرت علیؑ سے بزور منوانا چاہا۔ کہ بنی ہاشم نے آسانی سے انکی خلافت تسلیم نہیں کی۔

الفاروق مطبوعہ مفید عام آگرہ ستہ ۱۹۰۸ء حصہ اول صفحہ ۶۵-۶۶

جب مقدمہ ہی کمزور ہو تو چاہے وکیل کتنا ہی لائق ہو کچھ نہیں کر سکتا اور مقدمہ کی

کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے۔ بلکہ جتنا وکیل زیادہ لائق اور زیادہ قانون سے واقف ہوتا ہے اتنا ہی وہ فریق مخالف کے مضبوط دلائل کو بہت جلد تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اگر اپنے موکل یا حاضرین عدالت کو دکھانے کے لئے کچھ ظاہراً" ہاتھ پیر مارتا بھی ہے تو اس کی بے سود کوشش بھی صاف عیاں ہو جاتی ہے یہی حالت اس معاملہ میں مولوی شبلی کی ہے قبل اس کے کہ ہم بتائیں کہ انہوں نے یہاں کیا کیا تسلیم کیا ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ ان کے ہاتھ پیر مارنے کی طرف دلاتے ہیں۔ ان کی عبارت میں ایک فقرہ ہے "لیکن درحقیقت ایسا نہیں" مگر اس فقرہ کی ما قبل و ما بعد دونوں عبارتیں تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اس فقرہ کی حقیقت ہی کیا ہے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ تمام حدیثوں میں تمام تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل واقعات ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر و عمر نے آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ہی کے لمحے میں قبل آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین کے خلافت کی نزاع پیدا کر دی۔

۲۔ یہ بزرگوار باوجود اپنے دعویٰ عشق و محبت کے آنحضرتؐ کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے گئے۔

۳۔ اور اس بندوبست میں مصروف ہوگئے کہ کسی طرح مسند حکومت پر قبضہ کرلیں۔

۴۔ یہ فعل نمایاں طور سے ناگوار تھا۔

۵۔ حضرت علیؑ و خاندان بنو ہاشم کو آنحضرتؐ کے انتقال کا بوجہ محبت کے بہت صدمہ تھا۔

۶۔ حضرت علیؑ و خاندان بنی ہاشم نے آنحضرتؐ کے درد و غم اور تجہیز و تکفین کی مصروفیت کو حصول حکومت پر ترجیح دی اور ادھر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

جب حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے یہ امور ثابت ہیں۔ تو پھر حضرت شبلی کی تاویل کیا وقعت رکھتی ہے اور ان کا فقرہ "لیکن درحقیقت ایسا نہیں" بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور اس فقرہ کے بعد ان میں سے تقریباً ساری باتوں کو خود حضرت شبلی "یہ بھی سچ ہے" کہہ کر تسلیم کرتے ہیں۔ ذرا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ یہ سچ ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و

Presented by www.ziyaraat.net/

تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے۔

۲۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے سقفیہ میں پہنچ کر خلافت کے باب میں انصار سے معرکہ آرائی کی معرکہ آرائی کا فقرہ یاد رہے۔

۳۔ ان کے رویہ و طرز عمل سے ظاہر تھا کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا کچھ صدمہ نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان پر کوئی حادثہ پیش ہی نہیں آیا تھا۔

۴۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنو ہاشم اور حضرت علیؑ سے بزور منوانا چاہا۔

۵۔ کم سے کم بنو ہاشم نے ان کی خلافت آسانی سے تسلیم نہیں کی۔

اس کے بعد حضرت شبلی اپنی تاویل شروع کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

"لیکن اس بحث پر جو غور طلب باتیں ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) کیا خلافت کا سوال حضرت عمر ہی نے چھیڑا تھا۔

(۲) کیا یہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے تھے۔

(۳) کیا حضرت علیؑ و بنو ہاشم خلافت کی فکر سے بالکل فارغ تھے۔

(۴) ایسی حالت میں جو کچھ حضرت عمر وغیرہ نے کیا وہ کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟

الفاروق حصہ اول صفحہ ۶۶

مولوی شبلی کے صرف یہ چار جواب ہیں۔ بحث اول و دوم کو فقط ایک واقعہ کی نقل پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے مسند ابویعلی سے لیا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ اصحاب آنحضرتؐ کے جنازے کے گرد بیٹھے تھے کہ ایک مخبر آیا۔ اس نے دیوار کے پیچھے ہی سے فقط حضرت عمر کو آواز دی وہ نکلے۔ تو ان کو مطلع کیا کہ انصار سقیفہ میں جمع ہوگئے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فقط حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا اور وہاں سے چل نکلے۔ یہ واقعہ تو ہمارے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ ذرا غور سے تو دیکھو۔ وہ مخبر مہاجرین کے مجمع میں کیوں نہ آیا فقط دیوار کے پیچھے سے کیوں آواز دی۔ مسند ابویعلی کے الفاظ ہیں۔

اذا رجل ینادی من وراء الجدار ان اخرج الی یا بن الخطاب۔

اجتماع انصار ان سن کر حضرت عمر نے فقط ابوبکر سے کہا کہ چلو۔ صاحبان غور و فکر کے لئے ان دونوں امور میں ہزاروں داستانیں مخفی ہیں۔ مخبر کو مجمع مہاجرین میں فوراً" آنا چاہئے تھا۔ دیوار کے پیچھے چھپنا کیسا۔ صاف عیاں ہے کہ یہ مخبر صرف حضرت عمر کا بھیجا ہوا تھا۔ لہٰذا اس نے ان کو ہی آن کر اطلاع دے دی حضرت عمر نے بھی دیگر مہاجرین کو ساتھ نہ لیا۔ اگر معاملہ صرف تھا تو وہاں سب میں آن کر یہ اطلاع لوگوں کو دیتے۔ پھر سب کی رائے سے جن جن کا سقیفہ میں جانا مناسب تھا وہاں چلے جاتے۔ جس کا تجہیز و تکفین رسول میں رہنا مناسب تھا وہاں رہتے۔ یہ گریز اور اخفاء صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے حضرت عمر اس سوال کو چھیڑ چکے تھے اور ایسے واقعات پیدا کر دیئے تھے کہ انصار کو مجبوراً" یہ قدم اٹھانا پڑا اور اس کے لئے بھی مخبر بٹھا دیا تھا۔ رہا خواہش کا سوال تو کس نے مجبور کیا تھا کہ فقط حضرت عمر و حضرت ابوبکر ہی تشریف لے جائیں۔ یہ تو جب ہوتا کہ مہاجرین کو بھی یہ اطلاع حضرت عمر دیتے اور وہ فقط ان سے ہی کہتے کہ آپ تشریف لے جایئے تب کہہ سکتے تھے کہ حضرت عمر اپنی خواہش سے نہیں گئے۔ ہم اس بات کا بھی ثبوت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے انصار سے بھی پہلے یہ سوال اٹھایا۔ تھا انصار کی طرف مخبر بھی بھیج دیا۔ خود یہی تجویز کرتے رہے۔ چنانچہ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو) ابراہیم ایسمی کہتا ہے کہ جناب رسول خداؐ کے رحلت فرماتے ہی حضرت عمر ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس آئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ میں تمہاری بیعت کروں کیونکہ تم اس امت کے امین ہو جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے ابوعبیدہ نے کہا کہ جب سے تم اسلام لائے ہو میں نے اس کے قبل تم کو مذاق کرتے نہیں دیکھا۔ کیا تم میری بیعت کروگے درآنحالیکہ تمہارے درمیان صدیق اور دو میں کا ایک ہے۔

ابن سعد طبقات الکبریٰ ق ا جلد ۳ ذکر بیعتہ ابی بکر صفحہ ۱۲۸۔ ۱۲۹

ظاہر ہے کہ یہ آنحضرتؐ کے رحلت فرمانے کے فوراً" بعد کا واقعہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے خطبہ دے کر لوگوں کو رسول خداؐ کا رنج کرنے سے منع کیا تھا اور قبل اس کے کہ انصار کی خبر مخبر لایا حضرت عمر فوراً" ابو عبیدہ کے پاس پہنچے اور اس طرح ان کو اس کام کے شروع کرنے کی ترغیب دی۔ جب ابوعبیدہ نے یہ جواب دے دیا تو پھر وہاں آبیٹھے جہاں لوگ بیٹھے تھے۔ اتنے میں

Presented by www.ziyaraat.net/

مخبر آگیا اور اس مشینری کا کام شروع ہوگیا۔

تیسری بحث کے تحت میں لکھتے ہیں۔

"تیسری بحث کی یہ کیفیت ہے کہ اس وقت جماعت اسلامی تین گروہوں میں تقسیم کی جاسکتی تھی۔ بنو ہاشم جن میں حضرت علیؑ شامل تھے مہاجرین جن کے راس و افسر حضرت ابوبکر و عمر تھے۔ انصار جن کے شیخ القبیلہ عبادہ تھے۔ ان تینوں میں سے ایک گروہ بھی خلافت کے خیال سے خالی نہ تھا۔"

الفاروق حصہ اول صفحہ ٦٧

یہ تو ہمارے دعوے کی تائید ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس وقت کیا بلکہ اس سے برسوں پہلے کوئی بھی دماغ ایسا نہ تھا جو جانشینی رسولؐ کے خیال سے خالی ہو۔ یہاں تکہ آنحضرتؐ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ وہ خیال حق کے مطابق تھا یا ظلم پر مبنی تھا۔ اس کے لئے کیا کیا منصوبے سوچے گئے تھے۔ وہ منصوبے حکومت الٰہیہ کے شایاں تھے یا نہیں۔ خدا کی شان دیکھو ہمارے ایک اور بڑے دعوے کی تائید کس طرح حضرت شبلی کے قلم سے ہوتی ہے۔ ہم نے بہت سی سیاہی اس ہی بحث پر خرچ کی ہے کہ مہاجرین میں جو مخالف علیؑ جماعت تھی اس کے راس و رئیس حضرت عمر و حضرت ابوبکر تھے۔ حضرت شبلی بھی یہی فرماتے ہیں کہ مہاجرین کی جماعت جو خلافت کے خیال میں غلطاں و پیچاں ابوبکر تھے۔ حضرت شبلی بھی یہی فرماتے ہیں کہ مہاجرین کی جماعت جو خلافت کے خیال میں غلطاں و پیچاں تھی اس کے رئیس و افسر حضرت ابوبکر و عمر تھے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت علیؑ و بنو ہاشم کو بھی خلافت کا خیال تھا۔ حضرت شبلی نے ایک نہایت غیر معتبر روایت صحیح بخاری کے حوالے سے لکھی ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آنحضرتؐ کا مرض الموت ہے تم جا کر دریافت کر لو۔ آپؐ کے بعد اس حکومت کا کون حق دار ہے اور حضرت علیؑ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر آنحضرتؐ نے ہمارے خلاف کہا تو پھر یہ لوگ کبھی ہم کو منتخب نہیں کریں گے۔ اس روایت کا سلسلہ رواۃ اس طرح ہے۔ **حدثنی اسحق اخبرنا بشر بن شعیب بن ابی حمزہ قال حدثنی ابی عن**

الزھری قال اخبرنی عبداللّٰہ بن کعب بن مالک الانصاری و کان کعب بن مالک احد الثلاثۃ الذی یتب علیھم ان عبداللّٰہ بن عباس اخبرہ ان..... الخ

یقیناً" یہ روایت از قسم احاد ہے سوائے عبداللہ بن مالک کے اور کسی نے روایت نہیں کیا اس سے یہ قطعاً" ظاہر نہیں ہوتا کہ عبداللہ ابن عباس اس وقت خود موجود تھے۔ جب عباس نے حضرت علیؑ سے یہ کہا۔ عبداللہ ابن کعب بن مالک غالباً" صحابی نہ تھے تابعین میں سے تھے۔ ان کا ذکر کسی معتبر کتب رجال میں نہیں ہے آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت بہت کم سن تھے اگر پیدا ہو چکے تھے۔ گمان یہ ہے کہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے خدا کی قدرت ہے تعصب کیسا گہرا پردہ آنکھوں کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ ان ہی عبداللہ ابن عباس کی روایت قرطاس بخاری میں سات جگہ درج ہے اس پر جناب شبلی اس طرح تنقید کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس اس وقت بہت کم سن تھے۔ چودہ برس کے تھے۔ خبر نہیں اس مجمع میں موجود بھی تھے یا نہیں اور اب ان ہی عبداللہ ابن عباس کی روایت پر جو انہوں نے اس سے بیان کی جو اس زمانہ میں ان کی طرح کم سن تھا اتنا بھروسہ کرتے ہیں کہ نہ تنقید نہ نکتہ چینی بے چون و چرا منظور کر لی۔ کیونکہ بخاری نے احیاناً" ایک جگہ لکھ دی۔ قضیہ قرطاس کی مسلمہ روایت تو غلط حالانکہ بخاری میں سات جگہ درج ہے اور ہر ایک حدیث و تاریخ کی کتاب میں پائی جاتی ہے اور بالکل مطابق قیاس و حالات کے ہے یہ روایت جو بالکل خلاف قیاس و حالات ہے جو بخاری میں ایک جگہ درج ہے اور محض اسی ہی کم سن لڑکے سے منقول ہے بالکل صحیح ہے اتنی کہ اس پر ایک بحث کا لمبا چوڑا قصر تعمیر کر لیا ہم بتاتے ہیں کہ خلاف عقل کس طرح ہے اتنی بڑی بات تھی کہ عباس کو تو خیال آگیا کہ پوچھ لیں۔ رسول خداؐ کو خیال نہ آیا کہ بغیر پوچھے اعلان کر دیں گویا تقرر جانشین محض پوچھنے پر منحصر تھا اور جناب رسول خداؐ منتظر تھے کہ کوئی پوچھے تو بتائیں اور اگر کوئی نہ پوچھے تو یہ ضروری اور اہم بات غیر معلوم ہی رہے۔ علیؑ کو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ عمر میں بڑے تھے۔ رشتہ میں بڑے تھے۔ خود ہی جا کر کیوں نہ پوچھ لیا۔ اگر علیؑ کو امیدوار خلافت سمجھتے تھے تو یہ اور وجہ تھی کہ ان کو ہمراہ نہ لے جاتے۔ اور اگر رسول خدا کسی اور کا نام لیتے تو یہ حضرت علیؑ کے حقوق پر بحث کر کے آنحضرتؐ کے ارادے کو بدلنے کی کوشش کرتے حضرت عباس نے جملہ اصحاب رسولؐ

Presented by www.ziyaraat.net/

سے یہ مشورہ کیوں نہ کیا اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ کسی دوسرے اصحاب کو دیکھ کر آنحضرتؐ ان میں سے کسی کا نام نہ لے دیں یا شرمانہ جائیں کہ اب علیؑ کا نام کیا لیں دوسرے امید وار بھی کھڑے ہوئے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اگر علیؑ کا نام لیا تو کہیں دیگر اصحاب لڑائی جھگڑا نہ شروع کر دیں۔ اگر مولوی شبلی کے نزدیک وجہ اول درست تھی تو اچھا نبوت کی ماہیت اور رسولؐ کی ادائیگی فرض کو سمجھا۔ اور اگر وجہ دوم درست تھی تو اس طرح کلیہ میں گڑ تورنے سے کیا فائدہ جو مخالف تھے وہ ضرور کہتے کہ علیؑ و عباسؓ نے ایک بات بنائی جو کہ محض غلط ہے۔ یہ بات تو رسول خداؐ کے منہ سے اعلان چاہتی ہے نہ کہ اخفاء۔ اب نہ پوچھنے کی اس وجہ کو ہم لیتے ہیں جو حضرت علیؑ کے منہ سے بیان کی جاتی ہے یہ وجہ تو حضرت عباس کے ذہن میں آئی ہی نہیں لہٰذا اس سلسلہ میں اس پر بحث نہیں کی گئی حضرت علیؑ کے منہ سے یہ کیسی بری معلوم ہوتی ہے اس میں حق کے اخفا کی کوشش اور لالچ کی آخری حد مضمر ہے کیا صحابہ رسولؐ جن کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اتنے ہی لالچی تھے کہ حق پر عمل کرنے کی جرأت و ہمت تو کجا حق کو سننا بھی نہیں چاہتے تھے کیا حضرت علیؑ ایسے حریص و طماع و لالچی تھے۔ یہ جناب شبلی کا خیال ہوگا انکے سوانح حیات تو کچھ اور ہی بتاتے ہیں۔ خود شبلی قائل ہیں کہ عام کتب احادیث و تاریخ میں درج ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی آخری خدمات میں مشغول رہے اور حکومت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا جس شخص کی فیاضی و سخاوت کی تعریف قرآن مجید میں ایک جگہ نہیں کئی جگہ کی گئی ہو اس کو ایسا لالچی و حریص و طماع خیال کرنا جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ جناب شبلی ہی کا کام ہے یا حضرت بخاری کا۔ حضرت علیؑ کے کسی قول و فعل سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ جانشینی رسول عطا کرنا اصحاب کا کام ہے۔ وہ اس کو ہمیشہ خدا اور رسول کی طرف سے سمجھا کرتے تھے۔ ان لوگوں سے وہ کیا اس خلافت کے متمنی ہونگے جن کو وہ ہمیشہ جاہل سمجھتے رہے اور فرماتے رہے کہ ہمارے گھر سے تم نے رشد و ہدایت پائی۔ جس گھر سے انہوں نے رشد و ہدایت پائی کیا اس گھر والے کو وہ تمغہ ہدایت عطا کرتے اور علیؑ اس کے متمنی رہتے۔ غرض کہ ظاہر ہے کہ یہ روایت وضعی اور کذب محض ہے۔ اس روایت پر مفصل بحث ہم نے اپنی کتاب نور المشرقین من حیاۃ الصادقین میں کی

ہے۔ دیکھو صفحات ۱۵۱ الغایت ۱۵۷۔

جس طرح الفاروق لکھ کر جناب شبلی نے مورخوں کے معزز طبقہ کی شان و شہرت کو بٹہ لگایا ہے اس کی مثال کم ملتی ہے۔ کاش الفاروق کو وہ مناظرہ کی کتاب کہتے اور تاریخ کے موقر و معزز لقب سے اس کو منسوب نہ کرتے۔ ہم ان کی مورخانہ بد دیانتی کی بین مثال دیتے ہیں۔ تمام مورخین اسلام تو شروع سے اب تک اس امر پر متفق ہیں کہ اگرچہ حضرات شیخین آنحضرتؐ کے جسد اطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔ مگر حضرت علیؑ و بنو ہاشم آنحضرتؐ کے پاس رہے اور آخر تک رہے جب تک کہ آنحضرتؐ کو دفن نہ کر لیا۔ مولوی شبلی مانتے ہیں کہ اس بات پر جملہ مورخین کا اتفاق ہے۔ پھر حضرت شبلی کس بناء پر کہتے ہیں کہ۔

"جس طرح حضرت عمر وغیرہ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر سقیفہ چلے گئے تھے۔ حضرت علیؑ بھی آنحضرتؐ کے پاس سے چلے آئے تھے اور حضرت فاطمہؑ کے گھر بنو ہاشم کا مجمع ہوا تھا۔"

الفاروق حصہ اول صفحہ ۶۹

تاریخ میں اس سے زیادہ کذب صریح عمداً" اس دلیری کے ساتھ کبھی نہیں بولا گیا۔ جناب شبلی نے اپنی اس رائے کا انحصار امام مالک کی اس روایت پر کیا ہے **وان علیا والزبیر ومن کان معھما تخلفوافی بیت فاطمۃ بنت رسول اللہ** ۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو چکی تھی۔ حضرت عمران کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے کچھ لوگ بیعت کر رہے تھے۔ کچھ تخلف کر رہے تھے۔ تخلفوا کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ بیعت ہو چکی تھی جس سے تخلف کیا۔ کوئی مولوی شبلی سے پوچھے کہ اس میں کہاں درج ہے کہ حضرت علیؑ و بنو ہاشم اور حضرت فاطمہؑ سب آنحضرتؐ کے جسد اطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر چلے گئے۔ اگر جانا ہی مقصود تھا تو سقیفہ ہی میں نہ جاتے وہاں آسانی سے حضرت ابوبکر کی بیعت کیوں ہونے دیتے۔ مورخانہ بد دیانتی کی اس سے بد تر مثال کبھی نہیں ملے گی۔ ہر ایک تاریخ کی کتاب بلا استثناء یہ کہہ رہی ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے پاس تجہیز و تکفین میں مشغول رہے جب تک دفن نہ کر لیا۔ اگر حضرت شبلی جیسے مورخ پہلے ہوتے تو اب تک حق کبھی کا معدوم ہو چکا ہوتا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

بیعت سے انکار

سواد اعظم کی اکثریت کو اکثر یہ کہتے سنا گیا ہے کہ خلافت کی جو ترتیب ہوئی حضرت علیؑ اس سے بہت مطمئن تھے اس کو جائز سمجھتے تھے نہ اس کے خلاف ان کا کچھ دعویٰ تھا اور نہ ان کو کچھ شکایت پھر ان کے مقلدین کے لئے یہ کب جائز ہے کہ کچھ نکتہ چینی کریں۔ اس باب میں ہم سواد اعظم کے اس اعتراض پر غور کرتے ہیں۔ اول تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ناظرین جنہوں نے البلاغ المبین کا شروع سے یہاں تک مطالعہ کر لیا ہے خود ہی اس اعتراض کا جواب دے لیں گے اور ہمیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں ہی اس کا جواب آگیا ہے= اگر اس سے بھی زیادہ تفصیل کی ضرورت ہے تو ہم بیان کرتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جناب علی مرتضیٰؑ کا کھلم کھلا دعویٰ تھا کہ وہ اور صرف وہی جناب رسول خداؐ کے خلیفہ بلا فصل ہیں اور ان کی موجودگی میں جو کوئی اور قابض ہو گیا ہے وہ نہ اس کا حق دار ہے اور نہ اس کا اہل ہے۔ اگر حضرت علیؑ کے ان تمام خطبوں اور تقریروں کو جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے دعوے کے ثبوت اور اپنے احقیت کے اظہار میں مسلمانوں کے سامنے بیان کئے۔ اس جماعت کی کتابوں سے جمع کیا جائے جن کو زمانہ شیعیان علیؑ کہتے ہیں تو یہ باب بذات خود ایک مستقل کتاب بن جائے چنانچہ شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابو یہ القمی نے اپنی کتاب خصال میں اس بار بار کے احتجاج کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی کی کتاب امالی اور علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ کی بحارالانوار حسن بن محمد دیلمی کی کتاب ارشاد القلوب' علامہ طبرسی کی کتاب احتجاج۔ کتاب ناسخ التواریخ بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہے۔ مگر ہم نے تو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ جو کچھ لکھیں وہ جماعت حکومت کی کتابوں سے لکھیں۔ ہاں ناظرین کو ہماری مشکلات کا خیال رکھنا چاہئے۔ جناب امیرؑ کے اس علانیہ احتجاج اور اس دعوے سے اراکین حکومت کا تغلب ناجائز روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے اور ان کے دعوے کی جڑ پر تیشہ کاری لگتا ہے لہٰذا ان کے حامیوں اور مقلدوں سے یہ امید رکھنا کہ وہ جناب امیرؑ کے احتجاج وگفتگو اور دعوؤں کو من وعن پورا نقل کر دیں گے خلاف عقل ہوگا۔ ان کے لئے یہ نہایت نازک موقعہ ہے وہ اس احتجاج کو بیان کرتے ہیں لیکن چبا چبا کر

حضرت علیؑ کی گفتگو کو نقل کرتے ہیں لیکن قطع وبرید کے ساتھ جو زبردست و صریح و زور دار الفاظ ہیں وہ نکال دیتے ہیں۔ اکثر تو اشارے اور کنایہ ہی باقی رہ جاتے ہیں جناب امیر کی ساری بحث بھی نقل نہیں کرتے۔ اندریں صورت اگر ان بزرگواروں کی کتابوں میں ذرا سا بھی مل جائے تو اس کو بہت سمجھنا چاہئے۔ اب ناظرین واقعات مندرجہ ذیل پر غور کریں۔

اگرچہ ایک فریق تو کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان خلفاء ثلاثہ میں سے کسی کی بیعت ہی نہیں کی اور آخر عمر تک بیعت نہیں کی لیکن اتنا تو جماعت اہل حکومت بھی مانتی ہے کہ حضرت علیؑ نے بیعت ابوبکر سے تخلف کیا۔ اور ان کے ہمراہ دیگر بنو ہاشم نے بھی بیعت ابوبکر نہیں کی۔ اور جب ان سے بعد تجہیز و تکفین رسولؐ بیعت ابی بکر طلب کی تو انہوں نے انکار کیا اور خانہ فاطمہؑ میں جمع ہو گئے۔ دیگر کتاب ہٰذا صفحہ ۱۰۳' ۱۰۵' ۱۰۶ تمام کتب تواریخ اس امر پر متفق ہیں دیکھو حبیب السیر جلد الاول الجزء' الرابع صفحہ ۲ تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۱۹۹' ۲۰۲ شمس التواریخ صفحہ ۷۵۸' تاریخ ابو الفداء' الجزء الاول صفحہ ۱۵۶ تاریخ ابن کثیر شامی الجزء الخامس صفحہ ۲۴۶۔ ابن الاثیر تاریخ الکامل تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی صفحہ ۱۸۵' ۱۸۶ الفاروق۔

جب حضرت عمر نے دیکھا کہ یہ لوگ خوشی سے بیعت نہیں کرتے تو جبراً بیعت لینے کے لئے اس طرح چلے کہ اپنے ساتھ جماعت مددگاروں کی لے لی۔ ہاتھ میں آگ لیتے گئے۔ اور خانہ بنت رسول اللہؐ پر آن کر یہ آواز لگائی کہ تم لوگ ابھی باہر چلے آؤ اور بیعت ابی بکر کر لو۔ ورنہ میں اس گھر کو جلا دوں گا اور جو اس کے اندر ہیں سب جل جائیں گے۔ دروازے پر آن کر حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ اے ابن خطاب! کیا تم ہمارا گھر جلانے آئے ہو۔ حضرت عمر نے (خدا ان سے بہت خوش ہو) جواب دیا۔ کہ ہاں میں تمہارا گھر جلانے آیا ہوں ورنہ تم سب ابھی بیعت ابی بکر کر لو۔

تاریخ ابی الفداء' الجزء الاول صفحہ ۱۵۶' کتاب الامامتہ والسیاستہ مسلم ابن قتیبہ صفحہ ۱۲' مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر الجزء الثالث صفحہ ۲۴' تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۱۹۸' امام شہاب الدین احمد المعروف بابن عبد ربہ اندلسی۔ عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۷۹' محمد ابن شحنہ روضتہ المناظر برحاشیہ جلد یا زدہم' تاریخ الکلام صفحہ ۱۱۳' اردو ترجمہ ازالتہ الخفاء شاہ ولی اللہ مقصد دوئم

Presented by www.ziyaraat.net/

اثر ابو بکر صفحہ ۲۲۶' ابن عبدالبر' الاستیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن الجزء الاول صفحہ ۳۴۵'
ترجمہ عبداللہ بن ابی قحافہ ابی بکر۔ مولوی شبلی' الفاروق حصہ اول صفحہ ۷۱' حافظ عبدالرحمٰن
امرتسری' کتاب المرتضیٰ صفحہ ۴۵' شاہ عبدالعزیز' تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نو الکشور صفحہ ۲۹۲

حضرت عمر کی اس دھمکی سے بہت سے بنو ہاشم باہر نکل آئے۔ زبیر بن العوام کو معہ دیگر آدمیوں کے جبراً" دربار خلافت میں لے گئے اور ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ حضرت علیؑ پھر نہ گئے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو صلاح دی کہ اس متخلف (یعنی علیؑ) کو نہ چھوڑو اور اس سے بیعت لو۔ انہوں نے اپنے غلام قنفذ کو حضرت علیؑ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ خلیفہ رسول اللہؐ آپ کو بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیسی جلدی جناب رسولؐ خدا پر بہتان باندھا ہے اور نہ گئے۔ قنفذ نے یہ ہی جواب حضرت ابوبکر کو پہنچایا وہ رونے لگے۔ خیال آیا ہوگا کہ واقعی علیؑ سچ کہتے ہیں پھر یہ کہہ کر بھیجا کہ امیر المومنینؑ بلاتے ہیں حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اس نے اس شے کا دعویٰ کیا ہے۔ جو نہ اس کی ہے اور نہ وہ جس کا اہل ہے اور نہ گئے یہ جواب سن کر حضرت ابوبکر دیر تک روتے رہے۔ اب حضرت عمر خود جماعت مسلمین کو لے کر گئے اور حضرت علیؑ کے لئے کوئی چارہ نہ چھوڑا۔ کہ یا تو عمر کے ساتھ چلیں یا تلوار کے ذریعہ سے ان کو دفعہ کریں۔ چونکہ تلوار اٹھانے سے فتنہ ہوتا تھا اور جناب رسولؐ خدا نے وصیت کر دی تھی کہ تلوار نہ اٹھانا لہٰذا مجبور ہوگئے۔ مگر کہتے جاتے تھے کہ تم یہ سختی عبد خدا اور برادر رسولؐ پر کر رہے ہو وہاں پہنچ کر بھی آپؑ نے بیعت نہ کی اگرچہ حضرت عمر نے قتل کی بھی دھمکی دی اور واپس آن کر قبر رسولؐ پر فریاد کرنے لگے۔ اگر بحث کی خاطر یہ بھی مان لیا جائے کہ جناب فاطمہؑ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ نے بیعت کر لی جو کہ قطعاً" غلط ہے۔ تب تو ان واقعات سے اتنا بھی اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ جناب علی مرتضیٰؑ حکام سقیفہ کو اس امر کا نا اہل سمجھتے تھے۔ آپؑ کا دعویٰ تھا کہ یہ ہمارا حق ہے۔ آپؑ نے بتا دیا کہ تمہارا خلیفہ رسولؐ کہلایا جانا رسول خداؐ پر بہتان ہے اور تم امیر المومنینؑ ہونے کے حق دار نہیں ہو اگر اس کے بعد بیعت فرض بھی کر لی جائے تو وہ جبراً" ہوئی خوشی سے نہ ہوئی تم خود کہتے ہو کہ اس وجہ سے بیعت کی کہ فاطمہ علیہا الصلواۃ السلام کے بعد لوگوں نے آپ کا پاس خاطر کرنا چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ کی وہ گفتگو قابل غور ہے جو

آپؑ نے اس وقت کی کہ جب آپؑ کو حضرت عمر دربار خلافت میں لائے اس گفتگو کو ہم نے اس کتاب کے صفحہ ۱۰۴' ۱۰۵ پر کتاب الامامت والسیاست سے نقل کیا ہے تاریخ روضۃ الاحباب میں آپ کا احتجاج ان الفاظ میں درج ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب بیعت لینے کی مہم سے حضرت ابوبکر کو فراغت حاصل ہوئی۔ تو انہوں نے اشراف مہاجرین و انصار و اعیان کی ایک مجلس تیار کی اور وہاں جناب علی مرتضیٰؑ کو بلایا آنجنابؑ اپنے مناسب مقام پر رونق افروز ہوئے او دریافت فرمایا کہ انہیں کیوں بلایا گیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ یہ وجہ تھی کہ چونکہ دیگر اصحاب نے ابوبکر سے بیعت کر لی ہے آپؑ بھی بیعت کریں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں وہی حجت تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جو حجت تم نے انصار کے سامنے پیش کر کے یہ عہدہ لے لیا سچ سچ بتاؤ کہ جناب رسول خداؐ سے کون نزدیک تر ہے حضرت عمر نے کہا کہ ہم تو آپؑ کو نہیں چھوڑیں گے جب تک آپؑ بیعت نہ کر لیں گے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ اول میری بات کا جواب دو۔ اور اس کے بعد مجھ سے بیعت طلب کرو (حضرت عمر کو کچھ جواب نہ بن آیا۔ اب ابوعبیدہ بن الجراح نے ان کا بوجھ بٹایا ابو عبیدہ نے کہا کہ ابوالحسن آپ بوجہ سبقت اسلامی و قرابت رسولؐ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن چونکہ اب لوگوں نے ابوبکر پر اجتماع کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ بھی موافقت کریں حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اے ابا عبیدہ تم کو بقول رسولؐ امین امت بیان کیا جاتا ہے امانت کے لئے گفتار و کردار میں راستی ضروری ہے وہ عزت و شرف و درجہ جو خداوند تعالیٰ نے خاندان نبوت کو عطا فرمایا ہے اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی کوشش نہ کرو ہم وحی و قرآن شریف کے نازل ہونے کا محل ہیں اور اس وجہ سے ہم خلافت کے مستحق اور اس کے اہل ہیں (اب یہ بھی خاموش ہو گئے کچھ جواب نہ بن آیا تو بشیر ابن سعد انصار اس طرح ان کی مدد کرتے ہیں) بشیر ابن سعد نے کہا کہ اے ابا الحسن یہ دعویٰ جو تم آج ظاہر کر رہے ہو۔ اگر سقیفہ والے دن کرتے اور لوگوں کو معلوم ہوتا۔ تو پھر تمہارے سوائے وہ کسی اور کی بیعت نہ کرتے اور تم سے بیعت کر لیتے لیکن چونکہ تم گھر میں بیٹھے رہے اور لوگوں میں نہ آئے تو لوگوں نے خیال کیا کہ تم خلافت سے کنارہ کرتے ہو۔ اب کہ لوگوں نے دوسرے سے بیعت کر لی تو تم پیشوائی کے لئے آگئے ہو اور دوسرا

Presented by www.ziyaraat.net/

طریقہ اختیار کر لیا ہے (اس سے زیادہ کیا کوئی بے ڈھنگی گفتگو ہو سکتی تھی) اس پر جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا کہ اے بشیر کیا تم جائز رکھتے ہو کہ میں بھی (تمہاری طرح) جناب رسول خداؐ کے جسد اطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر حکومت کے پیچھے دوڑتا اور لوگوں سے تنازعہ کرتا جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کے کلمات نہایت محکم و استوار ہیں ان میں سے ہر ایک کا ہزار ہزار بحثوں کے برابر ہے تو تملق و چاپلوسی پر اتر آئے اور کہا اے باالحسن میں جانتا تھا کہ تم کو میرے خلیفہ ہو جانے پر کچھ مضائقہ نہ ہوگا اور اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ تم میری بیعت سے تخلف کروگے تو میں ہرگز قول نہ کرتا اب کہ لوگوں نے میری خلافت پر اتفاق کر لیا ہے مناسب ہے کہ آپ بھی اس پر اتفاق کریں اور اگر آپ بیعت نہیں کرنا چاہتے اور تامل و تفکر کرنا چاہتے ہیں تو اس میں بھی کچھ ہرج نہیں پس حضرت علی علیہ السلام بغیر بیعت کئے مجلس سے اٹھے اور بیت الشرف میں تشریف لے آئے۔

(البلاغ جلد ۲ صفحہ ۴۳۵)

سیرت امیر المومنینؑ جلد نمبر ا صفحہ ۳۵۰ سطر آخر پر تحریر ہے

حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابوعبیدہ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور وہ اپنے حق میں خلافت کا فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جب یہ مہم سر ہوگئی تو سقیفہ سے نکل کر مسجد کی طرف چل دیئے کچھ لوگ بھی ساتھ ہوگئے اور ایسے موقع پر لوگ اقتدار سے متاثر ہو کر یا شاہی قرب حاصل کرنے کے لئے ساتھ ہو ہی جایا کرتے ہیں راستے میں جو لوگ نظر آتے انہیں بلا کر ان کے ہاتھوں کو حضرت ابوبکر کے ہاتھوں سے مس کرتے اور یوں بیعت لیتے اور اعلان خلافت کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ براء ابن عازب کہتے ہیں

لایمرون باحدالاخطبطوه و قدموه فمد وایده فسحوها علی ید ابی بکر یبایعه ساء ذالک او ابی۔

"جس کسی کے پاس سے ہو کر گزرتے اسے کھینچ کھانچ کر آگے لاتے اور بیعت کے لئے اس کا ہاتھ پکڑ کر ابوبکر کے ہاتھ سے مس کرتے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہئے۔" (شرح ابن ابی الحدید)

جب مسجد میں وارد ہوئے تو چند کارندوں کو ادھر ادھر دوڑایا گیا کہ وہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر

بیعت کے لئے لائیں چنانچہ لوگوں کو جمع کر کے لایا گیا اور مسجد نبوی میں جہاں پاس ہی ایک حجرہ میں پیغمبرؐ کو غسل و کفن دیا جا رہا تھا تکبیروں کی گونج میں بیعت ہونے لگی۔ بلاذری نے تحریر کیا ہے۔

اتی بابی بکر المسجد فبا یعوه وسمع العباس و علی التکبیر فی المسجد ولم یفروغوا عن غسل رسول اللّٰہ۔

"حضرت ابو بکر کو مسجد میں لایا گیا اور لوگوں نے ان کی بیعت کی عباس اور علیؑ نے مسجد سے تکبیر کی آوازیں سنیں اور ابھی وہ پیغمبرؐ کے غسل سے فارغ نہ ہوئے تھے۔" (انساب الاشراف۔ ج ا صفحہ ۵۸۲)

یہ دنیا کی بے وفائی و سرد مہری کا انتہائی عبرت انگیز مرقع ہے کہ ایک طرف شہنشاہ دو عالم کی میت رکھی ہے اور ان کے عزیز و اقارب باہر کی دنیا سے بے خبر تجہیز و تکفین میں لگے ہوئے ہیں اور دوسری طرف حکمران طبقہ کے گرد بیعت کرنے والوں کا جمگھٹا ہے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا ہے اور نعروں کی گونج میں بیعت کا سلسلہ جاری ہے ابھی کچھ دیر پہلے یہی لوگ مسجد میں سوگواروں کی صورت میں جمع تھے مگر اب نہ کسی کی آنکھ اشکبار ہے اور نہ کسی کے چہرے پر غم کے آثار گویا کوئی حادثہ ہوا ہی نہیں ہے۔ اس سے عوام کی ذہنیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اقتدار کی قوت انہیں کتنی جلدی متاثر و مسحور کرتی ہے کہ عظیم سے عظیم حادثہ کے اثرات بھی مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ فوراً اپنے جذبات کو حکومت کی رضا جوئی سے وابستہ کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ یہ سوچنے بیٹھ جاتے کہ یہ انتخاب کیسے ہوا اور کیوں ہوا رائے عامہ کے استصواب سے ہوا یا ارباب حل و عقد کی صوابدید سے۔ اگر استصواب رائے سے ہوا ہے تو انہوں نے اظہار رائے کا موقع کب دیا گیا اور اہل حل و عقد کا فیصلہ ہے تو کیا مہاجرین میں صرف تین ہی آدمی اہل حل و عقد تھے اور حضرت علیؑ عباس ابن عبدالمطلبؓ سلمان فارسیؓ ابوذر غفاریؓ مقدار ابن اسودؓ عمار ابن یاسرؓ زبیر ابن عوامؓ خالد ابن سعیدؓ ایسے عمائدین و اکابر ملت اور بنو ہاشم اور اعزہ رسولؐ ان میں شامل کئے جانے کے قابل نہ تھے۔ غرض لوگ بے سوچے سمجھے ہوا کے رخ پر اڑتے اور سیلاب کے بہاؤ پر بہتے چلے گئے۔ اگر کسی نے ذرا نفرت و بیزاری

Presented by www.ziyaraat.net/

کا اظہار کیا یا اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو ڈرا دھمکا کر یا لالچ دلا کر اسے خاموش کر دیا گیا اور جن لوگوں کی پشت پر قوت و طاقت تھی انہیں وقتی طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔ چنانچہ سعد ابن عبادہ سے حکومت کے استحکام سے پہلے الجھنا اور بیعت کا مطالبہ کرنا خلاف مصلحت سمجھا گیا اور جب حضرت عثمان عبدالرحمٰن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص بنی امیہ و بنی زہرہ کی بیعت سے حکومت کی بنیادوں میں جماؤ آگیا تو انہیں بیعت کا پیغام بھجوا دیا گیا۔ انہوں نے اس پیغام کے جواب میں کہلا بھیجا۔

لا واللّٰہ لا ابایع حتی ارمیکم بما فی کنانتی واقاتلکم بمن تبعنی من قومی و عشیرتی۔

خدا کی قسم میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک اپنے ترکش کے تیر تم پر چلا نہ لوں اور اپنے قوم و قبیلہ کے لوگوں کو لے کر تم سے جنگ نہ کر لوں۔"

حضرت ابوبکر یہ جواب سن کر مصلحتاً خاموش ہوگئے مگر حضرت عمر نے برا فروختہ ہو کر کہا کہ ہم اس سے بیعت لئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اس پر بشیر ابن سعد نے کہا کہ اگر انہوں نے بیعت سے انکار کر دیا ہے تو قتل ہونا گوارا کر لیں گے مگر بیعت نہیں کریں گے۔ اور اگر وہ قتل کئے گئے تو ان کا خاندان بھی ساتھ قتل ہوگا اور ان کا خاندان اس وقت تک قتل نہ ہوگا جب تک قبیلہ خزرج قتل نہ ہو جائے اور خزرج اس وقت تک قتل نہ ہوگا جب تک قبیلہ اسے موت کے گھاٹ نہ اتار دیا جائے۔ دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے چنانچہ اس کے بعد ان سے کچھ نہ کہا سنا گیا۔ حضرت ابوبکر کے دور میں وہ مدینہ ہی میں رہے مگر حکمران جماعت سے کوئی تعلق نہ رکھا نہ ان کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتے نہ ان کے ساتھ اعمال حج بجالاتے اور نہ ان کی کسی مجلس میں شامل ہوتے۔ جب حضرت عمر بر سر اقتدار آئے تو انہوں نے ایک دفعہ سعد کو راستے میں دیکھ کر کہا کہ تم وہی ہو نہ۔ کہا کہ ہاں میں وہی ہوں اور میرا موقف بھی وہی ہے۔ میں تمہارے قرب سے اب بھی اتنا ہی بیزار ہوں جتنا پہلے تھا۔ کہا کہ پھر مدینہ چھوڑ کر چلے کیوں نہیں جاتے۔ سعد خطرہ تو محسوس کر ہی رہے تھے حضرت عمر کے تیوروں کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ کسی وقت بھی انہیں موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا ہے۔ اس خدشہ کے

پیش نظر وہ مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے اور چند دنوں کے بعد مقام حوران میں کسی کے تیروں کا نشانہ بن گئے۔ ابن عبد الاندلسی تحریر کرتے ہیں۔

حضرت عمر نے ایک شخص کو شام روانہ کیا اور اسے کہا کہ وہ سعد سے بیعت کا مطالبہ کرے اور اس سلسلہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کے خلاف اللہ سے مدد چاہے۔ وہ شخص شام پہنچا اور مقام حوران میں ایک چار دیواری کے اندر سعد سے ملا اور انہیں بیعت کی دعوت دی انہوں نے کہا کہ میں کسی قرشی کی کبھی بیعت نہیں کروں گا۔ اس شخص نے کہا کہ میں تم سے جنگ کروں گا۔ کہا کہ خواہ جنگ کرو اس شخص نے کہا کہ تم اس چیز سے باہر رہنا چاہتے ہو جس میں امت داخل ہو چکی ہے کہا کہ میں بیعت سے باہر رہنا چاہتا ہوں۔ اس شخص نے تیر مارا اور انہیں قتل کر دیا۔" (عقد الفرید۔ ج ۳ ص ۶۵)

یہ شخص محمد ابن مسلمہ یا مغیرہ ابن شعبہ بتایا جاتا ہے مگر مشہور یہ کر دیا گیا کہ انہیں کسی جن نے تیر مار کر ہلاک کر دیا اور ان کے مرنے پر یہ شعر پڑھا

نحن قتلنا سید الخزرج سعد ابن عباده

رمیناه بسهم فلم یخط فواده

"ہم نے سردار خزرج سعد ابن عبادہ کو قتل کر دیا اور اس پر تیر چلایا جو اس کے دل میں پیوست ہوگیا۔"

دور اول میں سعد ابن عبادہ کو نہ بیعت پر مجبور کیا گیا اور نہ ان پر سختی روا رکھی گئی لیکن کار پردازان خلافت نے حضرت علیؑ سے جلد از جلد بیعت حاصل کرنے کی کاروائی شروع کر دی اور جبر و تشدد اور ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ چنانچہ آپؑ دنیا کی نیرنگی اور زمانہ کے انقلاب سے افسردہ خاطر گھر میں بیٹھے تھے کہ حکومت کی طرف سے بیعت کا پیغام آیا آپؑ نے اور آپ کے ساتھ ان تمام افراد نے جو گھر کے اندر موجود تھے بیعت سے انکار کر دیا جس پر حضرت عمر آگ بگولا ہوگئے اور گھر کو پھونک دینے پر اتر آئے۔

بلاذری نے تحریر کیا ہے۔

ان ابابکر ارسل الی علی یرید البیعة فلم یبایع فجاء عمر ومعه فتیلة

Presented by www.ziyaraat.net/

فتلقته فاطمة علی الباب فقالت یا بن الخطاب اتراک محرقا علی بابی قال نعم۔

حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے پیغام بھجوایا مگر حضرت علیؑ نے بیعت نہ کی جس پر حضرت عمر جلتی ہوئی آگ لے کر آئے۔ حضرت فاطمہؑ نے عمر کو دیکھا تو کہا اے خطاب کے بیٹے کیا تم دروازے کو مجھ سمیت جلا دو گے کہاں ہاں۔"

زبیر ابن عوام بھی اس گھر کے اندر موجود تھے اگرچہ وہ حضرت ابوبکر کے داماد تھے مگر اپنی والدہ صفیہ ابن عبدالمطلب کی طرف سے بنی ہاشم سے بھی عزیز داری رکھتے تھے انہوں نے یہ صورت دیکھی تو تلوار سونت کر مقابلہ کے لئے باہر نکل آئے مگر سلمہ ابن اشیم نے تلوار ان کے ہاتھ سے چھین لی اور انہیں نہتا کرکے گرفتار کر لیا گیا۔ مورخ طبری تحریر کرتے ہیں۔

"عمر ابن خطاب حضرت علیؑ کے گھر پر آئے گھر میں طلحہ زبیر اور چند مہاجرین تھے حضرت عمر نے کہا کہ بیعت کے لئے باہر نکلو ورنہ خدا کی قسم میں تم سب کو آگ لگا کر پھونک دوں گا۔ زبیر نے تلوار کھینچ لی۔ اور باہر نکل آئے مگر ٹھوکر کھائی اور ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں گرفتار کر لیا۔" (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۴۳)

حضرت عمر اور ان کے ہمراہی حضرت علیؑ کو بھی کشاں کشاں حضرت ابوبکر کے پاس بیعت کے لئے لے آئے۔ آپ نے بیعت کے مطالبہ پر احتجاج کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں تم لوگوں سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا بلکہ تمہیں میری بیعت کرنا چاہئے تم نے انصار سے خلافت لی اور ان کے مقابلہ میں دلیل یہ دی کہ تمہیں بنیؐ سے قرابت ہے اور اب تم زبردستی اہلبیتؑ سے خلافت چھیننا چاہتے ہو کیا تم نے انصار کے مقدمہ میں یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ تم خلافت کے ان سے زیادہ حقدار ہو جس پر انہوں نے قیادت و امارت تمہارے سپرد کر دی جس دلیل سے تم نے انصار کے مقابلہ میں اپنا حق ثابت کیا تھا اسی دلیل سے میں تمہارے مقابلہ میں اپنا حق ثابت کرتا ہوں ہم رسول اللہؐ سے ان کی زندگی و موت میں زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں اگر تم ایمان لائے ہو تو ہم سے انصاف کرو ورنہ تم بے خبر نہیں ہو کہ ظلم کے مرتکب ہوگئے۔"

حضرت ابوبکر چپ سادھے بیٹھے رہے مگر حضرت عمر نے کہا کہ جب تک تم بیعت نہیں کروگے تمہیں چھوڑا نہیں جائے گا۔ فرمایا خدا کی قسم نہ میں تمہاری بات کان پر دھروں گا اور نہ بیعت کروں گا۔ پھر راز درون پردہ کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"خلافت کا دودھ دوہ لو اس میں تمہارا بھی برابر کا حصہ ہے خدا کی قسم تم آج ابوبکر کی خلافت پر اس لئے جان دے رہے ہو تاکہ کل وہ خلافت تمہیں دے جائیں۔"

امیرالمومنینؑ کے انکار بیعت پر ایذاؤ اہانت کا کوئی پہلو اٹھا نہ رکھا گیا آگ لگانے کا سامان کیا گیا گلے میں رسی ڈالی گئی اور قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں یہ ایسا متشددانہ طرز عمل تھا کہ معاویہ ابن ابی سفیان ابوبکر کے فرزند محمد پر طنز کئے بغیر نہ رہ سکے اور انہیں ان کے ایک خط کے جواب میں تحریر کیا:۔

"جنہوں نے سب سے پہلے علیؑ کا حق چھینا اور خلافت کے سلسلہ میں ان کی مخالفت پر ایکا کیا وہ تمہارے باپ (ابوبکر) اور عمر تھے انہوں نے علیؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر علیؑ نے بیعت میں توقف کیا اور ٹال دیا جس پر ان دونوں نے ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑنے کا تہیہ کر لیا۔"

اس بیعت کے سلسلہ میں تشدد کی جو صورت روا رکھی گئی وہ سراسر غیر آئینی اور ناجائز تھی اس لئے کہ کسی آئین میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ کسی کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور کیا جائے اور جبر و تشدد کے ذرائع کام میں لا کر بیعت لی جائے اگر وہ لوگ یہ دیکھتے کہ حضرت علیؑ پیغمبر کے زمانہ سے کسی جماعت کے قیام کی تیاری کر رہے ہیں اور اب اس جماعت کے تعاون سے متوازی حکومت قائم کرکے ان کے اقتدار کو خطرہ میں ڈالنا چاہتے ہیں یا شورش و ہنگامہ کھڑا کرکے امن عامہ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو اس تشدد کا سیاسی جواز ہو سکتا تھا اور جب نہ ایسی کوئی صورت تھی اور نہ ٹکراؤ کے کوئی آثار تھے تو پھر بیعت پر اتنا اصرار کیوں ممکن ہے کہ اس میں یہ مصلحت کار فرما رہی ہو کہ اس طرح بیعت لے کر اپنے موقف اور طریق کار کے حق بجانب ہونے کا ثبوت مہیا کریں تو اس طرح کی جبری بیعت کو بیعت ہی نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے "جمہوری" خلافت کی صحت پر سند لائی جاسکتی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

حضرت علیؑ کا انکار جذبات کے زیر اثر نہ تھا بلکہ اصول کے ماتحت تھا۔ اگر تشدد آخری حد تک بھی پہنچ جاتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ جمہوریت کے نام پر قائم کی ہوئی حکومت کی بیعت کرکے ایک ایسے اصول کو تسلیم کر لیتے جس کی کوئی شرعی سند ہی نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے پورے صبرو ضبط کے ساتھ ان تمام شدائد کو برداشت کیا مگر نہ جمہوری خلافت کو مانا اور نہ جمہور کے حق انتخاب کو اس کے بعد یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ جس اصول کی بنا پر آپ نے بیعت سے انکار کیا تھا اس اصول سے انحراف کرکے سپر انداز ہو جائیں گے اور بیعت کرکے اپنے سابقہ قول و عمل کی تردید کر دیں گے۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدا کے فضل اور معصومین علیہم السلام کی نوازش سے ہم نے اب تک فلسفہ توحید پر ۱۵' سیرت الٰہی پر ۳۰' انسائیکلوپیڈیا حضرت علیؑ پر ۴۵' مناقب اہلبیتؑ پر ۵' تاریخ اسلام پر ۸' جبکہ مسئلہ تحریف القرآن' نورالہدیٰ' مقالات' خیر البریہ' فرقہ پرستی' تنقید بے جا اور سفر آخرت پر ایک ایک جلد تالیف کی ہے' جن میں سے بحمد اللہ اب تک ساٹھ کتب شائع ہو چکی ہیں۔ جبکہ بقیہ کتب کو زیور طباعت سے آراستہ کرانے کے لئے ہمیں آپ کے تعاون کی اشد ترین ضرورت ہے۔

۱۔ مراجع عظام کے اجازہ جات کے مطابق آپ اپنے ذمہ سہم امام کا تیسرا حصہ ہمارے ادارے کو عطا فرما سکتے ہیں۔

۲۔ آپ ایک ہزار یا پانچ سو روپے ماہانہ عطا فرما کر ہمارے ادارہ کے خصوصی معاون بن سکتے ہیں۔

۳۔ آپ ایک ہزار روپے سالانہ عطا فرما کر ہماری ۱۵ کتب حاصل فرما سکتے ہیں۔

۴۔ آپ پینتیس روپے ماہانہ عطا فرما کر ہر چار ماہ بعد گھر بیٹھے ہماری دو کتب وصول فرما سکتے ہیں۔

۵۔ آپ اپنے مرحومین کے ایصال ثواب یا تبلیغ دین کی خاطر ہماری ایک نئی جلد طبع کروا کر ہمارے خصوصی اعانت فرما سکتے ہیں۔

جملہ عطیات اکاونٹ نمبر ۹۔۱۷۵۵

HBL مریدوال ٹھوکر نیاز بیگ ملتان روڈ لاہور۔

درج ذیل ایڈریس پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

ملتمس

عزیز فاطمہ بیوہ شہید طالب حسین کرپالوی

اسلامیہ دارالتبلیغ۔ ۲۰۲ علی ٹاؤن۔ رائیونڈ روڈ' لاہور۔

Presented by www.ziyaraat.net/

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ
حضور اکرمؐ کا فریضہ حج ادا کرنا	۳
غدیر خم	۶۸
قضیہ قرطاس	۱۹
جیش اسامہ	۱۵۰
راز کی باتیں	۱۷۶
امامت نماز	۱۸۳
پیغمبر کا سفر آخرت	۲۰۹
تعمیل وصیت	۲۱۱
وفات رسولؐ سے انکار	۲۱۲
حالات سقیفہ	۲۲۱
بیعت سے انکار علیؑ	۲۸۴

سپیل سکینہ سلام اللہ علیہ

Presented by www.ziyaraat.net/